

**DYAL SINGH PUBLIC LIBRARY**  
**READING ROOM**  
**8A, CANNOUGHT PLACE,**  
**NEW DELHI**

**Dyal Singh Public Library**

## READING ROOM

**8-A, CONNAUGHT PLACE, NEW DELHI-1.**

Cl. No. 891.4391

ۛ ۛ ۛ

**Ac. No.**

746

**Date of release for loan**

This book should be returned on or before the date last stamped below. An overdue charge of 0.10 P. will be charged for each day the book is kept overtime.

[illegible]



# نقشِ حکمت

احتمق پھیوندی کی نظموں کا  
مکمل مجموعہ مع انتخابِ غزلیات

---

مکتبہ برہان دہلی، قزول باغ

تین روپے

۱۹۲۷ء

قیمت



(انصاری پریس دہلی)

# فہرست

صفحہ	نظم	صفحہ	نظم	صفحہ	نظم
۳۷	انگریزی ذہن کی تیزی	۲۵	راہِ راست	۷	مقدمہ (نشر)
۳۸	احساسِ غیرت	۲۶	جوہرِ حبِ وطن	۱۳	اشارات
۳۹	جاگو اور جگاؤ	۲۷	ملک کی محبت	۱۱	پیغامِ حق
۴۱	پیامِ آزادی	۲۸	خدمتِ وطن	۱۲	نعرہٴ حق
۴۲	پس پردہ	۲۹	عشقِ وطن	۱۵	حصولِ آزادی کی قوتیں
۴۳	بدل دے	۳۰	دُعا	۱۶	کھوئے ہوئے زمانے
۴۴	عقل کی دولت	۳۱	دُعاۓ ملک	۱۷	دیکھیے کب تک ہے
۴۴	ہیرت نہیں	۳۲	غارت گراں یورپ	۱۸	سیا و فرنگ
۴۵	اُسے بینا نہیں آتا	۳۳	احساسِ فرض	۲۰	شوکتِ حق
۴۵	جسے مزا نہیں آتا	۳۴	مناجات	۲۱	تہذیبِ جدید
۴۶	دُعا	۳۵	فسانہٴ عبرت	۲۲	مجھ کو ہندوؤں کی
۴۷	پروا نہیں آ	۳۶	آزاد ہو کر	۲۴	کڑے مرحلے
۴۸	جان باقی ہے	۳۷	انقلابِ دہر		

صفحہ	نظم	صفحہ	نظم	صفحہ	نظم
۸۸	عہدِ فرنگ	۴۱	عبارات	۴۹	زیست کے آثار
۹۰	اتحادِ وطن	۴۵	بست	۵۰	اداسمانِ دلے
۹۲	بدترین ذہن و دماغ	"	جوشِ حق	۵۲	تعارف
۹۳	مستقبل	۴۷	پیامِ وطن	۵۳	سوال و جواب
۹۴	صلہ خدمت	۴۸	دعوتِ رستا	۵۴	انقلاب
۹۵	وطن کی بھلائی	۴۹	حق و باطل	۵۵	ہندوستانِ انگریز
۹۶	پھر ہم میں یا الہی کر	۷۰	کتابِ عبرت	۵۶	لعنتِ سرمایہ
۹۷	اتحاد پیدا	۷۱	اہل حق کی پہچان	۵۷	آزادی اور ہم
۹۸	چارہٴ درد	۷۲	اتفاق	۵۸	ہمیتِ مردان
۹۹	بارِ الہا پھر اب ہند	۷۳	اچھے دن	۵۹	ہمارا فرض
۱۰۰	کو آزاد کر	۷۵	ہمارا دیس	۶۰	کچھ اب خدمت
۱۰۲	تقسیمِ دولت	۷۷	قول و عمل	۶۱	ابنِ آدم بھی کرے
۱۰۳	یادِ ہر	۷۹	حبِ وطن	۶۲	مری موت کی ابتدا ہوئی تیر
۱۰۴	ماضی و حال	۸۱	قوی فساد	۶۳	مصطفیٰ پاشا
۱۰۵	ختمِ مصیبت	۸۲	ضرورتِ اتحاد	۶۴	لنگورو
۱۰۶	ایدریں	۸۵			

صفحہ	نظم	صفحہ	نظم	صفحہ	نظم
۱۷۱	ریڈیو	۱۴۶	برٹش حکومت	۱۰۷	جواب
۱۷۳	اسٹیشن بیل	۱۵۴	یوم آزادی	۱۰۸	ہماری آزادی
۱۷۴	سرفروشانِ وطن	۱۵۶	پنٹ جی	۱۱۲	کوئی ہو ابوجہل تو
۱۷۵	مسلمان	۱۵۷	ناخدایانِ ملت	۱۱۳	کوئی ہو ابوالہول
۱۷۸	قومی جھنڈا	۱۵۸	نادرشاہ	۱۱۴	ہمارے بچے
۱۷۹	خطابات	۱۶۰	سرمیوئل ہور	۱۱۵	فرضِ انسانی
۱۸۱	پیغامِ عمل	۱۶۳	ہندو کا خوف	۱۱۶	دھرم و ایمان
۱۸۱	آنکھوں جو جواو	۱۶۴	یادِ ایام	۱۱۷	خطرہ
۱۸۳	خدا پر نظر	۱۶۵	زندگی کا حل	۱۱۸	ہندستان کی گزشتہ حالت
۱۸۵	ایم وطن	۱۶۶	ٹوکل	۱۲۱	تعلیم کا اثر ہندستان میں
۱۸۷	شاعر ہندستان	۱۶۷	پڑوسی	۱۲۲	غلامی
۱۸۷	سے خطاب	۱۶۸	قومی رہنما	۱۲۹	علم کی ضرورت
۱۹۳	بڑھے چلو	۱۶۹	جنگِ آزادی	۱۳۴	شعبی تبلیغ
۱۹۵	چھوڑ دو	۱۷۰	اور اتحاد	۱۳۷	آئینِ جدید
			مسلمان کا مسک	۱۳۸	بسنٹ
				۱۴۰	آئین کا ایکشن

صفحہ	نظم	صفحہ	غزل	صفحہ
۱۹۷	جوانانِ وطن	۲۲۱	ردیفِ حار	۲۶۳
۱۹۹	خطابِ مسلم	۲۲۲	دل "	۲۶۵
۲۰۰	ہندوستان	۲۲۶	زار "	۲۶۹
۲۰۳	نفاق	۲۲۷	زار "	۲۷۳
۲۰۶	تعصب	۲۲۸	سین "	۲۷۴
۲۰۸	تلقینِ قفس	۲۳۰	شین "	۲۷۸
۲۱۰	جوانانِ وطن سے	۲۳۱	طائر "	۲۸۲
۲۱۰	خطاب	۲۳۲	طائر "	۲۸۳
۲۱۲	طالبِ آزادی سے	۲۳۶	مین "	"
۲۱۲	خطاب	۲۳۷	کاف "	۲۸۴
۲۱۵	لمبا تے کان او	۲۳۷	گاف "	۲۸۸
۲۱۵	سے خطاب	"	نون "	"
۲۱۷	میدانِ عمل	۲۵۷	واو "	۲۹۶
۲۲۰	فرشتہ جنگ کا پیغام	۲۵۹	ہائے ہوز "	۳۱۰
۲۲۰	ہندوستان کے نام	۲۶۲	یاء "	۳۱۱

## مقدمہ

(از مولانا سعید احمد صاحب ایم۔ اے پروفیسر سینٹ سلفنس کالج دہلی)

مرزا غالب کے قول کے مطابق جس طرح "فریاد کی کوئی دہ نہیں ہے" اسی طرح شاعری کے لیے بھی کسی ایک خاص انداز و اسلوب بیان کی تخصیص نہیں کی جاسکتی شاعری دراصل نام ہے اظہار جذبات کا جو موثر و دل کش پیرایہ ہے۔ ورنہ محض ٹھٹھ بھاڑ کر یا ہاتھ پاتھ ہلا کر جذبات کے ظاہر کرنے کو شاعری نہیں کہتے۔ اور نہ صرف موزوں الفاظ کو مرتب کر دینے کا نام شاعری ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شاعری کے اہم جز اصولی طور پر دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ کلام موزوں ہو۔ دوسرا یہ کہ موثر اور دل کش ہو۔

میں اُن لوگوں میں سے ہوں جن کے نزدیک وزن کے بغیر شعر کا تحقق ہی نہیں ہو سکتا۔ اس بنا پر اس کے متعلق کچھ زیادہ کہنا سنا اس موقع پر غیر ضروری ہے۔ البتہ دوسرے جز کی نسبت کچھ عرض کرنا ہے۔

کلام میں تاثیر اور دل کشی کا پیدا ہونا چند چیزوں کے وجود پر موقوف ہے جن کو ذیل میں علی الترتیب اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:-

(۱) شاعر صاحبِ قال ہی نہ ہو بلکہ صاحبِ حال بھی ہو یعنی وہ جس واقعے کو

بیان کرے یا جس کی انسانی جذبے اور نفسیاتی کیفیت کی نقاشی کرنے کے لیے قلم اٹھائے تو وہ اُس کیفیت کو خود اپنے اوپر اس طرح مستولی اور طاری کر لے کہ سُننے والوں کو وہ خود اس کی اپنی داستانِ علوم ہوتی ہو۔ ”صاحبِ حال“ ہونے کے لیے اس بات کی ضرورت ہو کہ شاعر میں تاثر و انفعال کا مادہ اوروں کی نسبت زیادہ ہو۔ اس بنا پر جب کبھی وہ کسی واقعہ مسرت یا حادثہ غم کو دیکھے تو اُس سے اس دھجراثر پذیر ہو کہ وہ خود اُس کا ہی واقعہ یا حادثہ بن جائے۔

(۲) شاعر کو مختلف اسالیبِ بیان پر قدرت حاصل ہو۔ وہ ایک ہی مضمون کو رنگ رنگ کی مختلف تعبیرات سے ظاہر کر سکتا ہو۔

(۳) شاعر کی قوتِ تخیل حساس، نہایت تیز اور فکی ہو کہ جب وہ کسی جذبہ انسانی یا کسی واقعے کو بیان کرنا چاہے تو اُس جذبے کے مثل مختلف چیزیں ایسی اُس کے ذہن میں آجائیں کہ وہ اُن کے ذریعے رنگین و لطیف تشبیہات و استعارات کا رنگ دے کر اپنے کلام کو مزین اور دلکش بنا سکے۔

(۴) شاعر کی قوتِ مشاہدہ بہت عمیق اور دُور رس ہو۔ تاکہ جب وہ کسی واقعے کو دیکھے تو اُس کی نظر واقعے کی صرف سطح تک محدود ہو کر نہ رہ جائے بلکہ اس کی تہ میں گھس کر اُس کے اصلی اسباب و علل کا پتہ لگائے اور اس پر مستقبل میں جو

نتیجہ مرتب ہو سکتے ہیں اُن کا پہلے سے ہی اندازہ کر لے۔

یہ ہر شخص جانتا ہے کہ ہر دور کی شاعری اس کے اپنے مخصوص احساسات و جذبات کی ترجمان ہوتی ہے لیکن اُس عہد کے تمام شاعروں کی ترجمانی یکساں نہیں ہوتی بلکہ طبیعی ذوق، فطری صلاحیت اور ذہنی استعداد کے اختلاف و تباہی کی وجہ سے اُن میں بڑا اختلاف اور فرق ہوتا ہے کوئی سنجیدہ اور متین انداز میں اپنے افکار و خیالات ظاہر کرتا ہے اور کوئی مزاح و ظرافت کے پیرائے میں کوئی عقل اور فلسفے کی روشنی میں کلام کرتا ہے۔ اور کوئی سُننے والوں کے جذبات کو براہِ نگینہ کو دینے کی غرض سے ولولہ انگیز گفتگو کرتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں قسم کے اندازِ گفتگو اپنی اپنی جگہ پر ایک خاص انفرادیت کے حامل ہوتے ہیں اور موقع محل کے اعتبار سے ان کا افادہ بھی ایسا ہی ہوتا ہے لیکن بعض اوقات شاعر اپنے آپ کو ایسے ماحول میں پاتا ہے جہاں وہ اپنے احساسات و جذبات کو صاف صاف لفظوں میں ظاہر نہیں کر سکتا۔ اُس کی زبان پر پہرہ ہوتا ہے اور قلم کی جنبش و حرکت کی کڑی نگرانی کی جاتی ہے۔ ان حالات میں اُس کو لامحالہ طنز و تعریف اور اشارہ و کنایہ کی آڑ لینی پڑتی ہے۔ اور اسی سلسلے میں وہ بعض اوقات اپنے مطلب کو مزاح اور ظرافت کے پیرائے



میں ایسے لطیف و موثر طریقے پر ادا کر جاتا ہو کہ بظاہر تو اُس کے نفع سے بے ساختہ ہنسی آجاتی ہو مگر درحقیقت اس کا اثر دیرپا اور بہت عمیق ہوتا ہو۔

لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی اسی قسم کے شاعر تھے۔ انھوں نے

فرنگی تہذیب و تمدن کا مذاق اڑایا۔ کالجوں اور اسکولوں کی انگریزی تعلیم اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کی غیر مشرقی ذہنیت کا ماتم کیا۔ یورپین طرز معاشرت کے اثرات بد سے اپنی قوم کو بچانے کی کوشش کی۔ لیکن حکومت کے اقتدار اور خود ایک عرصہ دراز تک سرکاری ملازم رہنے اور اس ملازمت کے اثرات مابعد کے باعث وہ جو کچھ کہنا چاہتے تھے اُس کے لیے انھوں نے مزاح اور ظرافت کا پیرایہ بیان اختیار کیا۔ علاوہ بریں یہ بھی ایک حقیقت ہو کہ بعض مضامین بھی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کو سنجیدہ طریقے پر کہا جائے تو خاک اثر نہیں ہوتا۔ اور اگر ان کو ظریفانہ انداز میں ادا کیا جائے تو ان کی تاثیر دو چند بلکہ سہ چند ہو جاتی ہو۔

لیکن ظرافت اور بذلہ سخی قطعاً دہی اور دولت خداداد چیز ہو محض کسب و کتاب اور جہد و مشقت سے کوئی غیر ظریف شخص ظریف نہیں بن سکتا۔ حضرت اکبر الہ آبادی کے کلام کی مقبولیت اور اس کی ہر دل عزیزی

کو دیکھ کر کتنے لوگوں نے اُن کے نقشِ قدم پر چلنا چاہا۔ مگر کام یاب نہیں ہو سکے۔ اور کسی کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ علامہ اقبال بھی اس میدان میں آئے تو دو چار قدم ہی چل کر رہ گئے۔ اور ان میں بھی یہ بات بین طور پر محسوس ہوتی ہو کہ طبعی افتاد کے خلاف بہ تصنع و تکلف محض کسی کی نقالی میں قدم اٹھا رہے ہیں۔

حضرت اکبر الہ آبادی کے بعد اگر کوئی شاعر اُن کے رنگ میں کام یاب ہو سکا ہو تو وہ بے شبہ جنابِ احمق پھمبونہ دی ہیں جن کا مجموعہ کلام اس وقت آپ کے پیشِ نظر ہو۔ احمق صاحب کا کلام پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ ظرافت اور ایک لطیف قسم کا مزاح اُن کی فطرت کا جوہر ہے جس میں ”آدو“ کے بجائے ”آمد“ کا رنگ غالب ہو، وہ جس رنگ میں اپنا مدعا ظاہر کرتے ہیں وہ اُن کی اپنی طبیعت کا حقیقی رنگ ہو اُس میں تصنع، بناوٹ اور خواہ مخواہ کی نقالی کو دخل نہیں ہو۔ یہی وجہ ہو کہ وہ بجا طور پر اکبر الہ آبادی کے قائم مقام کہے جاسکتے ہیں۔ اکبر الہ آبادی کی طرح احمق صاحب (جو ”دیوانہ بکارِ خوش ہشیار“ کے صحیح مصداق ہیں) اپنے پہلو میں حساس و سریع الانفعال دل رکھتے ہیں۔ زبان پر اور اُس

کے مختلف اسالیب بیان پر ان کو پوری قدرت حاصل ہے۔ قوتِ مشاہدہ  
 تیز اور عمیق ہے۔ جب یہ سب اسباب موجود ہیں تو پھر کلام کیلے موثر و  
 دلکش نہ ہو۔ آپ کو اس مجموعے کے بہت سے اشعار پڑھ کر بے ساختہ ہنسی  
 آجائے گی۔ لیکن میں آپ کو یاد کرانا چاہتا ہوں کہ احمق صاحب نے وہ اشعار  
 آپ کو ہٹانے کے لیے نہیں کہے، بلکہ غرض اصلی یہ ہے کہ آپ ان کو پڑھیں  
 اور ان سے کچھ حاصل کریں۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے ”نقشِ حکمت“ آپ کے  
 سامنے موجود ہے لیجیے توجہ سے پڑھیے اور فائدہ اٹھائیے۔

# اشارات

## پیمانِ حق

پاس تیرے ہو جو کچھ سرِ مایہِ صدقِ مخلص  
اٹھ اور اپنے آدمی ہونے کا دے اس ثبوت  
یہی تیری خوش نصیبی ہو کہ تجھ سے تیرا سر  
دیکھنی ہو گر کھن میں عینِ راحت کی بہار  
عظمتِ اقبال کا پرچم ہو لہرانا اگر  
چاہتا ہو گر بقاؤ دنیا میں اپنے نام کی  
جان اک حق کو انتہا سے محفوظ رکھ  
چھوڑے عشقِ طرب میں نفع و نقصان کا خیال  
چاہتا ہو تو بتاں دیر کی گر سر زرخش

پیش کر دے ملک کی بے لگن خدمت کے لئے  
رورہی ہو آج دنیا آدمیت کے لئے  
غیرتِ حق مانگتی ہو ملکِ ملت کے لئے  
مستعد ہو جاہِ اکِ نخبِ مصیبت کے لئے  
پیش کر دے خود کو ہر خواہیِ ذلت کے لئے  
مرزا نہ ہو گر تو نمود و نام و شہرت کے لئے  
کب یہ مانگی جا سکے حق کی فردرنگ کے لئے  
ورنہ ہو موزوں ہو گلہ اس تجارت کے لئے  
مستعد ہو جاہِ منتوں کا بغاوت کے لئے

ہاتھیں تیرے پہ ہر دم غنائِ دل و راک  
ہر قدم تیرا اٹھے حق صداقت کے لئے  
یا تو اٹھ کر توڑ دے یہ سب قفس کی تیلیاں  
یا پھر آمادہ نظر آ، گنجِ دولت کے لئے



## نعرہ حق

جفا شعار، ستم کیش، حریت دشمن	ڈرار ہا ہی تو آنکھیں یکساں دکھا کے مجھے
مرے قدم کو جو جنبش یہ خیر ممکن ہو	پیامِ شوق سے دے درد و ابتلا کے مجھے
کوئی مجھے رہِ حق سے ہٹا نہیں سکتا	اگر یقین نہ ہو دیکھ لے ہٹا کے مجھے
زباں پہ کلمہ حق کے سوا جو حرف آجائے	تو پھونک دے مری غیرتِ اچھی کے مجھے
ہو آشنا مرے کام و دہن سے تلخیِ غم	یہ زہر دیکھ لے سو مرتبہ پلا کے مجھے
ہو میرے واسطے معراجِ روحِ تختہ دار	تو خوش اگر ہو تو ہو دار پر چڑھا کے مجھے
فنا ہو میرے لئے مژدہ بقائے دوام	سدا ہو تو احکام کیا قضا کے مجھے
سوا خدا کے کسی سے میں دین نہیں سکتا	نہ رکھ سکے گا تو ہرگز کبھی دبا کے مجھے
ترے خیال میں گر ہوں میں قابلِ تسخیر	تو دیکھ لے غم و آلام میں پھنسا کے مجھے

بری طرف اجازت ہو تجھ کو املا کی کہ دے سکے تو غم و رنج انتہا کے مجھے  
 خوشی کے ساتھ ہوں راضی ہر ابتلا کے لئے  
 تو منتخب مجھے کر تو سہی جفا کے لئے

## ”حصولِ آزادی کی دقتیں“

ہند کا آزاد ہو جانا کوئی آسان نہیں  
 دیکھنا تم سے ابھی کتنے کئے جائیں گے مگر  
 تم میں اُلا جائے گا اک سخت و نازک تفرقہ  
 پیشوایانِ مذاہب کو ملیں گی رشتوں  
 دھرم رکھشاکے لئے تم سے لئے جائیں گے گھد  
 لیڈر مل سکیں گے وعدے غلعتِ انعام کے  
 تم کو پروانہ عطا ہو گا خطاب و جاہ کا  
 گریہ تدبیریں مقتدر سے نہ اس آئیں تو پھر  
 انتہائی بربریت لیا جائے گا کام

دیکھنا تم کو ابھی کیا کیا دکھایا جائے گا  
 کس طرح تم کو ابھی چکریں لایا جائے گا  
 تم کو شہ وے دے کے آپس میں لڑایا جائے گا  
 ڈھونگ تبلیغ اور شدھی کا رچایا جائے گا  
 تم کو مذہب اپنا خطے میں دکھایا جائے گا  
 قلتِ کثرت کا ہنگامہ اٹھایا جائے گا  
 تم کو عہد دے کے لالچ میں بھنایا جائے گا  
 دوسری صورت سے تم کو دم لگایا جائے گا  
 بند کر کے تم کو جیلوں میں سڑایا جائے گا

داد پانی کر دیا جائے گا بال تم پہ بند  
 گرم لوہے سے تمہارے جسم داغ جائیں گے  
 جایدادیں سب تمہاری ضبط کر لی جائیں گی  
 باوجود اس کے بھی تم قائم رہے ضد پر اگر  
 تم کو بھوکوں مار کر قاضیوں لایا جائے گا  
 تم کو کوڑے مار کر مارتا تو بنایا جائے گا  
 بال بچوں پر تمہارے ظلم ڈھایا جائے گا  
 بے تامل تم کو بچانسی پر چڑھایا جائے گا  
 اس طرح بھی تم اگر لائے نہ ابرو پر شکن  
 سر تمہارے پانو پر آخر مجھ کا یا جائے گا

—\* (ج) \*—

## ”کھوئے ہوئے زمانے“

کیوں یاد آ رہے ہیں مجھے ہوئے فسانے  
 یا ایک برگ گل کو آنکھیں ترس رہی ہیں  
 گزری ہوئی بہاؤں کھوئے ہوئے زمانے  
 یا اپنے دامنوں میں پھولوں کے تھے خزانے  
 یا تھے ہی گلستاں گل تک بھار خانے  
 یا تھے کبھی گلوں کے ٹھمرے میں آشیانے  
 اب تک ہی صدائیں کانوں میں آ رہی ہیں  
 ہر یاد ہم صغیر و تم کو وہ عہد اپنا  
 دھچچے وہ نغمے وہ راگ وہ ترانے  
 بھتے تھے جب خوشی کے ہر وقت شادیاں

جب نہیں مستروں کی لہریں ہلکے دل میں      ہر وقت ٹھونڈتے تھے تفریق کے بہانے  
 حسنِ شباب کے وہ پرکھتے عہدِ زریں      وہ عشق و عاشقی کے دلچسپ کارخانے  
 وہ جن عیش و راحت وہ سازِ لطف و عشرت      آنکھوں میں پھر رہے ہیں اب تک ہی زمانے  
 ناداں سمجھ کے ہم کو صیاد نے چمن میں      دامِ ہون بچھا کر ڈالے وہ چند دانے  
 جن کے لئے ہم اب تک بچھتا رہے ہیں ہمدِ  
 گنجِ قفس کے اندر رکھا کھانے کے تازیانے

## ”دیکھئے کب تک رہے“

دیکھئے کب تک رہے ہند پہ قہرِ خدا  
 مذہب و ملت میں جنگ دیکھئے کب تک رہے  
 دیکھئے کب تک نہ ہوشیخ و برہمن میں صلح  
 ملک کا یہ رنگ ڈھنگ دیکھئے کب تک رہے  
 دیکھئے کب تک چلیں ملک میں یہ لاٹھیاں  
 معرکہ نسل و رنگ دیکھئے کب تک رہے



دیکھئے کب تک نہ ہوں ختم یہ آویزشیں  
 بارشیں تیر و خدنگ دیکھئے کب تک ہے  
 دیکھئے کب تک نہیں خون کی یہ ندیاں  
 حملہ تیغ و تفنگ دیکھئے کب تک رہے  
 دیکھئے کب تک رہے ملک پہ دشمن کا دانت  
 لقمہ شیر و پلنگ دیکھئے کب تک رہے  
 دیکھئے کب تک پھرے قسمت ہندوستان  
 اس پہ جفائے فرنگ دیکھئے کب تک رہے

—\*(۵۶)\*—

## صیادِ فرنگ

ملک پر یہ بھی ہوا کہ تہر خدائے ذوالجلال  
 ایک مدت سے ہیں شیخ و برہمن مصروفِ جنگ  
 چل رہی ہیں لالچیاں، برپا ہوا کہ شورِ نشور  
 کارنر مایں بہر سو خنجر و تیغ و تفنگ

ہر طرف اک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں سب  
 اب نہ وہ پہلی سی الفت ہو نہ وہ پہلا سا رنگ  
 مہر و الفت کی جگہ ہیں نفرت و بغض و عناد  
 آشتی و صلح کے بدلے ہیں اب تیر و خدنگ  
 اُف یہ بد حالی وطن کی اور اپنی یہ رُستخس  
 آہ یہ حالاتِ ملکی اور یہ آپس کی جنگ  
 ہم کو آزادی کی کیا امید اس ماحول میں  
 منزلِ مقصود کیوں کر طر کرے گا پائے لنگ  
 بٹ گئیں جو قوتیں پھر کب وہ قوت رہ سکیں  
 نالیوں میں منتشر پھرتا ہے اب رو دِ گنگ  
 کاش اس نکتے پہ بھی ہم غور فرمائیں کبھی  
 اور آپس میں کریں پیدا وہی اگلے سے ڈھنگ  
 وقت ہو اب بھی کہ اپنے ہوش ہو جائیں بجا  
 عقل آجائے تو ہیں اب بھی وہی سامان و رنگ

دور نہ اب اُس وقت سے غافل نہ رہنا چاہئے  
 پیس ڈالے ہم کو اک ادنیٰ ہسی گردش بے درنگ  
 چاہئے کچھ زور بازو سے قفس میں کام لیں  
 یوں تو کیا ہم کو رہائی دے گا "صیادِ فرنگ"

## شوکتِ حق

(ای۔ی)  
 مرجا شوکتِ نوجواں مرجبا  
 لے نہ ہے جذبہ حق کہ اپنا گلا  
 چڑھ گیا تو جویوں تختہ دار پر  
 رکھ دیا بڑھکے شمشیرِ خونخوار پر  
 آخری فرضِ ملت ادا کر دیا  
 جان دیدی مگر آن اپنی نہ دی  
 آفریں اس بلند می کر دیا پر  
 کر دیا تو نے ثابت یہ انشور پر  
 عرش بھی وجد میں آگیا، فرش کیا  
 تیرے اس جذبہ صدقِ جاہل پر

خونِ ناحق ترارنگ لائے کوئی  
 پاپ کی ناؤ بس ڈوب جانے کوئی

## تہذیبِ جدید

تعلیم کا فیض ہو ہمہ گیر      تہذیب کی ہیں کشادہ راہیں  
ہر سر میں ہو ارتقا کا سودا      معمور ہیں سب امید گاہیں

---

شلوار کو ہو جنونِ سایہ      کیس ہیٹ نے برطرف کُلا ہیں  
آباد ہیں شیخ ہوٹلوں میں      ویران پڑی ہیں خانقاہیں

---

آنکھوں کو ہو شوقِ برق پاشی      ہر سسک اُٹھ رہی ہیں آہیں  
تخریب کے واسطے کھلی ہیں      نیچر کی تمام شاہ راہیں

---

اُٹھے اے کاش جلد پردہ  
مُشتاق ہیں دیر سے زنگاہیں

---

# مجلو ہو دھن وطن کی

مشکِ ختن کو ہر دم بس جستجو ختن کی  
 دُرِ عدن کی آنکھیں جو یا فقط عدن کی  
 بعلِ مین کے لب پر بس گفتگو مین کی  
 مرغِ چین کے دل میں حسرت فقط چین کی  
 میں ہوں وطن کا شیدا مجلو ہو دھن وطن کی

کوئی کسی کا جو یا کوئی کسی کا خواہاں  
 کوئی کسی پہ مفتوں کوئی کسی پہ نازاں  
 کوئی کسی سے برہم کوئی کسی سے نالاں  
 دنیا ہو اپنے اپنے افکار میں، مگر ہاں  
 میں ہوں وطن کا شیدا مجلو ہو دھن وطن کی

سرایہ دار کو ہو غرہ زرد گہر کا  
 مفاس کی شام کو ہو غم فاقہ سحر کا

عاشق کو ہر وظیفہ معشوقِ فتنہ گر کا  
 لیکن بلند تر ہر نقطہ مری نظر کا  
 میں ہوں وطن کا شیدا مجھ کو ہر دھن وطن کی  
 لالچ کا دیو مجھ کو ہر گز نہ کھاسکے گا  
 قید و بلا کا خطرہ مجھ کو نہ آسکے گا  
 باطل کا خوف مجھ کو کیوں کر ڈراسکے گا  
 کوئی مرے قدم کو کیا ڈگمگاسکے گا

میں ہوں وطن کا شیدا مجھ کو ہر دھن وطن کی  
 پیغامِ عیش مجھ کو ہر عہدِ قید خانہ  
 ہیں اعتداف کے دن یا جیل کا زمانہ  
 جلا دے ہر مجھ کو اک عشقِ غایبانہ  
 دار و رسنیں گے مجھ سے یہی ترانہ  
 میں ہوں وطن کا شیدا مجھ کو ہر دھن وطن کی

## ”کڑے مرحلے“

نہیں سہل آزادی ہند یار  
 ابھی تم کو میداں میں آنا پڑے گا  
 ابھی تم کو جیلوں میں جانا پڑے گا  
 ابھی پمپ و گراچلانا پڑے گا  
 ابھی زخم سینے پہ کھانا پڑے گا  
 ابھی خاک و خون میں نہا پڑے گا  
 ابھی توپ کی زد پہ آنا پڑے گا  
 ابھی سر پہ بم کا نشانہ پڑے گا  
 تو سر تم کو اپنا کٹنا پڑے گا  
 ابھی تم کو پھانسی پہ جانا پڑے گا

ابھی چمکاں پسینی ہوں گی تم کو  
 ابھی بسم ہوں گے ابو تیغروں سے  
 پڑے گا ابھی کام تیغ و تبر سے  
 چلیں گے ابھی ہر طرف گن مشینیں  
 ہوائی جہاز آکے یورش کریں گے  
 یہ سب امتحان ختم ہو جائیں گے جب  
 کچھو گے ابھی تختہ دار پر تم

بہت سے کڑے مرحلے راہ میں ہیں

یہ طو کر کے منزل تک آنا پڑے گا

## ”راہِ راست“

جو حق پر ہی ایمان کامل ہمارا      بنائے گا کیا زورِ باطل ہمارا  
 جو ہم متحد ہو کے رہتے وطن میں      نہ تھا کوئی بدِ مقابل ہمارا  
 غلامی کی خو بُوِ مُسلط، ہی ہم پر      دماغ اب ہمارا نہ اب دل ہمارا  
 رہِ راست سے گر قدم ڈگمگایا      نہ ہو گا گزرتا بہ منزل ہمارا  
 جہاں ”سینٹ پر سینٹ“ ہیں اہل عالم      وہاں درجہٴ فضل ہی ”ٹل“ ہمارا  
 ہیں آوارہ دشتِ مجنوں کی صورت      نہ لیلیٰ ہماری نہ محمل ہمارا  
 نہ کشتی نہ کشتی کے ملاح اپنے      نہ دریا نہ دریا کا ساحل ہمارا  
 تعصب نے برباد ہم کو کیا ہی      یہی ہی یہی، صرف قاتل ہمارا

وطن پر مُسلط ہیں انگریز جب تک

پنپنا یقیناً ہی مشکل ہمارا





## ”جوہرِ حُبِ وطن“

جوہرِ حُبِ وطن سے دل گر پناہ دیتی  
اپنے گھر کا کر نہیں سکتے اگر کم بند بست  
یا خدا پیدا کر ان میں قوتِ پرواز بھی  
ہمتِ مردانہ ہوگی اپنی سب میں پیش  
ہیں ہمارے سامنے دُنیا کے سارے مایہ  
اب شبِ دیکھو کئی ظلمت ہیں اس آہلی  
ہو چکی ہے ہیبتِ حقِ دل کے اندر جاگزیں  
کھل چکا ہے ہم پر باطل کا ہر اک مکر و دِش  
کھل چکی ہے پالی کی ہم پر افسوس گری  
مستعدِ بیٹھے ہیں ہم ہر امتحانِ کواصلے

دل نہیں سکتا زمانے کا کوئی جوہر ہمیں  
دی سب سکتا ااں دُنیا کا کوئی گھر ہمیں  
گر عطا تو نے کئے ہیں باز و شہر ہمیں  
جب وطن کے واسطے دینا پڑے گناہ ہمیں  
دے نہیں سکتا کبھی اب آسماں چکر ہمیں  
روِ روشن کر چکا ہے نور کا خوگر ہمیں  
اب پریشاں کر نہیں سکتا بتوں کا در ہمیں  
اب ہٹائے گا رہِ حق سے کوئی کیوں کر ہمیں  
اب بچا سکتے نہیں یورپ کے بازی گروہمیں  
کیا ڈراتے ہیں سانِ دُشمنہ و خنجر ہمیں

کاش ہم میں ہو سکیں پیدا وہی ساری صفات

یاد کرتی ہو ابھی تک جن سے دُنیا بھر ہمیں

# ملک کی محبت

جسے ملک سے اپنے اُلفت نہیں ہر  
 بڑی چیز ہیں اتحاد و محبت  
 خدا یا وطن کی محبت عطا کر  
 یہ آپس کی ناچاقیاں ختم کر دو  
 جو تعلیم دیتا ہر جنگ و جدل کی  
 جو رکھتا ہر آپس میں بغض و عداوت  
 سکھاتا ہر جو خود سری و شرارت  
 الہی اُن آنکھوں کو بے نور کر دے  
 جو انسان ہر آدمیت سے خالی  
 نہیں عزت قوم جس کی نظریں  
 اُسے جانور پر فضیلت نہیں ہر  
 جہاں میں کہیں اُس کی عزت نہیں ہر

حکومت وہ برباد ہو کر رہے گی

رعایا کو جس کی ضرورت نہیں ہر

## ”خدمت وطن“

وطن کی خدمت بے لوث ہے شہنشاہِ لازم  
یہی وہ کام ہے جو آدمی کے کام آتا ہے  
لگا دی جاتی ہے حبِ وطن میں سر کی بازی بھی  
اک ایسا بھی دفورِ جوش میں ہننگام آتا ہے  
پٹنے ہی کو ہے قسمت تمھاری اور وطن والو  
تھکے واسطے یہ عرش سے پیغام آتا ہے  
غلامی دُور ہوتی ہے تمھاری اکبئی دم میں  
حکومت اور سرداری کا پھر ہنگام آتا ہے  
مُصیبت ہے یہ بالِ غرضی اس پر نہ گھبرانا  
بس اب آتا ہے عہدِ راحت آرام آتا ہے  
وہی پھر بزم ہوگی پھر وہی نگینیاں ہونگی  
وہی سپانہ آتا ہے وہی پھر جام آتا ہے  
تم اپنی ناتوانی سے پریشان قف کر یوں ہو  
کبھی کمزور ہونا بھی بشر کے کام آتا ہے  
مشادیتا ہے دم میں نختِ نرود اک مجھ پر  
کبھی ایسا بھی دورِ گردشِ ایام آتا ہے  
خدا را اس نزاعِ باہمی کو ختم فرما دو  
ذرا سوچو کہ تم پر کس قدر الزام آتا ہے  
کبھی چھڑتا ہے گردنِ کُور قوموں کی جہالت کا  
تو سب سے پہلے کالوں میں تمھارا نام آتا ہے

یہ نکتہ یاد رکھو اس کو بھولا کہ نہیں سکتے  
جو وقتِ صبح جا کر گھر پہ وقتِ شام آتا ہے

# ”عشقِ وطن“

عشقِ وطن میں ذلتِ غواری کا خوف کیا  
دل میں تو تہمت یہ پیدا نہ کیجئے  
ہر سختی و جفا کے لئے رہتے مستعد  
ہر ابتلا میں ہمتِ مردانہ کیجئے  
جلئے لگن میں تو مِ وطن کی خوشی کے ساتھ  
پروانہ وار جان کی پروانہ کیجئے  
زہرِ اب غم ہر تشنہِ رقی کے لئے دوا  
ایسا نہ ہو کہ اس کو گوارا نہ کیجئے  
لسانیوں میں جوشِ عمل کا پتہ کہاں  
بس کام کیجئے، کوئی دعوٰی نہ کیجئے  
ہر امتحان کے واسطے دیکھئے دلِ اپنا سخت  
سکینِ لوں کا خوف کچھ اصلا نہ کیجئے  
قید و بلا تو اہل وفا کا شعار ہے  
ہر گز عتاب و تہر کا شکوٰا نہ کیجئے  
دار و رسن ہی ہر صلہٴ خدمتِ وطن  
اس کے سوا کچھ اور تمنا نہ کیجئے  
ہر یاسِ اک گناہِ مُسلمان کے واسطے  
خطراتِ بیمِ قلب میں پیدا نہ کیجئے  
رستہٴ راستی کا ہر اک پیچ و خم سے پاک  
اس راہ میں کوئی خطر اصلا نہ کیجئے

باطل پہ حق کی فتح یقینی تو ہے، مگر

اس معرکے میں جان کی پروانہ کیجئے

## ”وعار“

یا الہی دے تو ہم کو دولتِ فوز و فلاح  
ہم کو محکومی و محرومی کی لعنت سے نکال  
ہم کو آزادی عطا فرما غلامی دُور کر  
دُور کر افلاس ناداری ہمیں خوش حال کر  
دے ہمیں امریکہ دیورپ کے فرزانوں کی عقل  
ہم میں پیدا کر تو باہم اتفاق و اتحاد  
یک کرشمے سب کھائے ہیں ہماری پھوٹنے  
دو سے گرم گرم ایک ہو جائیں جہالت چھوڑیں  
یا خدا ہم کو بنا روشن دماغ و خوش خیال  
متحد اور متفق ہو کر کریں ہر کام ہم  
کرہائے دل میں پیدا جذبہ صلح و صلاح  
اس بلا سے اس پشیمانی و ذلت سے نکال  
ہم ہیں بے مقدور ہم کو صاحبِ مقدور کر  
اور ملکوں کی طرح ہم کو بھی مالا مال کر  
دے زاپسی جیسی ہنستاں کے دیوانوں کی عقل  
دُور فرما ہم سے حرص و کینہ و بغض و عناد  
آگئے باہر سے غارت گر تو ہم کو کوٹنے  
ہر یقیں اس تیسری قوت کو بالکل توڑ دیں  
اُترے گردن سے ہماری خوف و ترس کا وبال  
دہریں کہلائیں نیک آغاز و نیک انجام ہم

ہر خوشی ہو ساتھ ساتھ اپنی ہر اک غم ساتھ ساتھ

لطف ہو جب ہو دسہرہ اور محرم ساتھ ساتھ

# دُعائے مُلک

یا خدا ہند کے حالات بدل دے بگل  
 مُلک والوں کو میسر ہو فلاح و بہبود  
 اس میں پھر علم و تمدن کا اجالا کر دے  
 مرتبے ان کے زمانے میں دوبالا کر دے  
 اس کے ہر قطرے کو تو لو لوے لالا کر دے  
 پریم امیر بیت کا تو اس کو شوالا کر دے  
 ہر طرف شمع اخوت کا اجالا کر دے  
 اہل سرمایہ و دولت کا دوالا کر دے  
 ایسے بے درد کا تو دیں نکالا کر دے  
 اُس کے سینے میں غم و درد کا بھالا کر دے  
 دہن گرگ کا تو اُس کو نوالا کر دے  
 اُس کا منہ و دہانت سے تو کالا کر دے  
 یا خدا ہند کے حالات بدل دے بگل  
 مُلک والوں کو میسر ہو فلاح و بہبود  
 چشمِ پرغم کو عطا ہو وطن و قوم کا درد  
 دل کہ ہر نفرت و تفریق تعصب کا کھنڈر  
 ختم ہو دور یہ آویزش و ناچاتی کا  
 سونیں کا رِگیر و مزدور سب آرام کے ساتھ  
 دیں سے اپنے جسے ہونہ کوئی ہمدردی  
 جس کے دل میں خلش درد وطن ہونا پید  
 ملک کی فاقہ کشی کا نہ جسے ہو کوئی غم  
 بل کے گوروں کے قوم سے جو غداری

بلکہ کے آزادی کامل کی ہمیں دستاویز

عہدِ محکومی و ذلت کا قبالا کر دے

## ”غارت گرانِ یورپ“

یا خدا ہے ہم کو یورپ کے ٹیروں سے نجات  
 ان کی عیاری و کیا دی کے بچے نئے کال  
 چھین کر ہم سے غلامی نے ہمارے سب مٹا  
 وہ کمالات ہنر ہیں اب نہ وہ خلق و ادب  
 چھین گئے ہم سے دفاقِ خیر و صلح و مہر و مہر  
 فاقہ و افلاسِ ناداری، نزاع و قتل و جنگ  
 ملک میں کب تک خدایا، انراقِ اشتقاق  
 تو نے ڈالا ہی جو پالا سخت عیار کے ساتھ  
 سو ہے ہیں ہم کچھ ایسی سکرو بے حتی کی ہیند  
 متحد ہو کر اگر رہتے ہم اپنے ملک میں  
 لوٹ ہی کر در نہ چھوڑیں گے غارت گریں  
 پھانس کھا ہی انھوں نے جال میں کس کر ہمیں  
 کر دیا ہی جانور سے بھی سوا بدتر ہمیں  
 پستیوں نے کر دیا زیر زمین کیسیر ہمیں  
 کھا گئے حرص و ہوا و رشک و بغض و شر ہمیں  
 اپنا پورا کورس ہی پوری طرح ازبر ہمیں  
 ہاں کبھی تو ایک لفظ پر اکٹھا کر ہمیں  
 دولتِ فہم و فراست بھی غایت کر ہمیں  
 شورِ محشر بھی جگا کر تھک چکا اکثر ہمیں  
 فحش کر سکتے تھے اربابِ تم کیوں کر ہمیں

اب بھی کھل جائیں اگر آنکھیں تو کچھ پروا نہیں

اب بھی حاصل ہو وہی اگلا سا کروفر ہمیں

## احساسِ فرض

و حقیقت ہر جنھیں احساس اپنے فرض کا  
 سر کٹا دیتے ہیں ناموسِ وطن کے واسطے  
 شوق سے بہتے ہیں ہر تکلیف و تلخ اس کے لئے  
 رہتے ہیں آمادہ ہر درد و محن کے واسطے  
 ملک و ملت کے لئے ہوتے ہیں سارا ان کے کام  
 کچھ نہیں کرتے وہ اپنے من و بدن کے واسطے  
 ان کی گردن ان کا حلقوم ان کا سر ان کا بطن  
 رہتے ہیں ہر وقت شوق تیغ و زن کے واسطے  
 گویا اکلے تھے یہ غش ہر ہوش کے سینوں پر دم اک  
 جسم ان کے ہونے میں سپنوں و گن کے واسطے  
 دامنِ قاتل ہیں جو جالتے ہیں بیٹھی نیند وہ  
 غم نہیں کرتے کبھی گور و کفن کے واسطے  
 ہیبتِ مجالِ طاغوت ان سے نہ ہرئی ہوا لگ  
 مستعد رہتے ہیں قتلِ اہلِ ن کے واسطے  
 کرتے ہیں براشتِ غش ہو کر ہر اک تنِ ہلال  
 ان کی پیشانی نہیں ہوتی شکن کے واسطے  
 بس بندھا رکھتے ہیں بسترِ ابد من کے واسطے  
 پیش کر دیتے ہیں سرِ دار و رسن کے واسطے  
 جان کی بازی لگا دیتے ہیں حق کی راہ میں

کاش ہم میں بھی ہو پیدا جذبہٴ مردانگی  
 کر سکیں کچھ ہم بھی اپنا لئے وطن کے واسطے



## ”مناجات“

خدایا ہمیں علم و حکمت عطا کر  
 وہ سب غمیاں ہم میں فرما دیت  
 عمل ہوں پسندیدہ و خوب اپنے  
 ارادوں میں ہو رفعت و ارجمندی  
 ہوں اوضلاع و عادات بہتر ہمارے  
 دلوں میں ہو پاکیزگی و صفائی  
 وطن کی محبت ہو ایمان ہمارا  
 ہیں جان و دل سے فدا ملک پر ہم  
 صفا، آشتی، دوستی، صبح جوئی  
 یہی سب ہوں اوصاف زیور ہمارے  
 نہیں مل کے آپس میں بے رُو و کد ہم  
 کر یں باہم اک دوسرے کی مدد ہم

مصیبت میں ہر اک کے ہمدرد ہوں ہم

غرض یہ کہ انسان ہوں، مرد ہوں ہم

## فسانہ عبرت

تعب میں ہوں دیکھ کر رنگِ عالم الہی یہ کیا آگیا ہو زمانا  
 نہ پہلی سی وہ مہر و الفت کی باتیں نہ اگلا سا چاہت کا وہ کارخانا  
 جدھر دیکھئے بس تعصبِ جہالت جہاں جائے صرف لڑنا لڑانا  
 جو تعلیم دیتا ہو جنگ و جدل کی وہ ہو انتہائی خردمند و دانا  
 جو تلقین کرتا ہو صلح و صفا کی وہ ہو تیر زجر و جفا کا نشانا  
 نہ معلوم کب یہ جہالت مٹے گی کب آئے گا عیش و خوشی کا زمانا  
 ملیں گے گلے کب ہم ملک والے بجائے گا اقبال کب شادیاں  
 بس اب چھوڑ دو یہ صنیں در نہ یارو جہاں ہیں ہو مشکل تمھارا ٹھکانا  
 رہو گے یوں ہی پایمالِ جفا تم رہے گا یہی روزِ رونا رُلانا  
 نتیجہ یہ ہو گا کہ بن جاؤ گے تم فنا ہو کے اک عبرتوں کا فسانا

یہ سب برکتیں اہل انگلیسنڈ کی ہیں

کر و جلد انھیں اب یہاں سے روانا

## آزاد ہو کر

کرے کیوں نہ اٹکلینڈ کتنی ہی کوشش  
 رہے گا مگر ہند آزاد ہو کر  
 ہمیں چاہتے ہیں جو برباد کرنا  
 رہیں گے خود اک روز برباد ہو کر  
 وہ پائیں گے جلد اپنی نخواست کا بدلا  
 جو رہتے ہیں فرعون و شداد ہو کر  
 یقیناً ہمارا وطن اک نہ اک دن  
 رہے گا مصیبت سے آزاد ہو کر  
 ملے گا ہمیں سرفروشی کا بدلا  
 رہیں گے ہم آسودہ و شاد ہو کر  
 خدا کے لئے زور بازو دکھا دو  
 رہو اب نہ محکوم صیاد ہو کر  
 کرو غم نہ کچھ اپنی بربادیوں کا  
 کہ آخر رہو گے تم آباد ہو کر  
 کبھی شاد بھی ہوں گے فضل خدا سے  
 ابھی جی رہتے ہیں جو ناشاد ہو کر

## انقلابِ دہر

یہ انقلاب بھی ہر زمانے کا دیدنی جو شیر تھے کبھی وہ ہیں و باہ آج کل

سارا نظام دہر گیا ہو لٹ پلٹ جو کوہ منزلت تھے وہ ہیں گاہ آج کل  
غدار قوم و ملک کبھی جن کا تھا لقب قوم و وطن کے ہیں وہ بھی خواہ آج کل  
تھا جن پہ اعتماد کبھی ملک و قوم کو خفیہ میں پار ہے ہیں وہ تنخواہ آج کل  
شیوہ تھا جن کا حق کشی و حق فراموشی سب ہیں وہ حق شعار و حق آگاہ آج کل  
قزاق و راہ زن کے جو درجے میں تھے کبھی یس رہیروں کے ساتھ سر راہ آج کل  
جو واقعی ہیں مخلص ہم درد و اہل دل ملتی نہیں وطن ہیں نہیں راہ آج کل

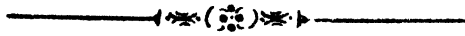
حیرت میں ہوں میں رنگ نے مانے کا دیکھ کر

کیا حال ہو رہا ہے یہ اللہ! آج کل

## انگریزی ذہن کی تیزی

کس طرح بپا ہوں ہنگامے، آپس میں ہو کیوں کر غول پیزی  
ہو ختم انھیں اسیکوں میں، انگریزی ذہن کی سب تیزی  
یہ قتل و خون یہ جنگ و جدل، یہ جو ر و تم یہ بنض و حسد  
باقی ہی رہیں گے ملک میں سب، باقی ہو اگر راج انگریزی

گلزارِ وطن اک بنجر ہی، یا خاکِ ہواب یا صرصر ہی  
 کیا پھول یہاں اور کیسے پھل، کیا شادابی کیا زرخیزی  
 ہر سو ہی بپا ہنگامہِ نوح، ہر سمت ہو ڈھیر اک لاشوں کا  
 اڈو اڑو ڈاڑ کے دم سے قائم ہو نشانِ جنگیزی  
 شہی ہو کہیں، تبیلغ کہیں، ناقوس کہیں، تکبیر کہیں  
 یہ بیچ نہ ہوں تو مشکل ہو، دم بھر کے لئے راج انگریزی



## احساسِ غیرت

ہم کسی خوف میں ہرگز نہیں آنے والے	کہ دو اب ہم کو ڈرائیں نہ ڈرنے والے
ہم میں غمِ خواری غیرت کی کمی تھی جب تک	ڈھچکے ہم پستیم خوب سے ڈھلنے والے
مٹ لئے ہم میں نہ تھا جب تک احساسِ اک	اب زرا ہوش کی میں ہم کو مٹانے والے
ہو گئی ہم کو اب اپنی غلطی پر تنبیہ	اب ہم اغیار کے دم میں نہیں گنے والے
ہم کو ذلت جو دیا کرتے ہیں خود خویش گزیر	وہ بھی دین جلدِ مقدّر سے ہیں آنے والے
لیں گے جلد ان سے ہم اس جو رجف کا بدلہ	دل میں خوشیوں بہت ہم کو تانے والے

ہل گئی ہند کو برٹش کی غلامی سے نجات  
کاش یہ مژدہ سنیں جلد زمانے والے

— (۱۹۴) —

## جاگو اور جگاؤ

جوش و عمل دکھلاؤ سب کو غفلت سے چونکاؤ سب کو  
اٹھو اور اٹھاؤ سب کو  
جاگو اور جگاؤ سب کو  
وقت گیا خواب راحت کا وقت ہر اب عزم و ہمت کا  
بس اب ہوش میں لاؤ سب کو  
جاگو اور جگاؤ سب کو  
شرقی، مغربی گورے، کالے جاگ اٹھے سب سونے والے  
تم بھی اب چونکاؤ سب کو  
جاگو اور جگاؤ سب کو  
دہریں ہی بیداری ہر سو مُلک میں ہی تیاری ہر سو

تم بھی جوش دلاؤ سب کو  
 جاگو اور جگاؤ سب کو  
 قوم کی خدمت فرض، رکن پر ملک کا یہ اک فرض، رکن پر  
 گر خدمت کے بناؤ سب کو  
 جاگو اور جگاؤ سب کو  
 آپس کے جھگڑے طے کر دو پریم اور پریت لوں میں بھر دو  
 باہم سمجھئے ملاؤ سب کو  
 جاگو اور جگاؤ سب کو  
 شیخ کی ہر نہ مغل کی پیش اب ہر صرف عمل کی پیش  
 کچھ کر کے دکھناؤ سب کو  
 جاگو اور جگاؤ سب کو



## پیام آزادی

مقامِ حق ہو بلا شک مقامِ آزادی  
بلند عرش سے بھی کچھ ہی بامِ آزادی  
نہ ہو سکے گا کبھی محترم جہاں میں تو  
جو تیرے دل میں نہیں اتہامِ آزادی  
سُنا رہا ہے تجھے انقلابِ دہر جو کچھ  
سُن اور غور سے سُن وہ پیامِ آزادی  
کہاں تلک یہ تباہی کی زندگی غفل  
اُٹھ اور جلد بنا اک نظامِ آزادی  
اُٹھ اور ہاتھ میں لے تیغ بے نیامِ مل  
کہ ہر وسیلہٴ فوز مرامِ آزادی  
یہ زندگی ہر تری موت سے سوا بدتر  
خدا کے واسطے کراہتمامِ آزادی  
غلط ہے یہ جو غلامانہ ذہنیت کے قلم  
پکار رہا ہے تو سودائے خامِ آزادی  
فروتنی و خوشامد سے مل نہیں سکتا  
شراب خانہ ہستی میں جامِ آزادی  
پکار یوں تری ہر گز سُنی نہ جائے گی  
زبانِ تیغ سے کر بس کلامِ آزادی  
وطن سے لعنت سرمایہ کو فنا کرنے  
جو چاہتا ہو بقائے دوامِ آزادی

ہٹا دے پردہٴ تاریک جبر و استبداد

کہ نور بار ہو ماہِ تمامِ آزادی



## پس پردہ

تماشا کر رہی ہو میرے آگے گردشِ گردوں  
عجب کچھ انقلابِ چرخِ گردن دیکھتا ہوں میں  
نظر آتی ہو مجھ کو اپنی دنیا اک نئی دنیا  
نئے انجمِ نیا مہر درخشاں دیکھتا ہوں میں  
نظامِ روز و شب کو دیکھتا ہوں منقلبِ بالکل  
نیا اندازِ برباد و باراں دیکھتا ہوں میں  
نظر آتا ہو ہر مارِ یک منظر مجھ کو نورانی  
کہ ہر گوشے میں ایک شمعِ فروزاں دیکھتا ہوں میں  
فضائے دہر کو پاتا ہوں میں سمو کی کیفیت  
و فو و شوق میں و زو کو رقصاں دیکھتا ہوں میں  
بہاریں ہی بہاریں دیکھتا ہوں گلشنِ جاں میں  
امید و آرزو کو گلِ بدامان دیکھتا ہوں میں  
تمناؤں کی دُنیا میں بسا جو چمنِ نو روزی  
جدھر بھی دیکھتا ہوں اک چمنِ افغان دیکھتا ہوں میں

سمجھتا تھا جسے میں مہرِ خدا و راکِ آگے  
اب اس منزل کو نزدیکِ جاں دیکھتا ہوں میں  
ہوا میں دیکھتا ہوں منتشر اجزا غلامی کے  
ڈوانڈے کے عناصر کو پریشان دیکھتا ہوں میں  
مڑپٹی دیکھتا ہوں لاشِ استبداد و نخوت کی  
غرورِ ہیبتِ دولت کو لرزاں دیکھتا ہوں میں

خدا چاہے تو اب آزاد ہو تا ہو وطن اپنا

پس پردہ ہیبت کچھ ساز و سامان دیکھتا ہوں میں

## ”بدل دے“

کب تک وطنِ آلام و مصائب میں خدایا  
 اب اس کی مصیبت کو ستر تک بدل دے  
 کب تک یہ تباہِ ستمِ نکبت و ادا بار  
 اب اس کی نحوست کو معاہدے بدل دے  
 کب تک یہ شکارِ اِلمِ فاقہ و افلاس  
 اب اس کی فلاکت کو امارت بدل دے  
 کب تک یہ گرفتارِ قتال و جدلِ جنگ  
 اب اس کی عداوت کو محبت بدل دے  
 کب تک یہ پشیمانِ بلا نذرِ حوادث  
 اب اس کے غم و رنج کو راحت بدل دے  
 کب تک یہ پرستارِ وفا و قفِ خوشامد  
 اب اس کی اطاعت کو بغاوت بدل دے

حد ہو گئی بس اس کی تباہی کی خدایا  
 اب اس کی غلامی کو حکومت بدل دے

---

## عقل کی دولت

یا الہی عقل کی دولت عطا فرما ہمیں  
 رکھ ہمیشہ بے نیاز دولتِ دنیا ہمیں  
 شوقِ آزادی کی منزل میں ہیں لاکھوں بیچ و خم  
 کاش بل جائے کوئی آسان سارستا ہمیں

دیکھئے کب ختم ہو اپنی غلامی کا دور      کب ملے انگریز کے پنجے چھٹکارا ہوں  
 دیکھئے کب ختم ہوں یہ باہمی آویزشیں      کب ملے قسمت سے موقع غور کرنے کا ہوں  
 یاد رکھو مل نہیں سکتی کبھی ہم کو فلاح      ایک ہو کر گر نہ آیا ملک میں رہنا ہوں  
 لیڈران خود غرض نے اپنے اپنے واسطے      صرف روزی کا بنا رکھا ہوا کالا ہوں  
 اس غلامی کے تو جینے سے کہیں اچھی ہر موت      کاش آجائے غم ملت میں مہمانا ہوں

تیری خاطر لے وطن ہیں مال و زر تو چیز کیا  
 سراگر دینا پڑے تو بھی نہیں پروا ہمیں

— ﴿﴾ ﴿﴾ ﴿﴾ —

## ”عبرت نہیں“

لے ہند تجھ سے بھی سوا کوئی نہ ار متلا      پھر بھی مگر تجھ کو ذرا اس حال پر عبرت نہیں  
 حد ہو گئی ادبار کی درد و غم و آزار کی      کیا ان بُرے حال و قحطی تجھ کو ابھی غرت نہیں  
 اٹھ جا بے بیدار ہو غفلت نہ کر ہشیار ہو      تیار ہو تیار ہو زاید بس اب فرصت نہیں  
 عیش بقالی تو تو خواہش اگر کچھ دل میں ہو      آزاد کر لو ملک کو اس کے سوا صورت نہیں  
 ہرمت ہیں رنج و الم ہر سوئی فکر و درد و غم      دنیا کے گوشے میں کہیں اپنے لئے احتیاج نہیں

ہو جائیں گرم محمدیں بس میں بے زد و کد      آئے ہمارے سامنے ایسی کوئی طاقت نہیں  
 ہو جائیں ہم آج آگ کر دین جاں زیر و زبر      ڈالے کوئی ہم پر نظر گر کسی کی گت نہیں  
 کب تک ہیں گے رنج غم کب تک ٹھائیں گے تم      جب تک ہوں گے ہم ہم آرام کی صورت نہیں  
 انگریز کیا دے گا بھلا ہم کو رہائی قید سے  
 یونہی رہیں گے عمر بھر ہم میں اگر قوت نہیں

## اُسے جینا نہیں آتا جسے مرنا نہیں آتا

خدا اس قوم کو عزت نہیں دیتا زما نہیں      جسے قومی بزرگوں کا ادب کرنا نہیں آتا  
 یقیناً ہوتی ہے مرنے سے بدتر زندگی اس کی      جسے ملک وطن کے واسطے مرنا نہیں آتا  
 بتوں کا خوف کھتا ہے اسے لرزہ بہ تن ہر دم      خدا کے خوف سے جس شخص کو ڈرنا نہیں آتا  
 جو افراد ہی کا ہر کام قطع راہ حریت      کہ اس منزل میں بزدل کو قدم دھرنا نہیں آتا  
 مقدریں ہر اس کے عمر بھر پامال غم رہنا      جسے پامالی ملت کا غم کرنا نہیں آتا  
 اسے زندہ سمجھو سانس ہو جو جس کے سینے میں      مگر آزادی ملت کا دم بھرنا نہیں آتا

بقول حضرت اکبر فنائیں، ہر وقت اس مضم

اسے جینا نہیں آتا جسے مرنا نہیں آتا

# دُعَا

یا خدا ہم کو آدمیت دے	ملک اور قوم کی محبت دے
کر عطا اس قدر تمیز ہمیں	کہ ہو اپنا وطن عزیز ہمیں
اس کی خدمت کو فخر جانیں ہم	اس کی ہر بات دل سے مانیں ہم
پھوٹ اور افتراق کھودیں ہم	پاپ کی ناؤ کو ڈبو دیں ہم
خسہ و کینہ و خصومت و شر	کر دیں ان میں سے سب کو ملک بدر
ایک ہو جائیں سب خواص و عوام	نہ رہے غیریت کا ملک میں نام
صلح و امن و اماں ہو چار طرف	عافیت حکمراں ہو چار طرف
اتحاد عمل سے ہوں سب کام	کوئی دانا رہے نہ بندہ دام
ملک ہو غیر کے اثر سے پاک	خرمن جو ر و معصیت ہو خاک
ہوید ویرانہ غیرت گلزار	پھر سے آئے وطن میں تازہ بہار

پتہ اترے گلے سے لعنت کا

ختم ہو دور فقر و ذلت کا

## پرداز میں آ

رفتِ سدرہ سے بالا ہو کہیں تیرا مقام  
 چھوڑ اس گوشہ تاریک کو پرداز میں آ  
 ہو گیا ہو متغیر اگر اندازِ جہاں  
 تو بھی اندازِ بدل، دوسرے انداز میں آ  
 تجھ کو ہونا ہو اگر محرمِ اسرارِ بقا  
 رسن و دار کے خلوت کدہ راز میں آ  
 دیں کی دُھن میں بس اب چھپر کوئی پریم کاراگ  
 نئے نغمے میں نئی لی میں نئے ساز میں آ  
 تجھے دُنیا کو سُننا نا ہو اگر دردِ اپنا  
 طبل کے شور میں آ توپ کی آوازیں آ  
 ڈھا بھی دے پھونک بھی دے قلعہ جو ردِ جبروت  
 آ درابِ زلزلہ و برس کے پرداز میں آ  
 تجھ کو دینی ہو جو باطل کو شکستِ آخر کار  
 سرِ بختِ مسرکہ حق کے تگ و تاز میں آ

# جان باقی ہو

ابھی ہندوستان میں جب تک انگلستان باقی ہو  
 ہمارا قید سے آزاد ہونا ہو بہت مشکل  
 مسلط ہی رہے گی ہیبتِ طاغوتیاں ہم پر  
 یونہی پنا پڑے گا ہم کو ادا روندت میں  
 وطن قیدِ غلامی سے رہائی پانہیں سکتا  
 رسائی منزلِ مقصد تک اپنی ہو بہت مشکل  
 ہمیشہ ق غلامی سے رہائی مل نہیں سکتی  
 کسی مقصد پہ جملع وطن ہو سخت ناممکن  
 خدا را اپنے حال زار پر اب ہم فرماؤ  
 غلامی ایک لعنت ہو بس اس کا خاتمہ کرو  
 جفا و ظلم و استبداد کا طوفان باقی ہو  
 جہاں تک جان بل کجاڑوں میں جان باقی ہو  
 ابھی جس وقت تک کمزوری ایمان باقی ہو  
 جہاں تک غیرتِ احساس کا فقدان باقی ہو  
 بہم آویز شوق کا جب تلک سامان باقی ہو  
 یہاں غدار یوں کا جب تلک طوفان باقی ہو  
 ابھی جب تک خطابِ جاہ کا ارمان باقی ہو  
 ابھی جب تک کہ شیخ و برہمن میں جان باقی ہو  
 کہ اب بھی باہمی صلاح کا امکان باقی ہو  
 دکھانا ہو جو دنیا کو کہ ہم میں جان باقی ہو

فنا ہو جائیں اور ظالم کی ہستی کو فنا کر دیں

یہی بس اک طریقہ زیست کا آسان باقی ہو



# زیست کے آثار

تجھے خاکِ سنہرے غنیمت بھی نہیں آتی  
 زیادہ اب نہ ملک و قوم کے غدار پیدا کر  
 غلاموں کی بہت کچھ ہو چکی ہیں فداوانی  
 خدا را اب نہ یہ ناپاک ماہِ بخار پیدا کر  
 کہاں تک کثرتِ آخرِ غفلت اور شیعوں کی  
 تباہی پر خدا اس قسم کے اشرار پیدا کر  
 خطابِ عہدہ و آئین کے طالب جو چکے پیدا  
 اب اہلِ ملوک و وزیرِ مکنندہ دار پیدا کر  
 ضرورتِ انہیں ہو گا لیکن حکمت کی  
 بس باحق و صدِ اقیقہ کے علمبردار پیدا کر  
 بس اجابت نہیں ہو گا اہلِ مصحف و پتوں کی  
 اب اہلِ غم و اہلِ حرات و ایثار پیدا کر  
 ضرورتِ انہیں ملے گی بوشانِ انصاف کی  
 مخالفِ اعدائے کون سے اپنے بہت پیدا  
 اب اپنے دوست اپنے دشمنوں کو غور پیدا کر  
 بہت کچھ محرمِ مایہِ حکومت ہو چکے پیدا  
 بس اب عشقِ وطن کے محرمِ اسرار پیدا کر  
 ترا لو ہا زما لے میں کہیں نام نہیں جاتا  
 اب اس لمحے کے اندر اب نہ اڑھا پیدا کر

تجھے مردہ سمجھ رکھا ہے دنیا کی نگاہوں نے  
 جو زندہ ہے تو اپنی زیست کے آثار پیدا کر



## ”او آسمان والے“

پامال فقر و ذلت ہیں عز و شان والے  
 صیدِ غم و الم ہیں تیر و کمان والے  
 بے نام و بے نشان ہیں نام و نشان والے  
 بے تاب و بے تواں ہیں تباہ و تباہ والے

اب ان پر رحم فرما او آسمان والے

ہیں سخت مشکلوں میں ہندوستان والے

ابابِ دولت و زورِ کفکال ہو گئے سب

مصلع جس قدر تھے حمال ہو گئے سب

فقر و فنا کے ہاتھوں بے مال ہو گئے سب

برباد ہو گئے سب پامال ہو گئے سب

اب ان پر رحم فرما او آسمان والے

ہیں سخت مشکلوں میں ہندوستان والے

اندازدن کے بدلے اطوار شب کے بدلے  
 غم ہر خوشی کے بدلے کلفتِ طرب کے بدلے  
 چہرِ کینہِ خونے تیر غضب کے بدلے  
 کیا جانے لئے ہیں ظالم نے کب کے بدلے

اب ان پر رحم نہ رماؤ آسمان والے

ہیں سخت مشکلوں میں ہندوستان والے

جو تخت کے کلیں تھے اب بوریہ نشیں ہیں

جو بر سرِ فلک تھے وہ اب تہِ زمیں ہیں

اہلِ کمال و دانش غمناک ہیں حزیں ہیں

ہیں اس طرح جہاں میں گویا کہیں نہیں ہیں

اب ان پر رحم نہ رماؤ آسمان والے

ہیں سخت مشکلوں میں ہندوستان والے

قیدِ شدید میں ہیں آزادان کو کر دے

بہاد و منتشر ہیں آبادان کو کر دے

عزم و عمل میں گویا فولاد ان کو کر دے  
مسروران کو کر دے دل شلوان کو کر دے

اب ان پر رحم نہ فرما دو آسمان والے  
ہیں سخت مشکلوں میں ہندوستان والے



## ”تعارف“

سراپے ادا بار و نکبت ہوں میں      مجسم بلا و نحوست ہوں میں  
ملی ہر مجھے شکل انسان کی      مگر جانور در حقیقت ہوں میں  
تمدن ہی مجھ میں نہ تہذیب ہی      بس پاک پیکر جہل ظلمت میں  
مرا کام ہر جنگ و تاراج و قتل      فقط وحشت و بربریت میں  
طبع میری فطرت، ہوس میری خو      ہیولے خبت و ذنات ہوں میں  
نہ ہر و محبت نہ چاہت نہ پیار      کہ بیگانہ رسم الفت ہوں میں

تعارف مرا بس یہ ہر مختصر

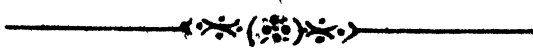
رعایاے برٹش حکومت ہوں میں

## ”سوال و جواب“

سوال ہو کہ ابھی تک غلام ہو کیوں ہند	جواب ہو کہ وہ خواہاں نہیں حکومت کا
سوال ہو کہ ابھی تک وہ کیوں ہو جاں بخش	جواب ہو کہ یہ ثمرہ ہو اس کی غفلت کا
سوال ہو کہ ابھی تک ہو کیوں نفاق اس میں	جواب ہو کہ وہ خوگر نہیں اخوت کا
سوال ہو کہ ابھی تک کیوں ہو خوار و ذلیل	جواب ہو کہ ہو نقد ان اس میں غیرت کا
سوال ہو کہ ابھی تک وہ فاقہ مست ہو کیوں	جواب ہو کہ وہ عادی ہو فقر و ذلت کا
سوال ہو کہ ابھی تک وہ کیوں ہو پست خیال	جواب ہو کہ یہ پرتو ہو اس کی فطرت کا

سوال ہو کہ شکایت ہو اس کی جھوٹ کہ سچ

جواب ہو کہ اُسے حق ہی کیا شکایت کا



# انقلاب

کہہ رہی ہر اشاروں میں گردشِ گردوں  
 کلامِ چرخ میں دیکھیں گے ایک تغیرِ خاص  
 بدلنے چاہتا تو اب جلد ہی وطنِ والے  
 غائب کی ہیں جواہلِ وطن نے زورِ کار  
 مانہ آنے ہی والا جب ہم اے ظالم  
 بہت ہی جلد ترے سر پہ بھی خدا کی قسم  
 تجھے بھی دیکھیں گے مجبورِ فاقہ و افلاس  
 تجھے بھی اپنی طرح جلد ہی بفضلِ خدا  
 تجھے بھی اپنی طرح پائے بندِ زل و آہ  
 دواں دواں تجھے ہندوستان سے علم  
 کہ جلد ہم کوئی سخت انقلاب دیکھیں گے  
 سکونِ دہریں اک اضطراب دیکھیں گے  
 وطن میں اپنا مشن کامیاب دیکھیں گے  
 یقیں ہی جلد انھیں مستجاب دیکھیں گے  
 تجھے بھی خوارِ تجھے بھی خراب دیکھیں گے  
 خدا کا قہر خدا کا عتاب دیکھیں گے  
 تجھے بھی قیدِ غم و اضطراب دیکھیں گے  
 اسیرِ سلسلہٴ بیچ و تاب دیکھیں گے  
 یوں ہی مجالِ تباہ و خراب دیکھیں گے  
 بقلبِ زار و بچشمِ پر آب دیکھیں گے

یہ دیکھنا ہی جو کچھ ہم کو اس میں دیر نہیں  
 بہت ہی جلد بہت ہی شتاب دیکھیں گے

# ہندو اور انگریز

اک مولوی نے مجھ کو بتایا یہ حکم دیں  
 بے دین ہیں یہ لوگ نہیں ان سے ربط و  
 ہرگز نہ ہندوؤں سے کبھی بات کیجئے  
 ان سے تو صرف ترکِ موالات کیجئے  
 کافر کا احترام ہی ممنوعِ شرح میں  
 نفرت ہی سے بس ان کی مدارات کیجئے  
 گاندھی ہو یا بھاشا جو اہر کوئی بھی ہو  
 پیدا نہ ان سے رسمِ مواخات کیجئے

میں نے کہا جی ہرگز قبلہ اس کے بعد  
 کافر اگر ہیں وہ بھی تو کیوں ان سے ربط و ضبط  
 انگریز کے لئے بھی ہدایات کیجئے  
 رکھئے اور اس پہ فخر و مباہات کیجئے  
 کیوں کھئے ان کے ساتھ خصوصی تعلقات  
 بنگلوں پہ جا کے روز ملاقات کیجئے  
 کیوں ان کے احترام میں کیجئے وہ اہتمام  
 پیدا دلوں میں شرک کے شبہات کیجئے

اور ہیں اگر وہ صاحبِ ایمان تو کوئی نص  
 اس کے لئے بھی زیبِ محاکات کیجئے

## لعنتِ سرمایہ

کاش نگاہِ غور سے دیکھے کوئی ان بے چاروں کو  
دود و دقت نہیں ہو رونی جن آفت کے ماروں کو  
سارے دن مزدوری کر کے شام کو جب گھر آتے ہیں  
مشکل سے دو ڈھائی آنے پیسے کا کر لاتے ہیں  
کہتے کیا کھائیں کیا پہنیں ان دو ڈھائی آنوں میں  
اللہ اتنا تباہین ایک سے دو انسانوں میں  
اک دولت کی فراوانی سے دعویدارِ خدا مئی ہو  
ایک کو اس کا بندہ کہنا بھی اس کی رسوائی ہو  
سرمایہ داری کی لعنت ملک میں جب تک باقی ہو  
ہم کو وطن کی آزادی میں کلیتہً شک باقی ہو

# آزادی اور ہم

جہاں میں ہر جگہ مدوح ہیں جذبات آزادی  
 یہاں علی ترین پاک نعمت سمجھی جاتی ہے  
 دکھانا ہے جو اس میدان میں جوش جو انمردی  
 مگر ہندوستان میں اس کی قیمت تازہ یاد ہے  
 یہاں ایک سخت جنگیں محضیت ہوا نام آزادی  
 جو آزادی کی خاطر چیں کر سکتا ہے قربانی  
 یہاں جس دل میں حریت کا جذبہ کار فرما ہے  
 یہاں انسان کی قسمت میں طمع اور زنجیریں  
 یہاں انسانیت کو حق نہیں آنا دہنے کا  
 یہاں عقل و خرد پر چلنا ناوانی مسلط ہے  
 پھر آتا ہے جو اپنے ملک کو غاصب کے پیچھے  
 غلامی جس سے ہو سکتی نہیں داشت انسان کی

مٹے جاتے ہیں گوش دل سیخا مات آزادی  
 یہ بندل پہنچنے کی خاصیت سمجھی جاتی ہے  
 زمانے بھر میں اس کے ساتھ کی جاتی ہے ہمدردی  
 جو اس کا قدراں ہے اس کی غلط جیل خانہ ہے  
 یہاں ایک بدترین اقدام ہے اقدام آزادی  
 وہ سمجھا جاتا ہے شرم و ننگ و غدر کا بانی  
 اسے یا اور کا تختہ ہے یا پھانسی کا پھندا ہے  
 یہاں کڑی ہوئی ہیں آہنی پنجے میں تقدیریں  
 یہاں قلع نہیں رعایت کو شاد رہنے کا  
 دماغ و دل پر استبداد نصرانی مسلط ہے  
 تو جس اس کی ہوتی ہے سیاہی فکری سے  
 مقدس ہیں یہاں کے گھنٹیاں ہوں مذاں کی

مگر آخر یہ کب تک یوں تو جھگڑا چک نہیں سکتا  
 ننگ و توپ کے بل پر یہ جذبہ مرک نہیں سکتا



# کافر

ہر غور طلب مفتی قبلہ کا یہ فتویٰ  
 انگریز کی چوکت کا سلامی ہو تو مومن  
 گورنہرو گاندھی کا ثنا خواں ہو تو کافر  
 آزادی کا جھنڈا کس کو شاں ہو تو کافر  
 قبلے کے لئے سر بگرباں ہو تو کافر  
 مزدور کے افلاس سے نالاں ہو تو کافر  
 ملت کی تباہی سے جو گریاں ہو تو کافر  
 توحید کے پرچم کا نگہباں ہو تو کافر  
 آزادی اسلام کا خواہاں ہو تو کافر  
 ناموس وطن کے لئے قرباں ہو تو کافر  
 سرحد کے مظالم سے پریشاں ہو تو کافر  
 ہر غور طلب مفتی قبلہ کا یہ فتویٰ  
 انگریز کی چوکت کا سلامی ہو تو مومن  
 گورنہرو گاندھی کا ثنا خواں ہو تو کافر  
 آزادی کا جھنڈا کس کو شاں ہو تو کافر  
 قبلے کے لئے سر بگرباں ہو تو کافر  
 مزدور کے افلاس سے نالاں ہو تو کافر  
 ملت کی تباہی سے جو گریاں ہو تو کافر  
 توحید کے پرچم کا نگہباں ہو تو کافر  
 آزادی اسلام کا خواہاں ہو تو کافر  
 ناموس نصاریٰ کا ذمائی ہو تو مسلم  
 حامی ہو اگر آرمی بل کا تو مسلمان

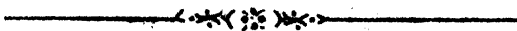
القسمہ اگر کافر مطلق ہو تو مومن

اور واقعی اگر صاحب ایمان ہو تو کافر

## ہمت مرداں

نئی تہذیب نے برباد غارت کر دیا بالکل  
 ہم اپنے ملک سے اب اس کے غارت کر کے چھوڑیں گے  
 ہمارے علم و فن سب اس نے رخصت کر دیے ہم سے  
 ہم اب ہتھکنڈے اس کو رخصت کر کے چھوڑیں گے  
 غلامی نے ہمارے سارے جوہر خاک کر ڈالے  
 ہم اپنے ملک پر قبضہ کریں گے جس طرح ہوگا  
 ہم اپنے ملک پر قبضہ کریں گے جس طرح ہوگا  
 فنکار دیں گے اہل جبر و استبداد کی ہستی  
 زمین میں دفن ہر چہل دشت کر کے چھوڑیں گے  
 مٹا ڈالیں گے ہم ہر خود سر و مغرور کا عترہ  
 تہ و بالا نظام کبر و نخوت کر کے چھوڑیں گے  
 ہٹا دیں گے ہر اک سنگ گراں کو اپنے رستے  
 نمایاں اپنی شانِ استقامت کر کے چھوڑیں گے  
 اگر کوہ گراں بھی ہوگا اپنی راہ میں حایل  
 اسے بھی پامیال عزم و ہمت کر کے چھوڑیں گے

غرض اب یہ تہیہ کر لیا ہے مستقل ہم نے  
 فنا اک دن یہ طاغوتی حکومت کر کے چھوڑیں گے



# ہمارا فرض

او وطن تیری حفاظت ہے ہمارا فرض خاص  
 اس سے کچھ پہلے کہ حرف آئے تم نے نلسوں کے  
 جو تجھے بے دست پا کرنے کا رکھتا ہے خیال  
 ٹکڑے ٹکڑے تجھ کو کر دینے کا رکھتا ہے جو قصد  
 تیری جانب جو بڑی نظروں سے دیکھے گا کبھی  
 تیری قوتِ محکم کر دینے کا جس کو غبطہ ہو  
 قہرِ استبداد کو کر دیں گے یکسر مہدم  
 جان دے دیں گے تیری راہِ طلب میں ہی وطن  
 جنگِ آزادی میں جو ہو گا ہمارا سدا راہ  
 دشمنوں سے جو کرے گا ساڈھیں تجھے لئے  
 اس کی ہستی کو زلزلے سے فنا کر دیں گے ہم

دور ہو جائے گی منزل مگر تو کچھ پروا نہیں

تیری رفتار کو اپنی سوا کر دیں گے ہم

# کچھ اب خدمتِ ابنِ آدم بھی کر لے

بہت کر چکا آدمیت کو رُسوا کچھ اب خدمتِ ابنِ آدم بھی کر لے

بہت بچ چکے عیش کے شادیاں کچھ اب ملک و ملت کا ماتم بھی کر لے  
بہت ہو چکے تہنیت کے ترانے کچھ اب مرثیہ خوانی غم بھی کر لے

ترے راز کا کوئی محرم نہیں ہے اب اس راز کا کوئی محرم بھی کر لے  
ترے دل میں ناسور ہر اک پُرانا کچھ اس کے لئے فکر مرہم بھی کر لے

موافق ابھی ہے زمانہ کہ خود کو معظّم بھی کر لے مکرم بھی کر لے

تری منتشر قوتیں کام دیں گی  
جواک باران کو منظم بھی کر لے

## مری موت کی ابتدا ہو رہی ہے

خوشی کیا تمدن اگر بڑھ رہا ہے کہ روحانیت اب ہوا ہو رہی ہے  
ترقی پہ ہر گرچہ مردم شناری مگر آدمیت فنا ہو رہی ہے

سنا دو کوئی امن عالم کو مژدہ وہاں تیغ زیب قبا ہو رہی ہے  
جس اکسیر میں ہے شفا کے مکمل مرے حق میں سہمی دوا ہو رہی ہے  
بس اب انتہا ہو گئی بے کسی کی وہاں رحم کی ابتدا ہو رہی ہے

اثر کچھ ہی یورپ میں بھی زلزلے کا مہری آہ شاید رسا ہو رہی ہے

شرایط ہیں درپیش عہدِ وفلکے  
مری موت کی ابتدا ہو رہی ہے

## مصطفیٰ پاشا

خدا کی شان یہ عز و وقار مصطفیٰ پاشا  
 کاک عالم ہو زیرِ اقتدار مصطفیٰ پاشا  
 اُجالا کر دیا ہو منزلوں تک نوایاں کا  
 جدھر چکی ہو تیغِ شعلہ بارِ مصطفیٰ پاشا  
 ابھی اسد میں تھلوم بھرنے جا بیٹھا اور  
 کوئی بجلی ہو یا ہو راہوارِ مصطفیٰ پاشا  
 بچا سکتا تھا کون اسلام کو تھیلی کے شر سے  
 مگر ہاں ایک تیغِ آبدارِ مصطفیٰ پاشا  
 بھلا کیا کر سکے گی دشمنی اعدائے ملت کی  
 خداوندادہ دن بھی دیکھ لیں ہم اپنی آنکھوں سے  
 خدا کا فضل ہو جب دوستدارِ مصطفیٰ پاشا  
 خداوندادہ دن بھی دیکھ لیں ہم اپنی آنکھوں سے  
 کہ یہ آنکھیں ہیں فرشتہ رگزارِ مصطفیٰ پاشا  
 یقیناً آج ٹرکی بٹ چکا ہو تاحریفوں میں  
 اگر ہو تیغِ آبدارِ مصطفیٰ پاشا  
 وہ اسلامی مالک جن پر قبضہ ہو نصار کا  
 خدا یا پھر ہوں زیرِ اقتدارِ مصطفیٰ پاشا  
 جسے کہتے ہیں سب اقبالِ حسین کا نام ہو نصرت  
 ہیں معمولی سے دو قدر شکر دارِ مصطفیٰ پاشا  
 کہاں جلتی ہوئی رو بادِ پلو میسی کر زن  
 ابھی باقی ہو کچھ سیرِ شکارِ مصطفیٰ پاشا

مری چشمِ عقیدت کے لئے کھل الجواہر ہو

اگر مل جائے خاکِ رگزارِ مصطفیٰ پاشا

# انگورہ

وہ بھلی دیکھیے شمشیر جو ہر دلوں کو گورہ  
عجب انداز سے مشاطہ قدرت کے نالہ  
عسا کر کا ترے کیا پوچھنا او لشکر تری  
چکڑا نہیں گھٹے خاک بغداد و مدائن کے  
شجاعت و قہم کھائی ہو ان کے دست باز کی  
خدا کی خاص رحمت ہے کیا تھا منتخب جز کو  
مسلمانوں کی تو نے ڈوبتی کشتی بچائی ہو  
مگر فتح و ظفر لے لی ہو ترے ہاتھ پر بیعت  
وہ دن آئے کو ہر گھوڑے اڑا میں گنصار کے  
صدف کی طرح منہ کھولے ہیں تیری نیک پیمانی

کہیں تقدیر سے لائے زیادہ نیک ساعت بھی

نیدارت ہو تھاری او دود دیوار انگورہ

# عبارات

## بِسْمِ

بِسْمِ آیا ہو لیکن ہم کو اس کی کیا خوشی ہم  
یہاں تو بس اِلِ غموم ہو اور گھر کا کونا ہو  
رنی ہو نصیبی سے وہ قسمت ہندالوں کو  
ازل سمنا ابد جن کے لئے رونا ہی رونا ہو

ادھر ہو کار فرما جان بل صاحب کی پاپی  
کہ جس سے قتل و غارت کا مرقع کونا کونا ہو  
مُسَلط ہو فلاکت ہو میں فتنے آئے نکلیں گے  
نہ جن کو اڈرھنا ہو اور نہ جن کو یاں بچھو نا ہو



ادھر جو ناخدا یا این وطن ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ بیڑا تو ہم کو بیچ دریا میں ڈبونا ہے  
 ہیں بس پیش نظر سب کے اٹانے ہی کی سکیں جہاں دیکھو محرم اور مہرے ہی کا دونا ہے

(\*)

ادھر کو نہ نگاہی کا ہماری ہی عجب عالم کہ دنیا جس کوئی جانتی ہے ہم کو سونا ہے  
 کہاں کی اب داداری ہندوئی دل عزی اب اس کا ذکر بھی وقت کا یہ کاکھوٹا ہے

(\*)

یہ سنستے ہیں کبھی شہر و شکر تھے ہندو و مسلم مگر اب تو یہ کہنا سور و الزام ہونا ہے  
 خدا حافظ اب تو کام قصر ملک و ملت کا کہ بنیادیں تو کھکھل چکی ہیں لہنا ہی لونا ہے

(\*)

یہی لیل و نہار دہر باقی ہیں تو سن رکھو  
 یہ اک شتمہ ہر اس کا جو ابھی کچھ دن میں ہونا ہے

— ❦ (33) ❦ —

# جوشِ حق

خاک میں دکھلا دوں گا میں لیکن اے وطن  
 گو مجھے تختِ شہری ہی میں نہ کیوں جانا پڑ  
 توڑ ڈالوں گا یہ محکومی کی زنجیریں تری  
 تخت پر تجھ کو بٹھاؤں گل پہنا کر تاج زر  
 ہر ملا میں بنلا ہوں گا میں تیرے واسطے  
 جیل میں رہنا پڑا مجھ کو تو کوئی غم نہیں  
 تازیانے ہوں کہ تے بیت ہو یا ہتھکڑی  
 گنِ شینیں ہر طرف سے گھیر لیں گی گر مجھے  
 مجھ کو بھانسی گھڑیں بھی محسوس اگر رکھا گیا  
 نے دیا جاؤں گا جلاؤں کے قبضے میں اگر  
 تیری عظمت کا پھر ریا عرش پر لہراؤں گا  
 تجھ کو لیکن باہم ہفت افلاک تک پہنچاؤں گا  
 تجھ کو زنداں خانے سے عشرت کدے میں لاؤں گا  
 تیرے آگے تیری آزادی کے نغمے گاؤں گا  
 ہر مصیبت کے لئے آمادہ خود کو پاؤں گا  
 شوق سے ہیں چلیاں سپوں کا ڈنٹے کھاؤں گا  
 دلتیں کیا میرا کر لیں گی جو میں گھبراؤں گا  
 گولیوں کی دوپہ سینہ تان کر آجاؤں گا  
 تیری دھن سے تیری فکر سے نہیں باز آؤں گا  
 اے وطن پھر بھی نہ ابرو پر شکن میں لاؤں گا

چلتے چلتے تجھ پہ سراپناؤں گا

اور جنت میں تری مدحت کے نغمے گاؤں گا

# پیامِ وطن

یہ ابنائے وطن کی ذلتِ رسوائی بہیم  
جو تم چاہو تو ہو جائے ابھی اک حشرِ سابرِ پیا  
تم اپنے جو ہر مردِ انجی کو کام میں لا کر  
نفاقِ سرکشی و فتنہ و افساد کے بدلے  
قتالِ جنگ و خوِ زری کی عادت چھوڑ دو باہل  
کسی ظالم کو اپنا حکمراں ہرگز نہ مانو تم  
تمہارا خاص نصیب العین ہو آزادیِ کامل  
جو زوردار ہوں تم میں ان کی سلاویں کے مہل  
سکھائی ہوئی تہذیبِ نئے یہ بزدلی تم کو  
تمہیں فیشن لے لے کا رادرا پانچ کر دیا باہل  
تعصبِ تم کو آپس میں کبھی ملنے نہیں دیتا  
یہ دو یواریں جس نے کھینچ رکھی ہیں انھیں ڈھا دو

جہاں تک ہو سکے اے دو تلوں ختم فرما دو  
ہر اس فتنے کو جو تم سے بڑے سڑس کا ٹکڑا دو  
نمونہ اپنی غیرت کا زمانے بھر کو دکھا دو  
دلوں میں دوستی و اشتی کی لہر دوڑا دو  
صفاءِ الفتِ صدق و وفا کو دل میں ستا دو  
وہ ہر قانون جس کو تم برا کہتے ہو ٹھکرا دو  
یہ پیغام اپنے اربابِ وطن کے پاس پہنچا دو  
جو ہوں کمزور اُن کو اپنے بازو کا سہارا دو  
ضرورت ہو کہ اس کو اب مندِ پار پھکوا دو  
جہاں تک ہو سکے بنیاد اس ظالم کی کھڑا دو  
یہ دیوارِ چین جس نے کھینچ رکھی ہیں انھیں ڈھا دو

یہ جو کچھ ہو رہا ہے جانِ بلِ صاحب کی برکت ہو

ضرورت ہو کہ ان کو اب ٹکٹ لندن کا دلوادو

## دعوتِ ابتلا

ادجفا جو او ستمگر او د فانا آشنا  
 مجھ کو غم دے کر ستم ڈھا کر مٹا کر دیکھ لے  
 ڈال سکتا ہو اگر لالچ مرے ابرو پہ بل  
 میرے آگے ڈھیر نور وں کے لگا کر دیکھ لے  
 کم کا جادو جو ہو سکتا ہو مجھ پر کارگر  
 مجھ کو عمل دے کر مجھے صو کے میں لاکر دیکھ لے  
 گرو شاہد دگمگا سکتی ہو میرے پانو کو  
 میرے آگے سر مجھ کا گر گڑا کر دیکھ لے  
 عیش و عشرت کے جو میرا جوش ہو سکتا ہو ستر  
 مجھ کو خشناوں میں پھولوں پر سلا کر دیکھ لے  
 فقر و فاقہ مجھ کو کر سکتا ہو گر بے راہ رو  
 نصیبیت میں بھی تو مجھ کو پھنسا کر دیکھ لے  
 زلتیں بھگواراے سے جو رکھ سکتی ہوں با  
 تو مجھے دنیا کی نظروں سے گرا کر دیکھ لے  
 خوش گھر مجھ کو ہٹا سکتا ہو راہ راست سے  
 مجھ کو تھی طرح دھڑکا کر ڈرا کر دیکھ لے  
 رنج قید و بند غالب آسکے مجھ پر اگر  
 شوق سے تو بیڑیاں مجھ کو پھا کر دیکھ لے  
 قتل ہی گر آخری تدبیر ہو میرے لئے  
 دار کے تختے پہ بھی مجھ کو چڑھا کر دیکھ لے

ہوں گی ثابت سب یہ تیری کوششیں بے کا محض

جس طرح چاہے تو مجھ کو آزا کر دیکھ لے

# حق و باطل

ایک طرف اک جان ناکارہ باحوال تباہ	ایک جانب اک ہجوم لشکر و فوج و سپاہ
ایک طرف ناسازی و درماندگی و ابتری	ایک جانب نخوت و عجب غرور و خود سری
ایک طرف بے دریاں بے مہربان ہزار پلا	ایک جانب یاریاں لہاریاں غم خواریاں
ایک طرف فقر و فساد و زلت و بند و قیود	ایک جانب بلل و جود و خلعت و جنس و لغو و
ایک طرف گل خانہ و خاشاک و خاک و دشت کوہ	ایک جانب قلعہ و ایوان و قصر و پر شکوہ
ایک طرف خون جگر میں بھی کچھ آثار کمی	ایک جانب گرد و شہباز و دود و رخرمی
ایک طرف سختی قید و بندش دام و بلا	ایک جانب عیش آزاد و نعیم ہر بلا
ایک طرف کانٹوں کے بستر تن زار و زرا	ایک جانب فرش گل پر خواب شیریں کی بہا
ایک طرف شور و فغان و مالہ فریاد و آہ	ایک جانب غم و ہنگ و صدائے دواہ و آہ
ایک طرف معلق و خشک دیدہ و فناک و تر	ایک جانب انگبین و شیر و بر قاب و شکر
ایک طرف اک بوند پانی چٹمہ آب حیات	ایک جانب قبضہ قدرت میں دریائے قلات
ایک طرف اک لاشہ بے سر کنید و ابریں	ایک جانب جشن شادی کو چہ و بازار میں

سب یہ باتیں ہیں بظاہر حق کی قلت کا سبب

ہیں حقیقت میں مگر باطل کی زلت کا سبب

# کتاب عبرت

قسمت کی یہ ذلت دوا ہی  
 جب تیری خوشی میں معلوم  
 کیوں ہم میں ہوں وہ ساری بدیاں  
 کردارِ عمل طریق و اطوار  
 اخلاق و مراتب و فضائل  
 جرأت ہو نہ عزم و استقامت  
 عقل و خرد تمیز و ادراک  
 نیت ہو بجا نہ قول و راسخ  
 ہن و دماغ و دل کی قوت  
 صلح میں ہو نفاق کی شان  
 زبوں خیال بھی پست  
 کچھ ہم میں اگر تسنن ہیں موجود  
 نیکی کے جو کچھ ہیں ہم میں جو ہر  
 ہر تیرے سبب سے اے غلامی  
 ہم کیوں نہ ہوں ہر کتوں سے محروم  
 ہیں تو نے گزاریں جن میں صدیاں  
 سب ہیں ہر ترا اثر نمودار  
 پستی ہی کی سمت سب ہیں مایل  
 ہر ہر قدم اپنا اک ندامت  
 گویا ہیں دبے ہوئے تہ خاک  
 اعمال سے بعد ہر فراخ  
 وقف خد و عناد و نفرت  
 ہر جمع میں افتراق کی شان  
 ماضی بھی تباہ حال بھی پست  
 وہ عیب سے بھی سوا ہیں مردود  
 کھوئے ہوئے ہیں بدی کے اندر

افلاس و زبونی و فلاکت      دین رات ہیں درپڑی ہلاکت  
اس درجہ خراب ہو گئے ہیں      عبرت کی کتاب ہو گئے ہیں  
جب تک ہم اس طرح ہیں باقی  
گویا ہیں وجودِ اٹھناتی

## اہل حق کی پہچان

شوکتِ اسکندر و اقبالِ جم      کر نہیں سکتے ہیں گے دن اُس کی خم  
دہمِ استبداد و خوفِ دار و گیر      رکھ نہیں سکتے اُسے ہر گز اسیر  
زورِ باطل سے وہ ڈر سکتا نہیں      مُنہ سوئے طاغوت کر سکتا نہیں  
جبے بانیں ہوں گی حق گوئی پہ بند      حق کا آوازہ کرے گا وہ بلند  
عام ہو جائیں گی جب غداریاں      حق کی خاطر وہ سبے گا خواریاں  
ہوں گے جب افرا و ملت حق فروش      وہ رہے گا حق شناس حق نیوش  
جب کھیں گے حق کے حامی دار پر      رقص کرتا ہو گا وہ تلوار پر  
جرم ہوگی جب محبتِ ملک کی      وہ کرے گا کھل کے خدمتِ ملک کی

دہم آزادی بھی جب ہوگا گناہ  
 ہوگی آزادی سے اُس کی رسم و رواج  
 ہوگی جب حُبِ وطن و جہِ عقاب  
 وہ وطن کو بے گاد و رسِ انقلاب  
 جب حکومت ہوگی حرص و جاہ کی  
 وہ غلش ڈھونڈے گا درد و آہ کی  
 مام ہوں گے جب فریب و کمروزی  
 وہ فریب و مکر سے ہوگا لغو و بے  
 ذلت اس کا سر جھکا سکتی نہیں  
 دہشت اُس کو ڈگمگا سکتی نہیں  
 قید کی سختی سے ڈر سکتا نہیں  
 خوفِ جان و مال کر سکتا نہیں

حرف آئے گا اگر ایمان پر  
 کھیل جائے گا وہ اپنی جان پر

## اتفاق

اک زمانے کی سیاست کا ہو اس پر اتفاق  
 قومِ مُردہ ہو نہیں ہو قوم میں گر اتفاق  
 جس قدر ہیں نعمتیں دُنیا میں جتنی برکتیں  
 سب افضل سب اعلیٰ سب بہتر اتفاق



گھر کے باہر چاہتے ہو اپنی کچھ عزت اگر  
 چاہیے پیدا کرو تم گھر کے اندر اتفاق  
 ساری دنیا کو لئے بیٹھے ہیں اپنے ہاتھ میں  
 آج دنیا میں ہر جن لوگوں کے اندر اتفاق  
 تم کو اس طوفان سے بچنا ہو تو اس کی پہلہ  
 ہیں عادت سیل باراں اور چھتر اتفاق  
 نعمتیں دنیا کی پالیتا ہو گھر بیٹھے وہ ملک  
 جس کو ہو جاتا ہو قسمت سے میسر اتفاق  
 علم سے زینت زمانے کی، تجارت سے فروغ  
 حسن انساں کا مہر اور زیور اتفاق  
 چاہتے ہو فوقیت اپنے حریفوں پر اگر  
 چاہیے پیدا کرو تم اپنے اندر اتفاق  
 اپنا لو ہا تم کو منوانا ہو دنیا سے اگر  
 تم کو دے سکتا ہو اک تیغ دو پیکر اتفاق

عظمتِ رفتہ تمھاری پھر تمھیں بل جائے گی

پھر وہی کر لو گے پیدا ملک میں گر اتفاق

جانِ بل کا دمِ سلامت ہو جو ہندوستان میں

ہندو و مسلم میں ناممکن ہو یکسر اتفاق



## ”اچھے دن“

بدلیں پھر رُخ اپنا ہوائیں

سُج کے بادل پھر چھٹ جائیں

خوشیاں اپنا رنگ جمائیں

عیش سے ہوں معمور فضا میں

راکس آئیں یا رب یہ دعا میں

ملک کے پھر اچھے دن آئیں

پھر گل زار بنیں ویرانے

پھر ہوں وہی رنگیں افسانے

پھر آجائیں اگلے زمانے  
پھر ہوں وہی پُر کیف ترانے

پھر ہوں وہی دل چسپ صدا میں  
ملک کے پھر اچھے دن آئیں

دیس کی حالت ہو پھر جنگی  
آئے وہی دورِ یک رنگی  
ختم ہوں باتیں سب بے ڈھنگی  
اُترے گلے سے طوقِ منگنی

گورے سب ہجرت کر جائیں  
ملک کے پھر اچھے دن آئیں

سکہ اپنا راج بھی اپنا  
تخت بھی اپنا تاج بھی اپنا  
پیس اپنا لاج بھی اپنا  
کل بھی اپنا آج بھی اپنا

ہم پھر اپنا ٹھاٹھ جمائیں  
ملک کے پھر اچھے دن آئیں

دل اپنے ہوں مال ہو اپنا  
سن اپنا ہو سال ہو اپنا  
دولت اور اقبال ہو اپنا  
آکاس اور پاتال ہو اپنا

سب کچھ پھر اپنے ہو جائیں  
ملک کے پھر اچھے دن آئیں

## ہمارا دیس

جگ سے بھلا سنسار سے پیارا  
دل کی ٹھنڈک آنکھ کا تارا  
سب سے انوکھا سب سے نیارا

دُنیا کے جیتے کا سہارا  
پیارا بھارت دیس ہمارا

اس کے دریا اس کے سمندر

اس کے سنگم اس کے بندر

پریم کی صورت پریت کا مندر

حسن و محبت کا گہوارا

پیارا بھارت دیس ہمارا

کتنی پُر کیف اس کی ادا میں

کتنی دل کش اس کی فضا میں

مشک سے بڑھ کر اس کی ہوا میں

خلد سے بہتر اس کا نظارا

پیارا بھارت دیس ہمارا

ملک کو حاصل ہو آزادی

ختم ہو دورِ ستم ایجابی

دور ہو اس کی سب بربادی

سرخ پہ چمکے بن کرتارا

پیارا بھارت دیس ہمارا

یار بندھن توڑ دے اس کے  
 کب تک بلکہ ، کب تک سکے  
 خاک کہاں تک ہو پس پس کے

پائے نس اب غم سے چھٹکارا  
 پیارا بھارت دیس ہمارا  
 ہم میں پیدا ہو یک جہائی  
 سب ہوں با ہم بھائی بھائی  
 ہندو ، مسلم ، سکھ ، عیسائی  
 گائیں مل کر گیت یہ پیارا  
 پیارا بھارت دیس ہمارا

## ”قول و عمل“

یہ مانا کہ تم ہو بڑے حق پسند      تمہارے خیالات بھی ہیں بلند  
 بڑے پاک طینت بڑے راست بن      طبیعت میں حد درجہ سوز و گداز

تھارے سب اذولع و اطوار فوب	سب اخلاق و عادات و کردار فوب
حیا اور عصمت کی تصویر تم	وقار و شرافت کی جاگیر تم
جوان و بہادر و سیر و شمع	ارادے تمہارے بلند و رفیع
صداقت پہ تم جان و دل سے نثار	دیانت ہمیشہ تمہارا شعار
محبت، مروت، تواضع، کرم	غرض سارا اوصاف تم میں بہم
مصیبت میں ہر اک کے ہمدرد تم	ہر اک سخت مشکل میں پامرد تم
ہر اک آزمائش میں تم مستقل	شداید کی برداشت میں سنگدل
وطن کی محبت کی تم کو لگن	خیالاتِ ملکی میں ہر دم مگن
فقط خوف ہر اک خدا کا تھیں	غم قید و بند و بلا کی تھیں
مکاید سے تم ڈرنے والے نہیں	شداید کا غم کرنے والے نہیں
رہو گے نصیر حق کی تکرار پر	اگرچہ ہو تم تختہ دار پر
مگر سب یہ دعوے ہیں بالکل دلیل	نہ لاؤ گے جب تک تم ان پر دلیل
نہیں ہر عمل سے گراں کا ثبوت	تو ان کی صداقت کا ہر کیا ثبوت

عمل ایک ہو قول ہوں سو ہزار

تو ہوگا اسی اک عمل کا شمار

# حُبِ وطن

وطن کی محبت ہی اصل آدمیت  
 وطن کی لگن جس کے دل میں نہیں ہو  
 یہ جو ہر جو فطرت سے کھو بیٹھے ہیں  
 خدا کا غضب ان پہ ہوتا ہوا نازل  
 جنہوں نے یہ رشتہ محبت کا توڑا  
 برستے لگی روسیاہی کی لعنت  
 گرفتار ہیں سخت ذلت کے اندر  
 کبھی ہیں نحوست کے پنجے کے اندر  
 حکومت کے جو رستم سہ سہے ہیں  
 محال کے بارگراں ہیں سروں پر  
 ادھر آرڈی ننس "کی ہیں بلائیں  
 غلامی کے خوگر خوشامد کے عادی  
 نہ عزت نہ حرمت نہ کپڑا نہ روٹی  
 بغیر اس کے انسان ہو بے حمیت  
 وہ حنظل سے بدتر ہو گرا نگہیں ہو  
 وہ آئندہ نسلوں کو رو بیٹھے ہیں  
 وہ ہو جاتے ہیں زندہ مردوں میں شامل  
 تو اقبال و غفلت نے منہ ان سے موڑا  
 فلاکت کی لعنت، تباہی کی لعنت  
 ہیں کثرت کے باوصف قلعے کے اندر  
 کبھی مفلسی کے شکنجے کے اندر  
 ہر اک طرح کے رنج و غم سہ سہے ہیں  
 غم و درد کے آسماں ہیں سروں پر  
 ادھر ٹیکس کی کالی کالی گھٹائیں  
 سراپائے بے حسی و نامرادی  
 لگائے ہوئے پھر رہے ہیں لنگوٹی



بیشی اگر ملک میں ہیں گورنر  
 تو ملکی ہیں جوتے پنھانے پہ نوکر  
 جو ہیں خس کے بنگلوں میں پڑیں اے  
 تو پنکھے ہیں اہل وطن کے حوالے  
 یہ جو کس قدر شرم و افسوس کی جا  
 مگر اپنے ہی جہل کا ہی نتیجا  
 فرائض سے غفلت کی یہ سب سزا  
 حقوق وطن بھولنے کا مزا  
 ہندو دوستو! جوش و ہمت دکھاؤ  
 اٹھو اور اب ملک کے کام آؤ  
 ورنہ یونہی ٹھو کریں کھاؤ گے تم  
 یونہی روؤ گے اور پچھتاؤ گے تم  
 ملے گی سزا تم کو اس خود سری کی  
 نہ دیکھو گے صورت کبھی بہتری کی  
 رہو گے یونہی عمر بھر جوں کے توں تم  
 پھر د گے سدا یونہی خوار و زبوں تم

## ”قومی فساد“

تازی خانے کے دو غنگوں ہیں  
 دقتِ سرستی و قدحِ خواری  
 ہو گئی جنگِ زرگری برپا  
 ایک نے ایک کے چپت ماری  
 ہو گئے چند شخص ایک طرف  
 کچھ نے کی ایک کی طرف ماری

شور و غل کی صدا بلند ہوئی ہو گئے جمع چند بازاری

✱

کی جو تحقیق یہ ہوا معلوم	ایک ناجی جوان میں اک ناری
کفر و اسلام میں ہو آویزش	حق و باطل میں ہوں انا باری
دین حق گھر گیا ہو نرغے میں	فرض ہو اہل حق کی غم خواری
دھرم رکھشک بھی سنگھٹ ہو کر	لے کے بتم، تیر، کٹارا آری
دیش سیوا کے واسطے نکلے	کر کے پر بندھ تیرھ کا بھاری
تیر دیتغ دخت و شیشہ و سنگ	قتل و خون ریزی دجفا کاری
شعلہ و نارا و غارت و تاراج	آہ و منہ یاد و نالہ و زاری
قصہ کوتاہ خوب خوب ہوئی	دونوں جانب سے شوق و خواری
اُف وہ ناپاک و زشت ہنگامہ	الاماں قہر ایزد باری
ہو گئی ختم رسم و راہ وفا	اُٹھ گیا ربط و ضبط غم خواری
نہ محبت رہی نہ حسن سلوک	نہ رہی دل دہی نہ دل داری
مہر و صلح و صلاح کی باتیں	دفعۂ ختم ہو گئیں ساری
پٹ گئے مرگھٹ اور قبرستان	ہوئی لاشوں کی بے طرح خواری

سیکڑوں سڑگئیں مکاںوں میں      سیکڑوں میں بلیں بد شواہی  
 ہو گئی تنگ زنجیوں کے لئے      اسپتالوں کی چار دیواری  
 زندہ جونچ گئے مقدر سے      ہوئے قید بلا ناچاری  
 ناکہ بندی، پولیس، پہرہ، فوج      ہتکڑی، بیڑیاں، گرفتاری  
 شہبے، خانہ تلاشیاں، وارنٹ      زحمتیں، ذلتیں، نگوں ساری  
 پاس ناموس درنچ فاقہ و فقر      درد و فریاد و کرب و بیماری  
 بھر گئے جیل بے قصوروں سے      پھر رہی ہیں شرافتیں باری  
 ہو گئے درمقدمات کے باز      کارنر ماہی "عدل سرکاری"  
 لگ رہی ہو رپڑ میں ظلم کی آگ      رشوتوں کی ہو گرم بازاری  
 جس نے کچھ ہندوؤں کا ساتھ دیا      اُس نے کی دین حق سے غداری  
 کی مسلمان سے جس نے ہمدردی      بن گیا صاف اتیا چاری  
 رہے برسوں صفائی اور ثبوت      بھر گئی کاغذوں سے الماری  
 فیصلہ، پھر اپیل، پھر فرمان      کی گئیں ختم منڈلیں ساری  
 تختہ دار سے جونچ نکلا      اس نے کی انڈمن کی تیاری  
 جو بری ہو گیا مقدر سے      آگئی اس کی بھیک کی باری

شہر تھا جو نشاط و عیش کا گھر      اب ہو گھر گھر وہاں عزاداری  
 تھا جہاں رعب و اب و حُسن و جمال      اب ہو واں بے کسی و بے یاری  
 ہر طرف ہو فلاکت و ادبار      عام ہو مفلسی و بے کاری  
 واہ قومی فساد کیا کہنا  
 یہی بیشک ہو شانِ خودداری

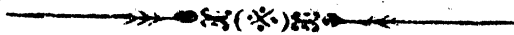
## ضرورتِ اتحاد

یا خدا ہند پر کرم فرما      اس کی تکلیف کا عدم فرما  
 ہیں پریشاں بہت حواس اس کے      نہیں ہمدرد کوئی پاس اس کے  
 فقر و فاقہ سے پایمال ہو اب      قرض ہیں اس کا بال بال ہو اب  
 نہ ہو صنعت نہ اب تجارت ہو      ساری آسودگی وہ غارت ہو  
 علم و فن سے ہو اس کا گھر خالی      عقل و ادراک سے ہو سر خالی  
 اچھے اطوار مٹ گئے اس کے      نیک کردار مٹ گئے اس کے  
 خلق ہو اب نہ مہر و الفت ہو      آشتی ہو نہ اب اخوت ہو

رنگ بالکل ہو ملک کا بدلا  
 سارا پانی ہو چاہ کا گدلا  
 ہر طرف جہل ہو لڑائی ہو  
 دشمن آپس میں بھائی بھائی ہو  
 نہ محبت ہو اب نہ ہمدردی  
 نہ دلیری نہ اب جواں مردی  
 نہ رواداری و شرافت ہو  
 نہ اب امن و امان و راحت ہو  
 ہر طرف ہو فساد و ہنگامہ  
 کوئی رستم ہو اور کوئی گاما  
 اب کہاں صلح و خیر کی باتیں  
 جب ہیں کالوں میں غیر کی باتیں  
 جان بل کی ہیں سازشیں جاری  
 ملک پر ہیں نوازشیں جاری  
 ایک سے ہو کبھی شناسائی  
 دوسرے کے لئے کبھی سائی  
 کبھی ان کو لڑا دیا سب سے  
 کبھی اُن کو بھڑا دیا سب سے  
 کبھی ان کو پولیس و تھانہ ہو  
 اور کبھی ان کو جیل خانہ ہو  
 یہی منظر یہاں ہو شام و سحر  
 بس یہی ہو رہا ہو آٹھ پہر  
 جانتا ہو ہر اک یہ سب باتیں  
 پھر بھی خالی نہیں حوالاتیں  
 وہی جنگ و جدل وہی جھگڑنے  
 وہی بغض و عناد کے رگڑے  
 یا خدا دے ہمیں وہ عقل سلیم  
 کہ سمجھ ہم سکیں ہر اک اسیکم  
 پڑ سکے پھر نہ کوئی زد ہم پر  
 کھل سکیں سامنے نیک و بد ہم پر

ختم کر دیں یہ تفرقہ سازی  
 سب کریں مل کے ملک کی خدمت  
 حکمت و فن و وطن میں پھیلائیں  
 علم و سائنس ملک میں بھر دیں  
 ہم پھل جائیں سب عقل کے راز  
 صنعتوں کی ہو گرم بازاری  
 ریل، موٹر، جہاز، طیارے  
 کبھی صحرا ہو مستقر اپنا  
 مانچٹر پہ خاک ڈالیں ہم  
 نہ رہیں ہم کسی کے بھی محتاج  
 آگ میں جھونک دیں تیر بازی  
 دُور ہو اس کی عسرت و تکبت  
 شاہراہیں سل کی کھل جائیں  
 اس زمیں کو ہم آسماں کر دیں  
 ہیں جو یورپ کے طرہ اعزاز  
 فائدہ گانوں میں ہوں ملیں جاری  
 خود یہ تیار ہم کریں سارے  
 ہو کبھی ٹاپوڈوں میں گھر اپنا  
 گھر سے جا پان کو نکالیں ہم  
 ملک اپنا ہو اور اپنا راج

ہم میں گرا اتحاد ہو جائے  
 ملک آباد و شاد ہو جائے



# عہدِ نرنگ

ہم نشیں اس کی تفائیل میں ہو طولِ بہت  
 خیر سے ایک صدی بھی نہیں گزری اتنی  
 اب دولت کے وہ چشمے ہیں سطوت کے نشا  
 اب وہ مردانگی و عزم نہ وہ جوش و خروش  
 نہ ارادوں میں بلندی نہ خیالاتِ وسیع  
 نہ وہ پہلی سہمی محبت نہ وہ اگلا خلوص  
 کیا رواداری و ہمدردی و اخلاق کا ذکر  
 عید آتی ہو تو لاتی ہو قیامت سر پر  
 نہ دہریے میں رونق نہ محرم میں شان  
 ایک ہنگامہ محشر ہو بپا چار طرف  
 ہیں جڑیں فتنہ و تفریق کی اتنی مضبوط  
 دادِ نئی صلح کا طر ہو ناہرا اکبرِ محال  
 مٹ گئے آشتی و امنِ امان کے نقشے  
 برکتیں اپنے میں کھتا ہو جو کچھ عہدِ نرنگ  
 بل گیا خاک میں سب ملک کے اقبال کا رنگ  
 ہر طرف قحط ہو ہر سمت ہو افلاس جنگ  
 نہ وہ ہمت نہ شجاعت نہ وہ جرأت نہ انگ  
 سگ رو باہ ہیں اب تھے جو کبھی شیرِ دلنگ  
 نہ بہن میں انداز نہ وہ شیخ میں ڈھنگ  
 دیکھئے جس کو نظر آتا ہو گویا وہ ہنگ  
 ہولی آتی ہو تو برساتی ہوئی خشتِ سنگ  
 بر پچیاں سینوں میں نہاں ہیں گلے میں ہنگ  
 گرم ہو معرکہ دشتہ و دشمنی و تنگ  
 کوئی کھوے تو وہ پاتال میں ہے بکے نرنگ  
 اہل تدبیر کے بھی پاتال میں اہ میں لنگ  
 کھا گیا شیشہ دل کو حد و بغض کا رنگ

ہر طرف پھیلی ہوئے غیرتی و بے شری  
 پائی و حیل اس قدر آزادی و خود رازی  
 اب ہیں بے باکی و عربانی کے معنی نیچر  
 نہ اب نگھوں میں حیا ہونے دلوں میں احسک  
 اک طرف فقر و فلاکت کے ہیں اثر و سرپر  
 آج دنیا میں نہیں کوئی بجز یاس اپنا  
 یا یہ حالت تھی کہ دنیا میں کوئی ملک تھا  
 یا یہ عالم ہو کہ جاپان اگر رحم نہ کھائے  
 اب ہاں نوحہ ماتم ہو کہ آواز فغاں  
 فاقہ مستی نے کچھ اس درجہ کیا نشہ ہرن  
 کھا گیا بحر تنف کر میں ادب بھی غوطہ  
 یا یہ نقشہ تھا کہ تھارے زمیں پر زہا  
 یا یہ صورت ہو کہ اغیار تو ہیں پھر اغیار  
 بڑھتی ہی جا رہی ہیں لہجریاں رد و بروز  
 اس قدر پستی و ادبار کے ہوتے ہوئے بھی

پھر رہی ہوئے فیشن کی لہجہ ننگ و صرنگ  
 کٹ گئی غیرت و ماموس و حیت کی تنگ  
 دور تہذیب بالکل ہی بدل دی غرنگ  
 ڈال دی ہو دل دیدے نے عجب رنگ ہیں بھنگ  
 اک طرف کھلے ہیں منہ جو حکومت کے ہنگ  
 ہمد و ہم نفس و ہم قدم و ہم آہنگ  
 صنعت و حرفت و ایجاد میں اپنا پانگ  
 اپنی میت کو کفن کے بھی ہو ملنے میں درنگ  
 گوش پر در تھے جہاں ساز دف و نغمہ جنگ  
 نہ رہا تاک میں وہ کیف نہ محو میں وہ ترنگ  
 فاقہ و گر سگی نے وہ کیا قافیہ تنگ  
 نہ تو اپنا سا جری اور نہ اپنا سادہ رنگ  
 آپ ہم اپنی نگاہوں میں بھی ہیں جو جنگ  
 جمع کی تفرقہ سازی کے ہیں کیا کیا رنگ  
 مخلصی کے نظر آتے نہیں ہم کو کوئی ٹنگ



پھر بھی احساس نہیں ہو ہیں اس کا افسوس یاد کھوک یہ مجھے ہیں نقوش ارژنگ  
 سر کھجانے کی بھی اک دن نہ اجازت ہوگی  
 ہیں مسلط جو سروں پر یونہی برکاتِ فرنگ

— ❦ —

## اتحادِ وطن

اسی کے دم سے ہو وابستہ ہر مفادِ وطن  
 یہی ہو باعثِ قطع رہ مرادِ وطن  
 اسی کے تابع نہ رہاں ہو رویدادِ وطن  
 یہی ہو صرف یہی وجہ استمادِ وطن  
 عجیب چیز ہو دنیا میں اتحادِ وطن

یہ ڈھب لکھاتا ہو ایشار اور دیانت کے

یہ گر بتاتا ہو ہمدردی و اخوت کے

اسے ہیں یاد طریقہ تمام حکمت کے

یہ جانتا ہو سبھی بیچ و خم سیاست کے

عجیب چیز ہو دنیا میں اتحادِ وطن

پناہ مانگتی ہیں فاقہ مستیاں اس سے

ہمیشہ کانپتی ہیں خود پرستیاں اس سے

عروج پاتی ہیں عالم میں ہستیاں اس سے

سدا ہیں لرزہ بر اندامِ پستیاں اس سے

عجیب چیز ہو دنیا میں اتحادِ وطن

اسی کی جیب میں ہیں گنجیاں خزانوں کی

اسی کے پاس ہو کل سائے کارخانوں کی

اسی کے بس میں ہو کایا پلٹ زمانوں کی

اسی کے ہاتھ میں قسمت ہو نوجوانوں کی

عجیب چیز ہو دنیا میں اتحادِ وطن

بخار و برق پہ یہ اختیار قوموں کا

زمین سے تابہ فلک اقتدار قوموں کا

یہ عز و شان یہ جاہ و وقار قوموں کا

بس اتحاد پہ ہو انحصار قوموں کا

عجیب چیز ہر دُنیا میں اتحادِ وطن  
 جو چاہتے ہو کہ ہو ملک میں موثرِ قلم  
 تو ایک ہو کے رہو اب وطن کے اندر قلم  
 نکال دو ابھی دشمن کو گھر سے باہر قلم  
 کرو ذرا سی بھی کوشش بہم جو مل کر قلم  
 عجیب چیز ہر دُنیا میں اتحادِ وطن

## بدترین ذہنِ دماغ

ابھی ہیں ملک میں ایسے ہزار ذہنِ دماغ  
 جنہیں وطن کی تباہی کا کچھ ملال نہیں  
 تفراتِ جہاں ہیں سب ان کے پیشِ نظر  
 مگر روش میں ذرا سا بھی اعتدال نہیں

ابھی ہیں ایسے بہت اہلِ حوصلہ اہلِ طمع  
 کہ جن کے پیشِ نظر مال ہو مال نہیں  
 جنہیں مصالحِ ذاتی کی دھن ہو اٹھ پہر  
 مفادِ قوم کا کچھ جن کے ہاں سوال نہیں

ابھی ملیں گے بہت ایسے خوش عقیدہ بزرگ  
 ہر جزو دین و وظیفہ جنہیں غلامی کا  
 جنہیں ہر قبلہ مقصود سایہ انگریز  
 ہر شہرہ دوزخ تک جن کی نیک نامی کا

ابھی ملیں گے ہزاروں ہی ایسے بغیر  
 جنہیں نہیں کوئی احساس اپنی خامی کا  
 مگن ہیں دولتِ ادبار فقر و نکبت میں  
 مجسمہ ہیں غرضِ لعنتِ دوامی کا

یہی دہو دیں قائم ہیں پستیاں جن سے  
 ہیں دفن زیرِ زمیں حق پرستیاں جن سے

## ”مستقبل“

آنے والا ہو بہت جلد ایک ایسا عہد بھی  
 اور ہی ہو جائیں گے کچھ یہ زمینِ آسمان  
 منقلب ہو جائے گا بالکل نظام کا  
 رفعتوں پر ہر طرف چھا جائے مصطفیٰؐ  
 مہر کے حالاتِ موجودہ فنا ہو جائیں گے  
 اور ہی کچھ روز و شبیں صبح و سہا ہو جائیں گے  
 چاند بے نور اور تارے سب بھیا ہو جائیں گے  
 عرشِ ولے مایل تحت الشریٰ ہو جائیں گے

پستیاں کر لیں گی طمسائے مقامِ افرا  
خاک کے ذرے فریاد تک رسا ہو جائیں گے  
عظمتِ ذلت کا سارا امتیاز اٹھ جائے گا  
ایک منزل میں شہنشاہ و گدا ہو جائیں گے  
خاک میں مل جائے گا سرمایہ داروں کا غرور  
اہلِ نخوت راہی ملکِ فنا ہو جائیں گے  
فقر و فاقہ کی جگہ لے لیں گے اطمینانِ عیش  
مفلس و مزدور آزاد بلا ہو جائیں گے  
صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا ناظمِ جبر  
اہلِ استبداد سب بے دست پا ہو جائیں گے  
حاکم و محکوم میں باقی نہ ہو گا کوئی فرق  
ایک اہلِ تخت و اہلِ بوریہ ہو جائیں گے  
منہدم ہو جائے گی دیوارِ زندانِ خود بخود  
اہلِ زنداں قیدِ محنت سے رہا ہو جائیں گے

ٹوٹ جائیں گی تنیاں اک آن ہیں  
چھپوں سے بوستانِ رنگیں نوا ہو جائیں گے

## ”صلہ خدمت“

اے خادانِ ملک تعجب کی جا نہیں  
تم پرستم کے ہاتھ جو گھالے گئے تو کیا  
اہلِ نظر کو پھولوں سے بڑھ کر ہر خلش  
کانٹے تمھاری راہ میں اُٹے گئے تو کیا  
عزت یہی ہر بزم میں اہلِ نیاز کی  
بے عزتی سے تم جو نکالے گئے تو کیا

گردن ہر اہل حق کی اسی کام کئے      پھندے تھامے خلق میں نئے گئے تو کیا  
اہل غلوں و صدق کا اعزاز ہو یہی      جوئے تھامے سر پہ اُچھالے گئے تو کیا  
ہر خادم وطن کو ملا ہے فقط یہی  
خدمت کا ابتدا میں صلاہ فقط یہی

— (۰۰۰) —

## وطن کی بھلائی

جہالت ہی ہیں عمر اپنی گنوائی      ہیں عقل افسوس اصلاً نہ آئی  
نہ دیکھی کبھی ہم نے دنیا کی حالت      نہ سوچا کہ صر جا رہی ہو خدائی  
زمانے میں ہو دو دامن سکوں کا      مگر ہم نے لڑنے سے فرصت پائی  
وہی جنگ خونِ یزی و بغض و کینہ      وہی سر بھٹول، وہی ہاتھ پائی  
کبھی مندوں پر ہیں بے وجہ دھاوا      کبھی مجدوں پر ہو ناحق چڑھائی  
دھڑے میں ہو ہر جگہ اک تصادم      محترم میں ہو ہر قدم پر لڑائی

یہ جو کچھ بھی ہو کس لئے ہو رہا ہو      کبھی غور کی اس کی نوبت نہ آئی

سب انگریز کی شعبدہ بازیاں ہیں      یہ اسکیم ہو سب اُسی کی بنائی  
جو لڑا کر نہ ہم توڑ دیں اپنی قوت      تو ہو ملک میں کیونکر اس کی سمائی

---

اسی کی یہ درپردہ سب تکڑ میں ہیں      کسی کو ہو سائی کسی کو بدھائی  
کبھی شہ کسی کو، کبھی شہ کسی کو      جو اس سے لگائی تو اس سے بچھائی

---

یہ جب تک مسلط ہو ہندوستان پر      غلامی سے شکل ہو اپنی رہائی  
نکالیں اسے جلد اپنے وطن سے      جو ہم چاہتے ہیں وطن کی بھلائی  
وگر نہ یونہی روئیں گے عمر بھر ہم  
رہے گی ہمیشہ یونہی جگ ہنسائی

---

پھر ہوں وہی زمانے پھر ہوں وہی بہاریں  
پھر ہم میں یا الہی کر اتحاد پیدا



## چارۂ درد

جب ملک ہو ادبار و غم و رنج کا مارا

ہر سمت ہو جب قحط و فلاکت کا نظارا

جب بدل ہوں مصائب کے تواتر سے دوپارا

جب بھیک کے نگاروں پہ ہو انساں کا گزار

اس وقت بتائے کوئی اس درد کا چارا

جب ملک میں ہو کبر و غونت کی خدائی

جب پٹنے لگے دولت و ثروت کی دہائی

جب حق و صداقت پہ ہو باطل کی چڑھائی

جب قلب میں باقی نہ رہے ضبط کا یارا

اس وقت بتائے کوئی اس درد کا چارا

جب ہولہ و جوش کی فطرت ہو نظر بند

جب عدل و دیانت پہ حمایت کا ہو در بند

جب مُربغِ عمل کُنجِ حوادث میں ہو پر بند

جب قید تشدد میں ہو حریت آرا

اس وقت بتائے کوئی اس درد کا چارا

جب عام ہو ناچاری و بیکاری و افلاس

جو ہر پہ نہ ہو جب نظر عامۃ الناس

ہم نسخ ہوں بازار میں جب مرمو الماس

ناقابل برداشت ہو دنیا کا نظارہ

اس وقت بتائے کوئی اس درد کا چارا

مزدور کی محنت کا ثمر جب نہ ہو کوئی

محتاج کی آہوں کا اثر جب نہ ہو کوئی

مغس کے لیے راہ گزر جب نہ ہو کوئی

جُز مرگ نہ ہو جب کوئی جینے کا سہارا

اُس وقت بتائے کوئی اس درد کا چارا

# بارِ الہا پھر اب ہند کو آزاد کر

بارِ الہا پھر اب ہند کو آزاد کر

پھر اسے آزاد کر

پھر اسے آباد کر

پھر اب اسے یاد کر

پھر اب اسے شاد کر

سخت مصیبت میں ہی غیب سے امداد کر

بارِ الہا پھر اب ہند کو آزاد کر

کر پھر اسے سر بلند

کر پھر اسے ارجمند

لیدِ من تا بہ چاند

کر پھر اسے فتح مند

اُڑا ہوا ہی یہ گھر پھر اسے آباد کر

بارِ الہا پھر اب ہند کو آزاد کر

دُور ہو پھر دل سے جنگ  
 ختم ہو آپس کی جنگ  
 پھر ہوں وہی رنگِ فتنہ  
 پھر ہوں وہی سازِ جنگ  
 پھرتے انداز سے تو اسے دِلِ شاد کر  
 بار الہا پھر اب ہسند کو آزاد کر  
 رنجِ دالم کب تلک  
 جو روستم کب تلک  
 جنگِ بہم کب تلک  
 روزِ کاغذ کب تلک  
 ختم ہیں اب یا خدا ملک سے بیداد کر  
 بار الہا پھر اب ہسند کو آزاد کر  
 لکھ لے پھر اس گھر کی لاج  
 پھر ہوں عطا تختِ دلج  
 بدے نظمِ امِ سماج

ختم ہو اب سامراج  
 قوتیں اس کے خلافت جتنی ہوں برباد کر  
 بار الہنا پھر اب ہند کو آزاد کر

## تقسیمِ دولت

ہند کی دولت کا اتنی فی صدی      صرف آدھے فی صدی کے پاس ہے  
 ان میں بھی ہیں تین پونے تھائی روٹ لگ      نام نیٹو سے جنہیں آتی ہے تو  
 جس جگہ تقسیم سرمایہ ہو یوں      امن و آبادی وہاں ہوں خاک و شکر  
 تنو میں جب ننانوے ہوں فاکش      ایک ہو جب نوٹھ ماتم کی لو

ملک میں چھایا رہے پھر بھی جمود  
 نف بر اہل ہند و برا حساس دگر

# یاد ہو

جان بل صبا جو میں آج اس قدر نیک شہنشاہ  
 اقل اول جب ہوا ہی ذات والا کاذول  
 یاد ہیں ہم کو سب ان کے مکر ساری لاشیں  
 جب ہمارے مال دولت پر ہوئی ڈاکر زنی  
 کی گئی جب صنعت و حرفت ہماری پائیاں  
 جب ہمارے اہل فن کی انگلیاں گئی گنیر  
 جب ہم سے فقر و ناداری سے براہ و بھلا  
 جس طرح ہم سے ہماری سلطنت چھینی گئی  
 یاد ہی تم کو وہ ان کے تفرقے کی پاسی  
 جس طرح چھینا گیا ہم سے ہمارا علم و فضل  
 جب ہمارے پاتوں میں تھیں بیڑیاں گن میں طوق  
 تر ہوئے تھے جو گلی کو چے ہمارے خون سے  
 آپ سب کچھ بھول بیٹھے ہیں مگر بندہ لوٹا

ہم کو ان کا ہند میں تشریف لانا یاد ہو  
 ہم کو وہ پُرہول و پُر دہشت زمانہ یاد ہو  
 ان کی عیاری و فطرت کا فلسفہ یاد ہو  
 ہم کو اس قیدِ ستم کا کارخانہ یاد ہو  
 ہم کو وہ ناپاک دورِ ظالمانہ یاد ہو  
 اب تک ان کا درد و غم سے تلملنا یاد ہو  
 ہم کو اب تک اس مصیبت کا زمانہ یاد ہو  
 یاد ہو ماں وہ سلوک و حشیانہ یاد ہو  
 وہ شہیں دے کر ہمیں باہم لڑانا یاد ہو  
 ہم کو ان بے رحمیوں کا بھی فلسفہ یاد ہو  
 ہم کو اب تک وہ پُرانا قید خانہ یاد ہو  
 ہم کو وہ ہر ہر جگہ ہر ہر ٹھکانا یاد ہو  
 ہم کو ان کی ہر ادائے مجرمانہ یاد ہو

# ماہنی و حال

مدہوش تھا جب ہلڑہ غفلت سے زندہ  
 اس انجمن دہر میں شیدا نہیں تھے  
 یا بے خبر گون و مکان آج ہیں یہاں  
 یا رازِ دو عالم سے خبر دار نہیں تھے  
 یا آوازِ بشکستہ و ناکارہ ہمیں ہیں  
 یا فتح کی چلتی ہوئی تلواریں ہمیں تھے  
 یا پتی ہی مٹی میں ہیں نکال سے باہر  
 یا مصر کی بھی رونقِ بازار ہمیں تھے  
 یا وعدہ ہمیں راگھ ہمیں خاک ہمیں یہاں  
 یا برقی ہمیں شعلہ ہمیں نار ہمیں تھے  
 یا منزلِ مقصود سے گمراہ ہمیں ہیں  
 یا راہِ بردِ قافلہ سالار ہمیں تھے  
 یا تودہ خار و خش و خاشاک ہمیں یہاں  
 یا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہمیں تھے  
 یا آج حرفِ ریزہ و خرہ رہے ہیں یہاں  
 یا لعل ہمیں، گوہرِ شہوار ہمیں تھے

ہاں یاد ہو کچھ لے وطنِ خفتہِ مقدر

وہ عہد کہ جب طالعِ بیدار ہمیں تھے

# ختم مصیبت

شکر خدا کہ آنے ہی کو ہو نوید عیش  
یعنی اب اختتام مصیبت کا وقت ہے  
وہ تیر کی شام الم ختم ہو چکی  
اب روشنی صبح سعادت کا وقت ہے  
ہنگامہ شکوہ و حشم سرد پڑ چکا  
اب ذلت امارت و ثروت کا وقت ہے  
عہد عروج شوکت و رفعت گزر چکا  
بس اب زوال دولت و جنت کا وقت ہے

ہاں توڑنا ہی چاہتے ہیں دم جفا و جور  
ہاں ختم بریت و وحشت کا وقت ہے  
ہاں نخوت و غرور کی سانسیں ہیں آخری  
ہاں خاتمے پہ عجب و رعونت کا وقت ہے  
مکرو و غا ہو ڈپلومیسی ہو کہ پالسی  
سب کی شکست سب کی ہزیمت کا وقت ہے  
ہنگام کامرانی و اقبال آگیا  
بس اب فنائے عہدِ نخست کا وقت ہے

اے ہند پائمال و تہہ حال خروہ باد

بس اب ترے نظامِ حکومت کا وقت ہے



# تذکرہ

(جیل سے رہا ہونے والے ایک بیچ کو)

جوانانِ وطن چلے ہو زنداں سے خدا حافظ  
مگر اپنے فرائض سے کہیں غافل نہ ہو جانا  
اٹھانا زحمتِ حج و بلا ثابت قدم رہ کر  
حادث ہائے رنگارنگ سے بدول نہ ہو جانا  
تمہارے سر میں پیش از پیش ہو سوداِ آخرت  
کہیں محو فریبِ سختی سنزل نہ ہو جانا  
بلائے گی تمہیں اپنی طرف آسائش گیتی  
کہیں بہرِ خدا تم اس طرف مائل نہ ہو جانا  
ڈرائے گا تمہیں خوف و ہراس ابتلا اکثر  
کہیں دوں ہمتاں ملک میں شامل نہ ہو جانا  
بٹلائے جاو گے تم حق پرستی کی حمایت سے  
کہیں ناحق اسیرِ حلقہٴ باطل نہ ہو جانا  
دیا جائے گا تم کو درسِ عذارِ ملت کا  
کہیں اس زہر کی تاثیر سے غافل نہ ہو جانا  
فریبِ مصلحت میں آکر اہل ظاہر کے  
کہیں باطن میں زید و عمر کے قائل نہ ہو جانا

تمہارا جذبہٴ ایثار و خدمت رنگ لائے گا

مگر یہ ہو کہ بے پردائے مستقبل نہ ہو جانا

# جواب

(سنٹرل جیل کھنؤ کے نائب جیلر کی مٹل ہمدردی کا)

اشرار کے ظلم و ستم و جور و جفا سے	مانا کہ اب اک حشر بپا ہو کے رہے گا
مانا، وطن و قوم کی خدمت کا فدائی	بے نام و نشان ہو کے فنا ہو کے رہے گا
مانا کہ پرستارِ حق و صدق و دیانت	آخر تو شمشیرِ جفا ہو کے رہے گا
حریتِ کامل کا جو ہو گا متمنی	سر اس کا بس اب تن سے جدا ہو کے رہے گا
جس سر میں نظر آئے گا سوائے حکومت	پامالِ ستم ہائے بلا ہو کے رہے گا
جس سینے میں ہمگی غلشِ دردِ اخوت	آملج گہ تیرِ قضا ہو کے رہے گا
چاہے گا جو زنجیرِ غلامی سے سہائی	ہر بند سے بند اس کا جدا ہو کے رہے گا
آجائے گا ایک کلمہ حق جس کی زباں پر	خجر کے تلے اس کا گلا ہو کے رہے گا

کچھ بھی ہو مگر یہ تو یقینی ہو کہ اب ہند

اغیار کے پیٹے سے رہا ہو کے رہے گا

## ہماری آزادی

یہ دودھلا ہو کیوں کس واسطے ہیں لوگ فسریادی  
 اٹھائی جا رہی ہو کیوں عبث تحریک آزادی  
 یہ آزادی جو حاصل ہو ہمیں آخر یہ کیا کم ہو  
 اب اس کے بعد کیا رہنا ہو اب کس بات کا غم ہو  
 جو سچ پوچھو تو ہم آزاد و خود مختار ہیں اب بھی  
 باطلینان زیر سایہ سرکار ہیں اب بھی  
 میسر ہیں ہمیں سب راحتیں عیش و مسرت کی  
 گزرتی ہیں بڑے آرام سے گھڑیاں فراغت کی  
 کہیں بیٹھیں کہیں اٹھیں کہیں آئیں کہیں جائیں  
 یہ ناممکن کہ اپنے پر کسی کو مسترض پائیں

---

دھڑلے سے شرا میں ہم کو پینے کی اجازت ہو  
 ہمیں دروازہ مرقانہ گویا باب جنت ہو

نہ سیندھی اور تاملی سے ہر کوئی روکنے والا  
 نہ کوئی سلفہ و بنگ و چرس پر ٹوکنے والا  
 کھلے بندوں سر بازار کرتے ہیں ہم ادبانی  
 ہمیں یسینس دینی ہر حکومت بہر عیاشی



جو ہم کھیل سکتے ہیں باطمینان روحانی  
 ہمارے ”پھر“ ہیں تعلیم سب پولیس کی زیر نگرانی  
 نہ ہوتے یہ ہم کو کرنے والا کوئی فہمائش  
 نہ ہم کو لاٹھی ہی ڈالنے میں ہر کوئی کاہش  
 حکومت خود ہمارے حوصلے اکثر بڑھاتی ہے  
 ہمارے ساتھ برج ادریس میں بازی لگاتی ہے



پڑ تفریح ہیں عریاں کلب احباب میں قایم  
 جہاں کوسوں نہیں خوف و خیال دوست و لایم  
 جہاں مٹم و حجاب و غیرت و عفت گنور ہیں

جہاں آوارگی و گم رہی کا نام فیشین ہے  
 جہاں پردے کا سٹم باعثِ تحریب ہے گویا  
 جہاں عصمتِ فردوسی داخلِ تہذیب ہے گویا  
 یہ سب کچھ دیکھتی ہے اور حکومت چپ ہے بیچاری  
 خل ہو کر وہ ڈالے کیوں اس آزادی میں دشواری



سینا ملک میں چاروں طرف پھیلے ہیں کثرت سے  
 فنائے ہند ہے معمور جذباتِ محبت سے  
 پرہیزِ رقص، عریاں دلہے، بے باک تصویریں  
 ہمارے دل پہلنے کی ہیں کیا دل چسپ تدبیریں  
 جوانِ وطن تھا فرض جن کو صفِ شکن بننا  
 وہ اک فیروں کی خاطر چاہتے ہیں کوہِ کن بننا  
 نہ ہم کو دین کا غم ہے نہ کچھ دُنیا کی پروا ہے  
 بس اب امپیریل ہے راکسی ہے یا مسندِ داہر  
 حکومت کو ان احساسات میں ہی ہم سے ہمدردی

تو کیوں ڈٹ کر نہ دیں اس راہ میں ہم دایہ پامردی

امورِ مذہبی میں ہر ہمیں آزادی کا بل  
 رواداری کا کوئی شائبہ جس میں نہیں شامل  
 منائے جاتے ہیں تیو ہارنگٹینوں کے پھرے میں  
 عجب اک سر شان ہوتی ہر محرم اور دہرے میں  
 حقوقِ باہمی کی ہر بہت ہی سخت زنجیرانی  
 نہ بچ سکتا ہر باجا اور نہ رک سکتی ہر تیربانی  
 حکومت کی حایت کا کھلا ہر سب پہ دروازہ  
 اُسے اس باب میں نشوونما ہر زاید از اندازہ  
 مقدر سے یہ سب آزادیاں حاصل ہیں جب ہم کو  
 پریشاں کس لیے کرتا ہر لیڈر بے سبب ہم کو

# کوئی ہوا بوجھل تو کوئی ہوا بولہول

ہر گریہی اس انجمن ناز کا ماحول      لے شیخ وہاں تیرے تقدیر کا نہیں ڈول  
 عشوہ ہر کہ سنگین لیے مجھ پہ ہر تیار      غمزہ ہر کہ تانے ہر مے واسطے پتہ ل  
 ہیں ایک سے دلوں ہی وہ ہفتی ہوں کتنا فی      کوئی ہوا بوجھل تو کوئی ہوا بولہول  
 ایسا کوئی سر ہم نے زمانے میں نہ دیکھا      جس پر نہ جڑی ہو نہ چرخ نے اک حول  
 اے بندہ تہذیب و تمدن، ہمیں بتلا      اپنا کوئی ایسا بھی عمل، جو نہ بولے ڈول  
 اک جلسے میں کر دی تھی کہیں بھول کے تقریر      لاحق ہوا اسی روز سے ہم کو سلسل بول  
 جس قول کی تصدیق کرے تیرا عمل بھی      گر ہو تو بتاد اعظا دیں ایسا کوئی قول  
 کرسی بھی ہر شک پہنڈ بھی سگر بھی کر بھی      سب کچھ ہر، مگر یہ جو کہ معنی کا نہیں ڈول

بھوپال کے یار ابن طریقت ارے توبہ

پڑھنی ہی پڑی حضرت احمق کو بھی ماحول

## ہمارے بچے

انھیں بچوں پہ ہیں موقوف گھر کی ساری اسیدیں  
یہی بچے ہمارے جانشین ہوں گے جواں ہو کر  
کردان کو مزین جو ہر عِلم و سیاست سے  
کہ چمکیں ہند میں یہ ایک دن قومی رنشاں ہو کر  
کر و پیدا خیالوں میں تم ان کے رفعت و عظمت  
کہ آئندہ رہیں یہ اس زمیں پر آسماں ہو کر  
بچاؤ ان کو نفس رقی و تعصب کی ہواؤں سے  
رہیں دو قالبوں میں یہ ہمیشہ ایک جاں ہو کر  
انھیں حرص و ہوا و فتنہ و شر سے الگ رکھو  
رہیں ملک و وطن میں دعوتِ صلح و امان ہو کر  
انھیں تسلیم دو اخلاق کی ایثار و خدمت کی  
کہ رہنا ہو انھیں قوم و وطن کا پاسباں ہو کر

---



جو بچپن میں ہماری تربیت بھی ہو گئی ہوتی  
 نہ رہتا آج یوں طوق غلامی حسیں جاں ہو کر  
 اگر احساس غیرت ہم میں پیدا کر دیا جاتا  
 تو رہ سکتے نہ تھے انگریز ہم پر حکم راں ہو کر  
 اگر رکھنا نہ جاتا ہم کو بے گانہ حمیت سے  
 تو رہتے ہم یقیناً کام یاب و کامراں ہو کر

---

گزشتہ غفلتوں کی کچھ تلافی ہی یوں ہی ممکن  
 کہ یہ بچے کریں کچھ قوم کی خدمت جواں ہو کر  
 ہمارا فرض ہی ہم ان کو اس قابل بنا جائیں  
 کہ دنیا میں رہیں یہ عزت ہندوستان ہو کر

---

## ”فرضِ انسانی“

فرض ہو انسان پر تبلیغِ حق و حریت      بس ہی اگ چہ نہ ہا بل بآلِ ننگی  
خدمتِ ملک و وطن کر کے تمہیں بھی دے دو      پیش کرنی چاہیے ہر مشالِ ننگی

تم نے اپنی زندگی جس طرح چاہی کا دی      کیا کیا لیکن مفادِ ملک و ملت کے لئے  
کیا کیا ہاں کیا کیا اہلِ وطن کے واسطے      کیا کیا آئندہ نسلوں کی حفاظت کے لئے

ملکِ محکومی کی زنجیروں میں ہو جکڑا ہوا      اس کی آزادی کی بھی ترکیب کچھ سوچی گئی؟  
ہر طرف پھیلی ہوئی تفریق و تعصب کی دیا      اس کے دفعیے کی بھی تدبیر کوئی کی گئی؟

اے وطنِ موالو! وطنِ ہیوں گزراؤ زندگی      بعدِ مرنے کے تمہارا ذکر ہو عزتِ کثرت

یہ نہ ہو گرنام آجاسے خدا ناخداستہ  
پھر لیں اہلِ وطن منہ و زبانی حق کے ساتھ

# دھرم و ایمان

بہت دن سے وطن میں اک مجاہد قائم ہو  
 پیدا ہو تخت طوجاں نہماں سخت ہنگامے  
 کہیں مسجد کو خطرہ ہو شوالے کے ہنتوں سے  
 کہیں سلم کو خطرہ اپنے ایمانی تحفظ کا  
 کہیں ہندو کے پرچارک کو خطرہ دھرم و شریکا  
 نہیں فنا کوئی ایسا منٹ چوریں گھنٹیں  
 یہ ساری پیش بندی ہو فقط اس باقی خاطر  
 یہ ٹھیکے دار دین احمد دھرم کا سب سے ضلع میں  
 یہ خانہ جنگیاں جتنی ہیں سب کا مدعا یہ ہو  
 غلامانِ اہل یعنی یہ جھوٹے پیشوائے ہیں  
 وہ کب چاہیں گے کوئی اس طرح کا اٹھا لے  
 کہیں ہر دھرم کو خطرہ کہیں ایمان کو خطرہ  
 کہیں ہر دین کو خطرہ کہیں قرآن کو خطرہ  
 کہیں ہر خانقہ والوں کو یو استحان کو خطرہ  
 کہیں ہندو کے پوجا پارکے سم مان کو خطرہ  
 کہیں تبلیغ کے جھنڈے کی آن و بان کو خطرہ  
 نہ رہتا ہو وطن والوں کے مال و جان کو خطرہ  
 کہ لاق ہو نہ برٹش راج جس کے ایوان کو خطرہ  
 نہ پیدا ہو مفادِ اہل انگلستان کو خطرہ  
 نہ ہرگز رونما ہو جانِ مل کی جان کو خطرہ  
 لگا رہتا ہو ہر دم جن کے دسترخوان کو خطرہ  
 کہ ہو محسوس اُن کے امنِ اطمینان کو خطرہ

ہمارا فرض ہو ہم ان لفظوں کو فنا کریں

کہ ہو ان کے سبب سے عام ہندستان کو خطرہ

# خطبہ

بجا ارشاد ہوتا ہے جناب حضرت واعظ  
 کہ ہر ہندوستان میں آج کل اسلام خطرے میں  
 جو اس ارشاد عالی کو غلط جانے وہ کافر ہو  
 کہ ہر اب فرقہ بندی کے مشن کا کام خطرے میں  
 یقیناً دین قیم مستقل خطرے کے اندر ہے  
 اگر ہر ذات والا کافرو دنام خطبے میں  
 وقارِ محمدی دہلی کو بے شک ہر قوی خطبہ  
 اگر آں قبیلہ کا ہر خلعت والعام خطرے میں  
 بلا شک مذہب و ملت پر ہر خطرات کی یورش  
 اگر میں اعتقاد و فتنہ وادہام خطرے میں  
 یہ سب خطبے بجا، لیکن جناب قبلہ و کعبہ  
 نظر آتا ہے مجھ کو آپ کا انتخاب خطرے میں

# ہندستان کی گزشتہ حالت

پچھلی باتیں جب بزرگوں کی کمی ہوتی ہیں  
 اک زمانہ تھا کہ ہندستان ہندستان تھا  
 لذت عیش و سرور و طعنے سے سیر تھے  
 بسلباتی کھیتیاں تھیں اور ترخانہ تھے باغ  
 مجلس تھیں مخفیل تھیں جشن تھے تہوار تھے  
 دعوتیں تھیں دعوتوں میں استہام و عود و چنگ  
 طاقتور دن ہو و لعب کا شور بازاں میں تھا  
 حل غم امروز و فردا سے نہ رکھتے تھے ہر اک  
 تھے سدا بربت اک طرف ہماں تھا اک طرف  
 اہل حکمت اٹھے لئے شاہی خزانے وقف تھے  
 ذامین اربابان تھے انکو ہر و مرجان سپر  
 شعر و انشا کے لئے دیتے تھے شاہی دھکھل  
 ہند کی ہوجہ عالی پر سر و تخت تھیں میں  
 دولت و مسودگی و عافیت کی کان تھا  
 اٹھن برستا تھا زرد گوہر کے ہر روٹھیر تھے  
 سنبل و یمن و سرس سے معطر تھے دماغ  
 عیش کی گھڑیاں تھیں بے فکری کے کا ڈبار تھے  
 ہر طرف یا قہقہے یا چہچہے، یا ناچ رنگ  
 تذکرہ ہر و فدا کا ہر گھڑی یاروں میں تھا  
 ذہن فکر نفع و نقصان کے دیتے تھے نہ پاس  
 جن عشرت اک طرف تھے، شادیانے اک طرف  
 صنعت و حرفت کی خاطر کاٹھانے وقف تھے  
 رونق لے تھے پائین اہل کمال الماس در  
 لاکھ و ہند سے تھے نعمت کے ادیبوں پر کھل

علم و فن کے فنڈاں تھے گوشے گوشے میں یہاں  
 وقف تھی خدمت امیروں کی طریقیوں کے لئے  
 شہرِ قصبہ گاؤں و قریہ، ہر جگہ آباد تھی  
 صنعت اپنی تھی تجارت اپنی حرفت اپنی تھی  
 ملک میں ناداری و افلاس یوں تھے پایمال  
 ایک ہی شیخ پر سلم بھی تھے ہندو بھی تھے  
 سب رہا کرتے تھے باہم بھائی بھائی کی طرح  
 سب کے سب تھے ہاموت ہاجت و وفا  
 سب کے سب تھے نیک خلعت، نیک طینت، نیک خلق  
 جو یہاں تھا جو ہر مردانگی میں فرد تھا  
 مسجد و مندر کو مشق تفرقہ سازی نہ تھی  
 ملک تھے ایک ہی رشتے میں شیخ و برہمن  
 اپنی اپنی ملتیں تھیں اپنے اپنے دین تھے  
 ہر خوشی تھی ساتھ ساتھ اپنی ہر اک غم ساتھ تھا  
 ہمارے وہ دن کیا کہتے اب وہ زمانے کیا کہتے

ایک گھر ہوتا تھا اور پیتے تھے اس سحانوں  
 ہر گھراک ماں تھا گویا غم نصیبوں کے لئے  
 بچ رہی تھی چین کی ہنسی رعیت شاد تھی  
 سب کچھ اپنا تھا یہاں میں جبکہ مت اپنی تھی  
 جس طرح آسودگی و عیش ہیں اب خستہ حال  
 ایک منزل میں چال و دوش تھے سادہ و سخی تھے  
 ڈالتے تھے ملک ملت میں بھلائی کی طرح  
 آئے تھیں عمل، مہینہ صدق و صفا  
 سب کو تھی تعمیر و صلاح وطن کی آرزو  
 بچہ بچہ دانش فرزانگی میں فرد تھا  
 مجھ و زنتار کی خوفنتہ پردازی نہ تھی  
 ہر طرف دیا تھے صلح و دوستی کے موجزن  
 صدق و اخلاص و وفائی کے سب آئین تھے  
 روز ہوتے تھے دہرے اور محرم تھے ساتھ  
 یا الہی سب پہلے کا رخا لے کیا ہوئے

اے شامی و خوش حالی بندہ عیش و نشاط  
 عیش کے جلسوں کے بدلے اب ہر بزمِ شہین  
 ہیں فلاکت اور خوش چلائی چھلے ہوئے  
 مغسی بے زوری کی ہر وہ پھیلی ہوئی  
 علم والے در بدر پھرتے ہیں روٹی کے لئے  
 بل رہا ہو خاکِ فحل میں جذبِ حبِ طون  
 اب نہ آپس میں محبت ہو نہ ربط و اتحا  
 نام پرندہ سب کے چلتی ہو سدا تلوار اب  
 اک طرف ہیں دین کے خادم تیرے ہوئے  
 مات دن یا قتل مغل ہو یا جلالِ جنگناک  
 بے طرح پٹی ہر طرح زندگانی کی بساط  
 مات دن نے یہاں آگے جاتے ہیں بین  
 گدھ ہوا دھرم کے پھرتے ہیں مسئلہ آہوئے  
 مکروہیاری کی ہر ہر سو ہو پھیلی ہوئی  
 ریل فن محتاج چٹھے ہیں انسگوئی کے لئے  
 ہیں فدائے ملکِ ملت کے لئے دائرِ کن  
 ہر طرف برپا ہو اک ہنگامہ شرم و فساد  
 زور پر ملت فردی کا ہو کاروبار اب  
 ایک جانبِ حرم کے سیوک میں ٹھکولے ہوئے  
 یادہ نقشہ تھا کبھی یا ملک کا یہ رنگ ہو

جی میں ہر جی بھر کے اس حالت پر ماتم کیجئے

جانِ بل صاحب کے قدموں کو دعائیں دیجئے

# تعلیم کا اثر ہندستان میں

سنستے ہیں کہ تعلیم سے ہو جاتے ہیں پیدا  
 رکھتی ہیں جو اقوام مندوں کے خصائل  
 جن قوموں کا شیوہ تھا ہمیشہ بدل جنگ  
 میں آج صفت اول ہند میں ملک  
 جن لوگوں کی غفلت تھی نفاق و بغض  
 اب نور و محبت سے فضا سب ہو وہ عمود  
 رہتا تھا جہاں خون کا بازار سرد اگر  
 تھا غارت و ماراج سدا جن کا طریقہ  
 لڑتے تھے جو با ہم دگر اب ہو گئے سب ایک  
 ہیں سامنے امریکہ دیورپ کی مثالیں  
 دیکھو تو حقیقت میں ہو تعلیم کا صدف  
 ہیں آج ترقی کی یہ جس آخری حد پر  
 انسان کی فطرت میں صفات ملکوتی  
 تعلیم کی برکت سے سدھ جاتی ہیں بھی  
 تصویر ہیں اب اشقی و صلح و صفا کی  
 کل تک جو گئے جاتے تھے آوارہ وحشی  
 اب ہو گئی تعلیم سے کایا پلٹ ان کی  
 تفریق و تعصب کی جہاں چھائی تھی ہلی  
 اب اس داماں کی ہر پرستار وہ بستی  
 اب صلح پسندان سے زیادہ نہیں کوئی  
 دشمن تھے جو آپس میں مہربان بن گئے بھائی  
 کرتی ہیں جو اس قول کی تائید بدہی  
 ورنہ یہ وہی ”آن سویلا نڑو“ ہیں وحشی  
 دنیا میں مثال اس کی ہیں مل نہیں سکتی



یہ ان کی امارت یہ لیاقت یہ سیاست  
 یہ ان کے خیالات یہ عادات یہ اطوار  
 باہم دگر ان کا یہ خلوص اور یہ ایشا  
 القصہ یہی ماننا پڑتا ہو کہ آج نہر  
 ہو جاتا ہو لیکن ہمیں اُس وقت تحیر  
 جو چیز ہو دُنیا کے لئے باعثِ رحمت  
 اُس شمع سے ہوا اپنا مکان تیرہ قارِ یک  
 جس شہد سے ہیں کام وہیں خلق کے شیرِ یک  
 جس نہر سے سرسبز ہیں دُنیا کی زمینیں  
 دنیا میں ہو تسلیم و تقلم کی بدلت  
 اور ہند میں تعلیم کی برکت سے ہو بہرِ مت  
 ہیں نہت نئے اسلوبِ قتال و جدلِ جنگ  
 دامن سے چھٹا قہانہ محرم کا بھی خون  
 ہولی ابھی بیٹھی بھی نہ تھی خاک اُڑا کر  
 مسجد کے نمازی ہیں کہیں متعبدِ جنگ  
 یہ ان کا تمدن، یہ ترقی، یہ تعلی  
 یہ ان کے مقاصد یہ مبانی، یہ بنیادی  
 یہ عزمِ جوی اور یہ اُمادِ دل کی بلندی  
 تعلیم اڑا اپنا دکھاتی ہو یقینی  
 جب ہند کی حالت پہ نظر جاتی ہو اپنی  
 افسوس کہ ہوا اپنے لئے وجہِ تبہی  
 جس شمع سے ہو نورِ فشاں محفلِ گیتی  
 اُس شہد میں ہوا اپنے لئے صبر کی تلخی  
 اُس نہر کے پانی سے یہاں خشک ہو گیتی  
 اعمال کی اصلاح، خیالوں کی درستی  
 افلاس میں ادبار میں محبت میں ترقی  
 ہر لحظہ ہوا اک معرکہ نو کی سناہی  
 میدان میں صفِ آگے صہرے تلخِ جہادی  
 پٹنے لگی ہر سمت بقرعید کی ڈگی  
 آمادہ خوں ہیں کہیں سندر کے بچاری

تبلیغ جائے ہو کسی سمت اکھاڑا      میدان میں صف آرا ہو کہیں شکر پاشی  
 ہو ایک طرف دین کی خدمت میں مقدم      ہو ایک طرف دھرم کا پالن بھی ضروری  
 دھو دسے بھی شاید نظر آئے گے دہل      ایسے کہ ہم جن میں نظر آئے صفائی  
 دل سوزی و بہد دی و اخلاق کا کیا ذکر      یا بندہ اعراض ہیں سب یا متفتی  
 چاہے بھی اگر کوئی فریقین میں سلجھائو      اک دوسرے سے بڑھ کے نظر آئے کا فائدہ  
 پھر لطف یہ کہ ان میں جو ہیں پیشرو ملک      سب نہیں کہ تعلیم و جن کی بہت اونچی  
 بی اے بھی بہت ان میں ایم اے بھی بہت پیا      ایسے بھی ہیں لئے ہیں ولایت سے جو ڈگری  
 سائنس کے ماہر بھی ہیں قانون کے بھی مرد      ہیں منتہی فلسفہ و نحو و ادب بھی  
 لیکن انہیں تعلیم سے پہنچا ہو ہی فیض      کرتے نہیں آپس میں یونہی تفوق سارے  
 ہر شخص نکالے گا یہی اس سے نتیجہ      تعلیم تو اک جو ہر خالص ہو یقینی

ہوتا ہو مگر ہم پہ جو اس کا اثر اُلٹا

ہو اصل سبب اس کا فقط اپنی غلامی

# ”غلامی“

غلامی کیا ہے اسے محکوم، جبر و ذلت و خواری  
 یہ ایک لعنت ہے غیبی مستطیل میں سے بڑی بھاری  
 وقار و غیرت و تمکین و عز و شان کی دشمن  
 یہ آسائش کی دشمن امن و اطمینان کی دشمن  
 قدم جس سرزمین ملک پر اس نے جمایا ہے  
 عمل اپنا وہاں سے عیش و راحت لے اٹھایا ہے  
 اثر ذرہ برابر ہی جہاں اس کی نحوست کا  
 کبھی سایہ بھی پڑ سکتا نہیں وہاں خیر و برکت کا  
 گرا دیتی ہے یہ انسان کو معیار شرافت سے  
 ہٹا دیتی ہے بالکل آدمی کو آدمیت سے  
 بشر صورت میں انسان ہے مگر حیواں سے بدتر ہے  
 بظاہر شیر ہے لیکن سگ بے جاں سے بدتر ہے

یہ دین و مذہب و ایماں سے بے گمان کرتی ہو  
 یہ ارباب تمیز و ہوش کو دیوانہ کرتی ہو  
 لطافت سلب کر لیتی ہو یہ عالی دماغوں کی  
 طراوت خشک کر دیتی ہو یہ سرسبز باغوں کی  
 بنا دیتی ہو بداندیشی یہ روشن خیالوں کو  
 مشادیتی ہو صدق و عدل کی زندہ مثالوں کو  
 سمجھاتی ہو یہ انساں کو فریب دے کر وعیتاری  
 سکھاتی ہو یہ اپنے بھائیوں کے ساتھ غداری  
 بہت مشکل ہو بچنا اس کی پیچیدہ لپیٹوں سے  
 یہ گردن باپ کی کٹوا کے دم لیتی ہو بیٹوں سے  
 عطا کرتی ہو کوتاہ متی بالا بلندوں کو  
 دکھا دیتی ہو یہ تحت الثریٰ رفعت پسندوں کو  
 محبت سے یہ جس کے سر پہ اپنا ہاتھ دھر دے گی  
 یقین جانو کہ اُس کو قبر ہی میں بند کر دے گی

شرافت ہو نہ عزت ہو محبت ہو نہ غیبت ہو  
 عذر اس ملک سے جس ملک میں اس کی حکومت ہو  
 بہم یہ دو دلوں کو اک جگہ ہونے نہیں دیتی  
 کہیں ہنسنے نہیں دیتی کہیں رونے نہیں دیتی  
 خدا ترسی و ہم دردی و احساسِ رواداری  
 یہ سب کی دشمن جاں سب کی جسمِ خانہ مساری  
 عمل کی قوتوں کو ردِ بکار آنے نہیں دیتی  
 کبھی بلوغِ مسرت میں بہار آنے نہیں دیتی  
 یہ مزدوری سے آگے اک قدم بڑھنے نہیں دیتی  
 یہ بامِ خروت و اقبال پر چڑھنے نہیں دیتی  
 بس اس کے راج میں افلاس ہو یا فاقہ مستی ہو  
 فلک سے ٹپ کے بدلے آگ ہر جانب برستی ہو  
 خدا کے نیک بندے دانے دانے کو پس آوارہ  
 سوا بے چارگی کے جن کا دنیا میں نہیں چارہ

سن اے ہندوستان اے ذلت و بکجک کے شیدائی  
 سراپا حسرت و غمبخت ہمہ تن خوف و ہراس  
 سن اے جہل و تعصب اے فساد و شر کے موالے  
 ہوا و حرص والے کینہ و بغض و حسد والے  
 اگر گھبرا گیا ہو اب ترا جی قعر پستی میں  
 اگر ہونا ہی تجھ کو رونما دنیائے ہستی میں  
 اگر تو چاہتا ہو تجھ کو دنیا آدمی جانے  
 اگر تیری یہ خواہش ہو زمانہ تجکو پہچانے  
 اگر تو چاہتا ہو صاحبِ سیف و تلم ہونا  
 اگر ہی تجھ کو اہلِ رایت و طبیل و علم ہونا  
 اگر گھٹنے لگا ہو دم ترا کُنجِ مذلت میں  
 اگر ہونا ہی تجھ کو گامِ زن راہِ سعادت میں  
 اگر اکتا گیا ہو بندشِ طوق و سلاسل سے  
 اگر آزاد ہونا چاہتا ہو واقعی دل سے

اگر تو چاہتا ہو تیرا قبضہ جسے جو برپا ہو  
 اگر خواہش ہو تیری مالک دیریم و افسر ہو  
 تو اٹھ اور توڑ دے جہل و حماقت کی یہ پنجیریں  
 پلٹ جا اور پلٹ دے عالم امکاں کی تقدیریں  
 تعصب چھوڑ دے تفریق کی بنیاد کھد وادے  
 یہ دیوارِ دہائی جو درمیاں میں ہو اسے ڈھا دے  
 کہاں تو اور کہاں یہ سب سے دور تار کے پھندے  
 خودی چھوڑ اور خدا کو مان اے اللہ کے بندے  
 دکھاوٹ ہو چکی خود بینی و عجب و رعونت کی  
 نمائش چاہئے اب عقل و ایثار و صداقت کی  
 دکھائے تو نے برسوں زخمِ پشت و ہاز و دسر کے  
 بس اب ہتھیار رکھ دے لڑ چکا بس خوب جی بھر کے  
 بہم اس سر پھنٹول پر بہت کچھ واہ و اہ ہولی  
 عدو خوش ہوئے احباب میں آہ و بکا ہولی

بہت ہنسوا لیا اپنی حماقت پر زمانے کو  
بس اب جتنی بتا بارود کے اس کارخانے کو  
وگرنہ یاد رکھ وہ وقت اب جلد آنے والا ہو  
کہ تو لوح جہاں سے یک قلم مٹ جانے والا ہو



## علم کی ضرورت

جہاں میں ہر طرف ہو علم ہی کی گرم بلندی	زمین سے آسمان تک بس اسی کا فیض ہو جاری
یہی سرچشمہ اصلی ہو تہذیب و تمدن کا	بغیر اس کے بشر ہونا بھی ہو اک سخت بیماری
بنانا ہی یہی انسان کو کامل ترین انسان	سکھانا ہی یہی اخلاق و ایشارہ و رواداری
یہی قوموں کو پہنچانا ہی نام ارج و وقعت ہے	یہی ملکوں کے اندر بچھونکتا ہو روح بیداری
اسی کے نام کا چلتا ہو سکہ سارے عالم میں	اسی کے سر پہ رہتا ہی ہمیشہ تلج سرفرازی
اسی کے سب کرشمے یہ نظر آتے ہیں نمایاں	اسی کے دم سے ذوق عالم امکاں کی ہوسلاری
یہ لاکھ، یہ ٹیلیفون، یہ ریلیں، یہ ٹیلے	یہ زیر آب و بالائے فلک انسان کی طراری
حد و استواء قطبین سے ہیں ہو گئے مدغم	کہ ہو اسبغ نمکوں جیسے گھر کی چار دیواری



سمندر ہو گئے پایاب صحرائں گئے گلشن . کی سائنس نے بھی اعتراف مجز و ناچاری  
بخار و برق کا جوار شکر ہو اب آبادہ . اگلو اے زمین و آسمان کی و تیس لاری

غرض چاروں طرف اب علم ہی کی بادشاہی ہو

کہ اس کے بازو دوں میں قوت دست الہی ہو

نگاہ غور سے دیکھو اگر حالات انسانی تو ہو سکتا ہو حل یہ عقدہ مشکل با سائنس  
وہی قومیں ترقی کے مارچ پر ہیں فانی تر کہ ہر جن میں تمدن و سیاست کی فراوانی  
اسی کے زعم میں ہو جرمی پتہ پتہ تفاخر پر اسی کے زور پر مرتح کا ہمسری جا پانی  
اسی کی قوت بازو پہ ہو مغرور امریکہ اسی کے بل پر ٹرکی ہو رہا ہو رستم ثانی  
اشارے پر اسی کے نقل حرکت ہو سبائی کی اسی کے تابع فرمان ہیں روسی و ایرانی  
اسی کی جنبش ابد ہو انگلی بند کاغذہ اسی کے میں سب آدے فراہمی البانی  
کوئی ملک اس میں نہیں جو ہو مرد و زن و  
بغیر اس کے جو رہنا چاہتے ہیں اس بلے میں سمجھ لکھیں خاناں کے لئے ہو حکم ربانی  
نا نہ پھینکے گا خود انھیں قہر لکھتیا وہ پہنچے ہاتھ سے ہوں خود اپنی قبر کے بانی

دل نے میں جسے ہو صاحب فتح و ظفر ہو

ضروری ہو اے علم و ہنر سے بہرہ ور ہونا

حقی کی گھلی ہیں شاہراہیں دہریں ہر سو  
 چلے جلتے ہیں آڑے ٹھسلا بن خلک سیریا  
 گونے لے جا رہے ہیں مہروں کو چھوڑتے بھیجے  
 کمر بند ہے ہوتے دن رات چلنے پر ہیں آمادہ  
 الگ رہ کر خیالِ رحمت و احسانِ احسن سے  
 مگر ہم ہیں کہ اصلاً حس نہیں ہم کو کوئی اس کی  
 جہاں پہلا قدم رکھا تھا روزِ اولیں ہم نے  
 یہ حالت ہو کہ ہم پر بند ہو ہر ایک دروازہ  
 نظر آتا ہی تہذیبِ تمدن سے جہاں ملو  
 خراجِ تہنیت لیتے ہوئے کرتے ہوئے جاؤ  
 کبھی ہوتا ہے صحرایِ استقرار کا کبھی ٹاپو  
 دماغ انکار سے اور دل فوراً شوق سے ملو  
 لگے ہیں اپنی اپنی فکر میں باغِ طریک سو  
 ہمارے پائے ہمت ان ماضی میں ہیں بے قابو  
 نہیں سر کے اس لیے اصلی مرکز سے بقدرِ مو  
 نظر آتا نہیں ہرگز کوئی امید کا پہلو

مگر و احسرتا پھر بھی ہم اپنے زعمِ باطل میں  
 سمجھتے ہیں زمانے بھر سے آگے خود کو منزل میں

ضرورت ہو کہ ہم میں روشنی ہو علم کی پیدا  
 ہمیں معلوم ہو حالات اب کیا ہیں نہ مانے کے  
 جو ہستی میں تھے اب جلوہ گر ہیں باہرِ فوت پر  
 ہماری خوبیاں میں رسولِ چھپیں ہیں ہم سے  
 رواداری، اخوت، دوستی، ایثار، ہمدردی  
 نظر آئے ہیں بھی تاکہ اصل حالتِ دنیا  
 ہمارے ساتھ کا جو قافلہ تھا وہ کہاں پہنچا  
 جو بالکل بے نشان تھیں آج ہر ان کا ظمِ برپا  
 زمانے لے رہے ہیں آنا بھجھو ڈاکر دیا سنگا  
 خیالِ ملک و ملت، دردِ قوم، اندیشہٴ فردا

یہ سب جو ہر نسل کے کئی لے واکھوئی بنے ہیں خوبی قسمت جو اب غیر کا جتنا  
 اگر ہو جائیں راضی اب بھی ہم تعلیم کی خواہاں تو کہتے ہیں اب بھی ملک میں ہم زندگی پیدا  
 بہت کچھ وقت ہم لکھو یا ہو لیکن اس پر بھی اگر چاہیں تو کہیں پیش رو کو اپنے ہم پسما  
 ٹھکانا کر دیا ہو گا ہلی لے گو ہمیں لیکن رگوں میں بھاری ٹھکانا بھی تک دوڑتا پھرتا

کوئی مخفی حرارت گرہا ہے دل کو گرما دے

ہمارے جسم میں پھر زندگی کی روح دوڑا دے

وطن والو بہت غافل ہے اب ہوش میں آؤ اٹھو بیدار ہو عقل و خرد کو کام میں لاؤ  
 تمہارے قوم کے بچوں میں ہی تعلیم کا نفاذ یہ گھٹی سخت پیچیدہ ہے اس کو جلد سلجھاؤ  
 یہی بچے بالآخر تم بھوں کے جانشین بن گئے تم اپنے سلسلے جیسا انھیں چاہو بنا جاؤ  
 بہت ہی رنج وہ ہو جائے گا اس وقت کی غفلت کہیں ایسا نہ ہو موقع بیکل جانے پہ پھٹناؤ  
 یہ ہو گا یا ہم دوچار اس کو کر نہیں سکتے خدا را تم بھی اپنے غرض کا احساس فرماؤ  
 یہ بوجھ ایسا نہیں جس کو اٹھالیں چار چولہے سہارا دو سہارا دو سرس سے اس میں لٹاؤ  
 جو ذی احساس ہیں حال کو تم حدتیں لگاتی جو بے پروا ہیں ان کو جس طرح ہمارا طرف لاؤ  
 غرض جیسے بھی جس شکل سے بھی ہو یہ لازم ہو تم اپنے قوم کے بچوں کو اب تعلیم دلاؤ

اگر تم مستعدی کو بنا لو گے شعرا اپنا  
یقین جانو کہ مستقبل ہی یہ دشان دار اپنا

خداوند! دعاؤں میں ہماری ہوا فر پیدا  
ہمکے سائے خواہید ہوئی بیدار ہو جائیں  
ہیں احساس ہو ہم کو کون کونجے اور آج ہم کیا ہیں  
ملارکھا، اپنے جو ہر قابل کو مٹی میں  
اگرچہ ہیں تو ہم کل وطن کی دم میں کل دیں  
نظارہ ہو ہم اک تو وہ ہیں بالکل اکھ کا لیکن  
وطن کا نکبت افلاس کھو دیں ہم شائے میں  
ہم اس منزل کے آخر پہنچ کر باقیں ہم ہیں  
شب غفلت ہماری پھر کہے لو بھر پیدا  
سبر لو ہو پھر ان میں زندگی کی کرو فر پیدا  
کریں ماحول ملکی کے لئے گہری نظر پیدا  
ہم اب بھی خاک سے کر سکتے ہیں مل گہ پیدا  
ہزاروں موتیں کر سکتے ہیں ہم کار گر پیدا  
اگرچہ ہیں تو خاکستر سے کر دیں موثر پیدا  
جہاں ٹھوکر لگا دیں ہو وہیں سے کان نہ پیدا  
اگر کچھ تازہ دم ہو جائیں اپنے ہم سفر پیدا

جو کوشش متدہ ہو کر کہیں اک بار ہو جائے

یقین ہی ملک کی قسمت کا بیڑا پار ہو جائے

## شدھی و تبلیغ

چھوٹا عالم جس کی فطرت میں ہو تبلیغ نفاق  
 دیکھ سکتا تھا بھلا کب ہند کا یہ اتفاق  
 یک بیک آئی صدا شملے سے ایسی کان میں  
 آگئیں سب ڈاڑھیاں اور چوٹیاں ہیجان میں  
 جم گئے میدان میں ہندو و مسلم کے پرے  
 سب دکھانے لگ گئے بڑھ بڑھ کے اپنے پیترے  
 اک طرف شدھی کے متوالے بھجن گاتے ہوئے  
 اک جانب پرچم تبلیغ لہر لے ہوئے  
 ایک جانب دھرم رکشک دیس سیک پوجیہ پاد  
 یعنی پنڈت جی سراپا جہل دسرتا پا فساد  
 ایک جانب حامی اسلام و شرع و ملک و دیں  
 یعنی مولانا نے قبلہ حق کش و ہٹل گزیریں

اک طرف گنومترا، الٹی، موصوب اور پانی کا زور  
 اک طرف خنتوں کے سامان اور مسلمان کا زور  
 ایک ہلڑ مچ گیا اک شور برپا ہو گیا  
 یا الہی یہ ابھی کیا تھا، ابھی کیا ہو گیا  
 ہو گئی کشتِ امان و عافیت یک سرتباہ  
 آگئے بغض و حسد، جہل و تعصب و دہراہ

---

ملک میں تھے مسلمان حامیان اتحاد  
 لڑائیاں لے لے کے میدان میں سرگرم جہاد  
 تھے جو مشہور زمانہ مصالح ملک و وطن  
 ہیں وہی حق کے مقابل آج مصروفِ بزن  
 لوگ نادانی سے بچے تھے جنہیں احرار ملک  
 آج ثابت ہو رہے ہیں سب وہی، غدار ملک

---

آہ اے ہندوستان اے بد نصیب اے نامراد  
 تیری قسمت میں نہیں میث وفاق و اتحاد  
 یہ ترے پیارے جنھیں پیار اس قدر کرتا ہو تو  
 جن کے اشارہ حیل و صدق پر مرتا ہو تو  
 آتیں کے سانپ ہیں درپڑ ہیں تیری جان کے  
 ہیں یہ دشمن تیری عورت کے ترے ایمان کے  
 تو جنھیں اپنا بھتا ہو یہ بے گالے ہیں سب  
 پیٹ کے کتے ہیں لای عقل ہیں دیولے ہیں سب  
 دیوتا تیرے شعلے کو ہیں منہ کھوے ہوئے  
 تیرے سیوک تیرے سر پر ہیں تیرے ہوئے  
 میں یہ ڈرتا ہوں کہیں برباد ہو جائے نہ تو  
 نذر جہل و فتنہ و افساد ہو جائے نہ تو

---

دقت ہو اب بھی ذرا کہ دے انھیں لٹکار کے  
 ورنہ کھا جائیں گے بھوت ان کو سمندر پار کے

# آئینِ جدید

(یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو نافذ کیا گیا)

ہند کے سر پر تسلط ہو گیا آئین نو      مکر و استبداد کی چوٹی سے فرما کر نزول  
 مغربی کاغذ تراشوں نے کلمہ پیش لکھی      صرف کی ہوتی بنا پایا ہی بیخوش رنگ بھول  
 یہ وہ نسخہ ہی جو بیمار تو اناس کے لئے      رہنمائی کر سکے گا تا بہ سرحدِ ذبول  
 یہ وہ چشمہ ہی کہ جس کے سامنے آبِ حیات      اپنی خست اہل حق کے واسطے جاگ بول  
 جانِ بلِ صاحب ہیں کتنے شکر یہ کے حق      دے دیا ہندوستانی وحشیوں کو ہوم اول  
 اُن کا فرمانا اگر سچ ہو تو سچ کہتے ہیں وہ      یہ نعمت ہی بہت مُشوار تھا جس کا حصول  
 ہو حکومت کی یہ فیاضی بہت ہی شاندار      اس رعایا پروری پر دنگ ہو عقلِ مغل

ان کو حیرت ہو کہ اتنی خوبیوں کے باوجود      ملک اے کس نے ہیں اس کے اجڑا سے طول  
 کس لئے دھرتی ہیں اس کے نام سے کانٹا ہوا      کیوں نہیں کہتے بلا چون چلا اس کو تسبورا  
 خیر مقدم ہو کہیں اس کا سیہ پرچم کے ساتھ      ہو کہیں ہڑتال کی صورت میں اظہارِ عدول  
 ہو کہیں جالوں میں پاس اس کے لئے لغت کا ڈھ      ہو جالوں میں کسی جا اس کے سر پر خاکِ مھول



کوئی دیتا ہے اسے تشبیہ خارتان سے کوئی کہتا ہے اسے بے سیاست کا بھول

نہیں یہ کہتا ہوں یہ سب ہنگامہ بخت نزع دیکھئے چشم حقیقت تو ہے بالکل فضول  
ملک والوں سے حکومت کی ہے یہ اک دل لگی  
آج اس کو حق بھی ہے اس کا کہ ہو نہ اپریل فول

## بنت

بنت آیا ہے سرور و عیش و کامرانی ہے  
ہر اک پتہ ہر اک گل مجھ آرائش ہو گلشن میں  
بہم دیگر مبارکباد کا غل ہے و احب میں  
مگر یہ سب سرت اور خوشی ارباب ظاہر کی  
جنہیں ہے کچھ بھی ہنستان کی حالت کا اندازہ  
ہمارے ملک کی بدقسمتی اب اور کیا ہوگی  
جدھر دیکھو سرت ہو خوشی ہو شادمانی ہے  
عنادِ لہر و زن ہیں قمریوں میں نفس خوانی ہے  
کہیں جلسہ کہیں در شراب ارغوانی ہے  
بگاہ دور میں ہیں اک ہلاکت کی نشانی ہے  
انہیں یہ سب سرور و کیف ہے سرگرائی ہے  
کہ اتنی فی صدی کو یاش دانہ ہو نہ پانی ہے

کر ڈروں آدمی ہلے مجاہدیں فاقوں سے  
 کبھی نے یہاں تھے میں کے سستی کے  
 پھر اس پر کثرتِ امراض قبر آسمانی ہے  
 گویا توجہ دے سنئے صدائے لہجہ خوانی ہے  
 کوئی گھر بھی اگر ڈھونڈو تو نکلے گانیاں ہرگز  
 جہاں صلی سترت اور حقیقی شادمانی ہے

سنا ہے ہو رہا ہے اہتمامِ مجلسِ شاہی  
 یہاں دلی نہیں ہے پیٹ کو مرتے ہیں فاقوں سے  
 یہ گویا دوسری ہم پر بلائے ناگہانی ہے  
 وہاں چند نکلے ان کو دوسری نیا بسلانی ہے  
 وہاں سکی وائٹ ہارس کی ندی بہانی ہے  
 یہاں تہِ نظیرِ خسار کی سُرخ دیکھانی ہے  
 یہاں جو جسم میں رنجِ دالم سے خون بھی عطا  
 یہاں ثابت لنگوٹی بھی نہیں ہے جسم پر اپنے  
 وہاں دھاک ان کو اپنی جامہ زیب کی ٹھانی ہے

نہ معلوم اس عذابِ دلیلی سے کب رہا ہوں گے

حکومت سے جدا نہ آکے یہ چنگیز خانی ہے

# اسمبلی کا الکشن

یجلیٹو الکشن کی ہر سو گرم بلاری  
 اسی لفظ پہ کھنچ کر آگئی ہیں تو تیس ساری  
 فضا نے ہند میں ہنگامہ برپا ہو قیامت کا  
 جسے دیکھو مرقع بن رہا ہو یاں حسرت کا  
 یہی چرچا ہی مذکور ہر اک کی زباں پر کم  
 زبیں پر ہو وہ غوغا شور جیلاں اسماں پر ہو  
 دور وید میں صفیں آراستہ بد مقابل ہیں  
 الکشن کیا ہو خونیں سر کر ہو حق و باطل میں  
 ادمی کو کانگریس بے یار و بے غوار و بیلاؤ  
 حکومت کی ستانی، اہل سرمایہ کی ٹھکرائی  
 پریشان خاطر و آشفتہ حال فدا و فاسد  
 حوادث اور مصائب ہم دھمازا ہیں جس کے  
 لکھی ہو قید و بند ابتلا جس کے مقدر میں  
 گمراہی کے فدا کی گودہ ہیں بے انتہا خستہ  
 مصیبت کے پریشان بھوکے پیاسے ٹھنڈے کدے  
 نہ کٹل ہو نہ چادر ہو نہ تکیہ اور نہ کھونا ہو  
 یہیں ہو ہیں گھٹنے دوڑتے ان کی گولے تے ہیں  
 اسی لفظ پہ کھنچ کر آگئی ہیں تو تیس ساری  
 جسے دیکھو مرقع بن رہا ہو یاں حسرت کا  
 زبیں پر ہو وہ غوغا شور جیلاں اسماں پر ہو  
 الکشن کیا ہو خونیں سر کر ہو حق و باطل میں  
 نالے کی ٹکڑیاں ہیں گئی جس کی نہیں پلاؤ  
 نہ زور نہ زور نہ جس کے پاس کچھ زور نہ توانائی  
 شکستہ بریختہ ژویدین یعنی ظاہر افسردہ  
 غم و اندوہ و آوارہ الم دم سانی ہیں جس کے  
 کہیں جس کے لئے اس نہیں ہندستان میں  
 کسی حالت میں ہیں اس کی خدمت پر کڑوتے  
 برہنہ جسم ننگے پاؤں محنت کے ٹھکے ہارے  
 نہ چھی طرح کھانا ہو نہ پوری نیند سنا ہو  
 مشتعل ہماراں ہیں وہ محنت کے ڈرے تے ہیں

جیسے پھتا ہو در در جذبِ حُبِ وطن ان کو      لگی ہو دیش کو اُدھار کرنے کی لگن اُن کو  
 ہی دُمن ہو کہ زنجیرِ غلامی اس کی کٹ جائے      کوئی ایسا جن ہو ملک کی قسمت چٹ جائے

اگرچہ سادہ بے رنگ بہو زبیاں ان کی      مگر لبریز ہو درد و اثر سے داتاں ان کی  
 زباں ہو گرچہ بالِ ٹیٹھ، لہجہ بھی ہو ہمتانی      مگر دل میں اُتر جاتی ہر بات ان کی ہمتانی  
 نایندہ وہ ایسا چاہتے ہیں ملکِ ظالوں کا      جسے معلوم ہو دکھ درد بھی کچھ خستہ حالوں کا  
 جسے کچھ رحم ہو ان یکسِ مفلس کسانوں پر      مصیبت ہی مصیبت ہو سدا جن بے زبانوں پر  
 جو دنیا کے ہر اک آرام سے محروم ہوتے ہیں      ہمیشہ فکرِ قرض و سود میں منغوم رہتے ہیں  
 ہی جن کی آبرو بالِ زمینداروں کے پنجے میں      کچھے ہیں جو لگان اور آبپاشی کے گلے میں

تو جس جن کو ہو کچھ ان جھلے ٹوک رہے دلوں کو      کہ ہر چھائی ہوئی باتوں کی روی جن کے کالوں کو  
 لنگھتی بھی نہیں جن کو میسر تن چھپانے کو      کہاں کی اڈٹنے کو فردا اور تو شکست کھانے کو

جسے احساس ہو کچھ ہند کی موجودہ پستی کا      جسے غم ہو کچھ اہل ملک کی فردہ پرستی کا  
 جو یہ جلتے لگتے ہیں اس بے لگ پستی میں      جو یہ جلتے لگتے ہیں اس بے لگ پستی میں

جو یہ جگہ لے کر جا لے تا پھر کونکر گزرتے ہیں  
یہی ٹیٹے ہیں ان کی یہی وہ سب کتے ہیں  
بظاہر ہر جگہ مفقود ہیں آسانیاں ان کو  
نہ وقت سے ہیں غایب اور نہ وہ کچھ ظاہر ہیں  
نہ ان میں ہیکڑی ہو اور نہ غصہ ہو نہ لالچ ہو  
لگے ہوں کتنے ہی ڈھیران کے آگے گوہر زر کے  
یہی جذبہ ہر سب میں ان کونویسروں یاد کر  
یہی حالت ہو ان کے دو ٹوٹوں کی بھی کہ بچا رس  
ضرورت ان کو گاڑی کی نہ گھوڑے کی نہ موٹکی  
کوئی ستو کوئی گڑا اور چنے ہمراہ لاتا ہو  
اگرچہ وہ ہزاروں بچ میں لائے بھی جاتے ہیں  
میتے جاتے ہیں اگرچہ یکڑوں جھوٹے غریب ان کو  
گمان کا ضمیر ان کو کہیں جاتے نہیں دیتا  
وہ آتے ہیں یہی اپنے گھروں سے فیصلہ کر کے  
جو یہ جگہ کہ کتنے آدمی بے موت مٹے ہیں  
اسی کے طے ہر قسم کی تکلیف ہوتے ہیں  
بنار کھا ہوا لیکن عوم لے کو وگراں ان کو  
دوسروں پر ناقب ہیں یہ معلوم مثالب ہیں  
بس اپنے رہنما کی جستجو ہر اک یہی بچ ہو  
بھلا ممکن ہو کوئی دیکھ تو حائے نظر بھر کے  
پہنچنا چاہتے ہیں منزل مقصد پہ مرمر کر  
چلے آتے ہیں غش خوش اپنے اپنے کاؤں سے سار  
پیلاہ پاپا چلے آتے ہیں جیسے فوج بے سر کی  
کھانا ہر کچھ اوروں کو بھی کچھ خود بھی کھانا ہو  
تشد سے ڈرائے اور دمکائے بھی جاتے ہیں  
بھلے جاتے ہیں صد ازاران کا لشیب ان کو  
کسی کے ڈاگری کے خوف میں آئے نہیں دیتا  
کہ واپس جاتیں گے ملک وطن کا حق ادا کر کے

بلا ضرر میدان کچا کچ نہ ہو مسلم کنڈیڑیوں سے  
 پرستار امتثال معصیت کے کبر و نخوت کے  
 نہ جن کو ملک کی پروا نہ جن کو قوم سے مطلب  
 نہ جن میں قابلیت ظاہر کوئی نہ علمیت  
 نہ کوئی دوسری ہی ملکی و قومی خصوصیت  
 کریں گے کونسل میں فرض ادا قومی نیابت کا  
 اسی دلی خطا پوشی پہ ہر نازِ گنہ گاری  
 فسادِ مہم کی بو آ رہی ہے جن کے پیٹوں سے  
 پنجاری عترتِ طاغوت کے بندے حکومت کے  
 نہ مذہب کے نہ جن کو کچھ صلوة و صوم سے مطلب  
 نہ کوئی دوسری ہی ملکی و قومی خصوصیت  
 کریں گے کونسل میں فرض ادا قومی نیابت کا  
 اسی دلی خطا پوشی پہ ہر نازِ گنہ گاری

خدا کے فضل سے کنویر دور کر بھی ایسے ہیں  
 انھیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہوا آدمی کیسا  
 نیابتِ قوم کی کاہر اہم ہے وہ یہ کیا جانیں  
 انھیں پروا نہیں گو قوم کا تختہ الٹ جائے  
 نہ پڑے کے زور سے جو کام ان سے چاہئے لیجے  
 اسی کے ساتھ ہیں جس کی گرہ میں چار پیسے ہیں  
 اسی کے بل فرماں ہیں ان کو جو دے پیا  
 وہ اپنے پیٹ کو کھیں کرباتِ ایمان کی نہیں  
 بس اتنا چاہتے تھوڑا سا ان کا وقت کٹ جائے  
 وہ کٹ پٹی ہیں سیوا ان کو رکھنے یا الٹ دیجے

ادھر وہ ٹر ہیں کچھ کنویروں سے بھی ہوا کمال  
 سوالِ زرد ہاں ہے پرسشِ حالات سے پہلے  
 وہ ہیں سب سے زیادہ سورہ فاشس کے عامل  
 ضروری ہی ہے اک بات بس ہر بات سے پہلے

انہیں اپنے فرائض کا کوئی حس ہی نہیں باقی      بقوت ان میں ایمانی جذبہ ان میں اخلاقی

سربازانہ سچی جا رہی ہیں قوم کی دلائیں      وہی اس جنس کا مالک ہو جس کے دام بڑھ جائیں  
وہ رائیں سلطنت کا مول کم ہون کی قیمت سے      وہ رائیں تخت بھی جو چین سکتی ہیں حکومت سے  
وہ رائیں جن سے ملک قوم بنتے اور گڑتے ہیں      وہ رائیں جن کے بل پر سلطنت میں بیچ پڑتے ہیں  
وہی انہیں ہیں جن کا اس طرح نیلام ہوتا ہو      سرک پر چلک ہیں یوں جن کا سودا عام ہوتا ہو

کوئی کہتا ہو مہم دہش اپنے قبیلے کے اُسے دیں گے      کہ جس کے دوسرے کے واسطے کافی رحم لیں گے  
کوئی کہتا ہو موضع میں کنواں ہی ضروری ہو      جو تعمیر اس کی کرے گا اسی کی بات پوری ہو  
کوئی کہتا ہو ہستی کی مساجد ہیں بہت خستہ      جو بنوائے گا ان کو صاف ہو اس کے لئے رستہ  
کوئی کہتا ہو وہ ٹائٹل شخص کو دلو لے گا بندہ      جو دے گا مقبرے کے واسطے کافی انہیں چندہ

غرض یہ ہیں بے صبر کج فرج کر کے دوش پا کا      تو ظاہر ہو کہ کیسا آدمی کونسل میں جائے گا  
پھر ایسا آدمی جو کچھ کرے گا وہ بھی ظاہر ہو      کہ جو نیلے میں ہاں ہو وہ لینے میں بھی ہاں ہو  
جو لے سکتا ہو مل لڑیں کو کر کے سیم زبانی      وہ بک سکتا ہو خود بھی غیر کے ہاتھوں باستانی

مگر یہ تو وہ سوچے جس کی کل ہی فردی کچھ ہو یہاں اپنے سے مطلب طاعت اپنی قوم کی کچھ  
یہاں تو اس نے مطلب ہو جو صہبائی بنوا ہے پھر اس کے بعد گو دنیا کی ساری جدیں ٹھاٹھ

یہ ہوس قوم کی ناپاک ذہنیت کا افسانہ کہ جس کے پاس تھا حریت آرا کا پرانہ  
نمونہ ہی یہ اُن افراد ملت کے دماغوں کا اُجالا تھا جہاں میں جن کی انش کچھ اغوں کا  
کبھی تھا شش بہشت میں غلغلہ جن کی صداقت کا سبق دیتے تھے جو دنیا کو ایمان و دیانت کا  
کبھی تھے جو علمبردار تہذیب اخوت کے علائقہ جو دعوے دار تھے حق کی حمایت کے  
سردبار شاہوں کو بھی جو دھتکار دیتے تھے خزانہ کیوں ہو اس پر بھی ٹھوکر مار دیتے تھے  
ہزار افسوس اتر آئے ہیں یوں اسحق لٹوئی کہ ایساں دم بخود ہوان کی ماس خاق نبوتی پر

مُن لے بے وقعت بے غیرت خوار و زہولم سن لے حق ناشناس شر پسند و سرنگولم  
یہ تو رقبا جو ہر وقت رد و ناپا اپنی پستی کا عوض تیرے لئے ہو یہ تری باطل پرستی کا  
تری قیمت کی کتنی ہو جو گرداب تباہی میں یہ غم جو تری نیت کا درگاہ الہی میں  
مستطایں جو تجھ پر اغتیں اذبار و ذلت کی سزا ہو یہ تجھے پامانی احساس ملت کی  
یہ ٹو جو کر جو نکلوں ہو ہر ہا ہر منسوب ہیں یہ پاداشِ عمل تیرے لئے ہو ملک و مہم



یہ تجھ کو نہ ہو شکوہ اس قدر اپنے عقد سے  
 یہ ہمارے لئے ہے اہل کائنات کے گھر سے  
 یہ تجھ میں ہو جو فقدان اس قدر احساس میں لیاں  
 یہ ہمیں بھی ہے غائب اللہ کے ہے حسیانِ طغیان  
 غلط ہیں سب یہ کہے جس قدر ہیں تجھ کو فیروں سے  
 کہ خود ہمارے گراہی کو کنوئیں میں اپنے ہیروں سے  
 تیرے ہی سب یہ ہیں کر توت تو اب کچھ دانا ہو  
 ارے نادان کیوں ٹھنت آبرو اپنی ڈلو تا ہو

— (۰۰۰) —

## بُرشِ حکومت

نہ لوچو ہم نشینوں پر کہیں بُرشِ حکومت کی  
 بہت ہی سامعہ پر ہے لذت اس حکایت کی  
 حکلی خاصِ حمت آج کل ہو مہرباں ہم پر  
 کہ انگلستان جیسا نیکل ہو حکمران ہم پر  
 ابھی تک تھا لٹیروں ہی سے گویا سابقہ اپنا  
 مگر اس کی شرافت نے تو بالکل کر لیا اپنا  
 ہمارے حال پر اس کی یہ ہمد زنی و غم خواری  
 حقیقت میں جو ایک مخصوص فضلِ ایندو باری  
 ہماری ہر پریشانی اُسے سامانِ رحمت ہو  
 ہماری ہر خوشی اس کے لئے پیغامِ رحمت ہو  
 ہمارے نفع و نقصان پر ہمیشہ ہو نظر اس کی  
 ہمارے حق میں ہر اکہم کو شہد و شکر اس کی  
 ہمارے واسطے جس شومی ہو خطرات کا اہل  
 ہمارے سامنے لائی نہیں جاتی کسی مزاں

ہماری خدمت کی بات کوئی پائی جاتی ہو ہمیں مجبور کر کے وہ عمل میں لائی جاتی ہو  
 بہت سی ہیں وہ باتیں جو ہمارے دل میں جھپٹیں  
 اگر ہم کار بندان پر کئے جائیں بدبختی سے  
 یقیناً مخوف ہو جائیں راہ نیک بختی سے

ہمارے واسطے تعلیم کا ہر انتظام ایسا  
 ہمارے کو رکھتے ہیں گو سب لوگ ناموزوں  
 کہ موجودہ فضلہ کے ہند کے بالکل موافق ہو  
 لہذا اس بات کا اس میں ہوتا ہوا شدت کے  
 بڑے جذبے ہمارے دل میں پیدا نہیں کیے  
 سکھائی جاتی ہو تعلیم ہم کو حکمرانوں کی  
 حکومت کے خلاف اک بات بھی ہم کہہ نہیں سکتے  
 ہم اپنے محنتوں کو کوئی دھوکا دے نہیں سکتے  
 ہمارے دل میں آزادی کی لہر کی نہیں کٹیں  
 وطن کے نام پر ہم جیل خانے جا نہیں سکتے  
 حکومت کے بغاوت کا لالہ کر نہیں سکتے  
 کہ نامکمل تھا بالکل عہد پیش میں نظام ایسا  
 مگر سو وہ ہمارے واسطے بے انتہا موزوں  
 نسل کے کا جو کچھ ماحول ہو اس کے مطابق ہو  
 کہ ہم شے نہ پائیں جادہ خلق و شرافت سے  
 بدی کا بیج ہرگز دل میں اپنے بونہیں سکتے  
 بٹھائی جاتی ہو بیت دلوں پر پاسانوں کی  
 زبردستی چھری اپنے گلے پر دھر نہیں سکتے  
 یقیناً نام بھی ہم سرکشی کالے نہیں سکتے  
 کہ اسپین باری روح کو گرا نہیں سکتیں  
 کسی مفید کے بھر کالے نہیں ہرگز نہیں سکتے  
 کوئی کام اپنی ہمت سے زیادہ کر نہیں سکتے

ہیں کما حقہ نہیں جو ملک الہی کو جونی بھی  
 ہمیں کیا ہو اگر اہل وطن پامال ہوتے ہیں  
 ہمیں طلب نہیں کچھ ملک سے اور ملک والوں سے  
 کسی کے درد دکھ میں ہم مدد کو بڑھ نہیں سکتے  
 ابھی تک ہم نے تو بس یہ پڑھا ہے اپنے پتھر سے  
 اطاعت الہی کی گواہی تعالیٰ کی اطاعت پر  
 ہیں کیا نہیں جو ہم پان کے لگوئی بھی  
 ہمیں کیا فرق و فائدہ سے اگر بے حال ہو ہیں  
 کفرت ہی میں اس قسم کے گندے خیالات سے  
 علاوہ کوئی کہ کوئی سبق ہم پڑھ نہیں سکتے  
 کدھت بن کے انگریز آئے ہیں اللہ کے گھر سے  
 جو ان سے مخرف ہو باقی صدق و دیانت پر

کتاہوں میں طاری کچھ نہیں ہوتا سوا اس کے  
 نہ ہوتا ہر قوائے ذہن کا نشوونما ان سے  
 ہمیں ہوتی نہیں ہرگز تمیز نیک و بد حال  
 کہ سولہ سال مٹی کر کہیں ہم عمر ناقص کے  
 نہ تھا ہر دماغی طاقتوں کو ارتقا ان سے  
 بس اتنا ہو کہ کہہ دیتے ہیں گانج سے سدھال

لگاری ال گئی قسم کا گرو صاحب کے انڈیا  
 غم امرو ز و فردا کی کوئی پروا نہیں رہتی  
 داخل میں محفل ہیں ہی ہر عمر میرا اپنے  
 فنا ہوا شہید جی حضور ہی ہر شعلہ اپنا  
 گرو جاتی ہر اطمینان سے عمرانی دفتر میں  
 ہمیں فنیائی کوئی فکر ہی اصلاً نہیں رہتی  
 مفاد و سلطنت ہر دم ہے مٹی نظر اپنے  
 رہے قائم حکومت کی نگاہ میں اتنا اپنا

اتر گئے رعایا اگر کبھی شر و بغاوت پر  
وہ کھٹکے ہم اپنا سفر داکروں کے

جو کچھ بوجھ تو یہ تعلیم جس سے ملک پر ہم ہو  
حکومت کی نافرمانی قابلیت کا اک اہم ہو  
اسی تعلیم کی برکت کے یہ آثار ہیں سارے  
کہ حربے بفسدان ملک کے بے کاریں سارے  
دھڑلے سے حکومت ہو رہی ہر جن غشت ہو  
نظر کوئی ملائے کس کا دم ہو کس کی ہمت ہو

جو رہ جاتی کہیں تعلیم کی اسکیم میں خامی

حکومت ہو چکی ہوتی غریقِ حیا و گنہامی

سات کے بکھڑوں میں ہمیں ڈالا نہیں جاتا  
مرض کوئی ہمارے واسطے بالا نہیں جاتا  
ہمیں کیا ترک کس حالت میں ہیں ایران کیا کر  
ہمیں کیا شام کبسا، مصر اور سوڈان کیا کر  
ہمیں کیا جرمن امریکہ و جاپان سے مطلب  
ہمیں تحفے سے مطلب ہم کو اپنے پان مطلب  
برائڈی اپنے مینے کو ہوا مہدایوں کھالے کو  
بلا سے آگ لگتی ہو تو لگ جائے نہ لگے

اگر ہم ان جھیلوں میں الجھ کر رہ گئے ہوتے

تو امواجِ فتنہ کے ساتھ کب کے پہ گئے ہوتے

امورِ مملکت میں رائے ہم سے لی نہیں جاتی  
ہمارے مشورے سے بات کوئی کی نہیں جاتی  
ہمیں بیگاہ رکھا جاتا ہو ملکی مسایل سے  
ہمیں محروم رہتا ہوا اکثر مسائل سے

ہم اپنے وطن سے تین گنا زیادہ مال اکثر  
ہیں تو اپنی کس مہر کی کالال اکثر  
ہم پابند رکھا جاگا ہر سہرات کے اندر  
مقید رہتے ہیں ہم چند ہی حالات کے اندر  
ہم اپنے دلائل سے دل کسی سے کہ نہیں کہتے  
کبھی ہم شہر حال میں ہر گورہ نہیں کہتے  
بغیر حکم کو کہتے نہیں ہم کوئی کام اپنا  
رہنہ منت استا اگر ریز ہو ہر انتظام اپنا  
کبھی ہم شور و غل کرتے بھی ہیں اپنی جہالت  
بچا لیتے ہیں اڑوی فتنہ ہم کو ہر طوائف  
مگر یہ ساری باتیں جو بڑی معلوم ہوتی ہیں  
بظاہر اپنی گردن پر چھری معلوم ہوتی ہیں

نہو تیں تو یقیناً ابتری ہی ابتری ہوتی

حکومت جس کو کہتے ہیں وہ کوئی نہیں دھری ہوتی

صلح تھے تو سب اوصاف تھے ہم میں یہاں کے  
قتال و خون میں تھے مشاق یا عادی جہاں کے  
حکومت نے دکھائی اس جگہ وہ قتل کی تیزی  
نہتا کر کے ٹھنڈا کر دیا سب جوش و خیز  
وہی ہم ہیں کہ امن و عافیت ہو اب شہر اپنا  
ہر تہذیب تمدن کی حد میں لاد ہا اپنا  
شکون اور شانتی کی چار جانب ہو فرداوی  
ہیں حال ہیں اس باری خصوصیات انسانی  
نہیں ہوتیں ہلاکت خیز اب آپس کی کراہیں  
ہم اپنے پاس کو کہتے ہیں بند قوس و تلواریں

چلائے جاتے سختی سے نہ گرا اس پالی پر ہم

تو ہو جاتا نظام سلطنت سب دور ہم دہر ہم

مسلط ہیں حفاظت پر ہماری پشت کھولے  
 ہمارے مال جان محفوظ ہیں قزاق و درہزن سے  
 ہٹی ہیں بہر طرف سرحد پر فوجیں جھانپتی ڈالے  
 اماں حال ہم کو یورش جاپان جرس سے  
 نہ اندیشہ کوئی اغیار کی ریشہ دوانی کا  
 کوئی قوت اگر نکرا ناچاہے بھی حکومت سے  
 حکومت زیر کر سکتی ہے اس کو پوری قوت سے  
 بغیر اس انتظام خاص کے لیکن نہر چلے  
 اگرچہ اس میں اڑ جاتا ہو روپیہ ملک گسار  
 بپا ہو جائے گی اک سخت شورش انداہ میں  
 اگر تخفیف کر دی جائے اخراجات لشکر میں  
 کسی جانب آ کر روس ہم کو آدھوچے گا  
 کسی دے سے منافقوں کا دل ہم پر چڑھ کرے گا  
 کسی سٹل سے جاپان آکے ہم پر گرائے گا  
 ہمارا ملک بن جائے گا اک لاوارث لاشا  
 کہ جس پر چار جانب گدھ ہی گدھ منڈلائیں گے  
 ہمارے پیارے برٹش سلطنت ہاتھوں کے گھٹیں  
 یہ ہو برطانیہ کا عین آئین جہاں بانی  
 کہ اس میں رہنے والوں کو یہ سنا دیتی ہو وہ پانی

ہر آزادی جو ہو سکتی ہو ممکن ہم کو حاصل ہو  
 زبان آزاد ہو اپنی قلم آزاد ہیں اپنے  
 رعایا شاد ہو آباد ہو خرم ہو خوش حال ہو  
 پڑا ہو صاف رستہ او قدم آزاد ہیں اپنے  
 ہر آزادی کی ہو دولتی ہو ایساری دنیا میں  
 دماغ و دل میں چشم و گوش میں ادھر دلائیں

ہیں گاندی اور جواہر لال نہرو کا دل آزادی  
گر وہ اس کے سبب ہی ایک بدقسمت ہو گئے

سبب یہ ہو گیا ہے سبب جنگ ناخوانستہ میں جا رہی ہیں  
سمجھتے ہیں بھلا اپنا وہ ہر اس بات کے اندر  
کوئی کتنی ہی بہتر رائے ہو لیکن نہ مانیں گے  
حکومت کو برا کہنا ہی ان لوگوں کا ہی پیشہ  
نظام سلطنت کو ان کے ہر وقت اندیشہ  
نہ کی جائے اگر بد وقت فوراً روک تھام ان کی  
جمعی تو سب یا اصلاحات انھیں نے پر ملاہلی اور  
حکومت جس سے ہر خطبہ خطرات کا اندر  
حکومت جو کہے گی اس کو وہ انتہائی جانیں گے  
نظام سلطنت کو ان کے ہر وقت اندیشہ  
تو وہ صلی ہو کے خطبوں کا باعث ہو گام ان کی

پجانی ہو حکومت ان کی نہ ہر ٹی ہو اوں سے  
ہماری اس حیثیت پر ہر اس حکم سے ہندو  
کوئی مفسد جو بھلا تاہم شورش لو جو انوں میں  
چنل دیتی ہو ہر ٹھیک کو کیسی ہی بہتر ہو  
یہ بات اس کو گوارا ہو نہیں سکتی حقیقت میں  
کہ اس کا خضر ہو کم کو انک دکھنا بلاؤں سے  
وہ اس شکل میں کل کرے ہی ہو داو پامردی  
تو اس کو ٹھونس دیتی ہی ہو کوا کر جیل خانوں میں  
ذرا سی بھی زد اس کی گر مفاد سلطنت پر ہو  
کہ جذبہ خود دوسری کا کوئی پیدا ہو رعیت میں

جو یہ ہو گا تو پھر چھوٹے بڑے میں فرق کیا ہو گا

سو اس کے کہ اک ہنگامہ محشر سپا ہو گا

چماتے ہیں جو ہلک کوئی کر دے ان کو بھاکر  
 اگر یہ مدعا ہر ہند سے انگریز بچا رہے  
 تو یہ کہتے کہ ہوگا حال کیا ان غم نصیبوں کا  
 وہ ہنگامے پہا ہوں گے یقیناً ملک کے اندر  
 قتال و خون کی ہوگی وہ بہر سو گرم بازاری  
 ہو اور سو برس ہیں ہم کو جو اس منام حال  
 یہ جلوے یہ دل آویزی یہ رنگامے یہ نظار  
 ندل میں امدت کوئی مدد میں تابندگی ہوگی  
 اُمدت آئیں گے بادل پھر دی چل فدا کت کے  
 وہی دماندگی وہی کسی دابتری ہوگی  
 چلن اٹھ جائے گا ہندو باخلاق و شرافت کا  
 وہ آخر چاہتے کیا ہیں یہ بے جا شور مچا کر  
 چلے جائیں حکومت چھوڑ کر انگلیڈ کر سارے  
 نہیں ہر چھپنے والا بھی کوئی جن مغربوں کا  
 کہ کھا جائے گی چکر عقل افلاطون و اسکندر  
 کہ منہ دیکھے گی جنگیز و ہلا کوئی بھی خوشخواری  
 اسکر دے گی ملیا میٹ بالکل تیغ مشال  
 یقین جانو کہ اس کے بعد بھی ختم ہیں سارے  
 وہی بے شرمی و بے غیرتی کی زندگی ہوگی  
 بہم ہو جائیں گے اسباب پھر اپنی ہلاکت کے  
 وہی نفص و نفاق و حرص کی غارتگری ہوگی  
 وہی آجائے گا پھر دور چل و بربریت کا

مگر اس وقت پچھتانے سے پھر کیا فائدہ ہوگا

کہ ہونا ہوگا جو کچھ وہ یقیناً ہو چکا ہوگا



# یومِ آزادی

خداوند اکبھی تقدیر سے وہ دن بھی آئیں گے  
 کہ ہم بھی خُزر سے دُنیا میں سراپنا اٹھائیں گے  
 وطن کو فقر و ناداری کے پنجے سے چھڑائیں گے  
 فلک پر اپنی عظمت کا پھریرا الہلہائیں گے  
 کبھی ہم بھی حقیقی جشنِ آزادی منائیں گے  
 کبھی اُترے گا پٹہ اپنی گردن سے بھی لعنت کا  
 کبھی ہوگا ہمارے سر بھی سہرا عزم و ہمت کا  
 کبھی ہم بھی سبقِ دنیا کو دیں گے استقامت کا  
 کبھی اپنا بھی ہوگا شورِ انصاف و دیانت کا  
 کبھی ہم بھی وطن میں امن کا ڈنکا بجائیں گے  
 اگر لینی ہی ہم کو دولتِ بیدارِ آزادی  
 اگر کرنا ہی کچھ ہم کو بھی کاروبارِ آزادی

اگر ہم کو بھی ہونا ہو علمبردارِ آزادی  
 تو کرنی چاہئے طومارِ پُر غارِ آزادی  
 اسی رستے پہ چل کر ہم غلِ مقصود پائیں گے  
 ہمارے قبضہ قدرت میں ہو گا جب وطن اپنا  
 بدل جائے گام کے دم میں رنگِ انجمن اپنا  
 کرے گا یورپ د امریکہ پر چشمکِ چلن اپنا  
 ہر اک بچہ بھی ہو گا تیغِ ران و صفِ شکن اپنا  
 جہاں جائیں گے ہم تلوار کے سائے میں جائیں گے  
 ہمارے دشتِ دُر ہوں گے ہمارے بحرِ بڑ ہوں گے  
 حکومت کے ہمارے کچھ عجب ہی کر و فر ہوں گے  
 ہمارے قلعے توپوں اور طیاروں کے گھر ہوں گے  
 چٹائی سرحدوں پر سب ہوائی مستقر ہوں گے  
 سُرنگیں، تار پیڈ و گیس ہر شے ہم بنائیں گے  
 بہادیں گے ہر اک گوشے میں نہریں علم و حکمت کی  
 ہر اک گھر ہند میں بن جائے گا اک کانِ دولت کی

لگی کوچے میں ہوں گی مٹدیاں صنت کی حرمت کی  
 ہمیں بس اہل ہوں گے ساری دنیا کی تجارت کی  
 ہمیں دنیا کو جس رستے پہ چاہیں گے چلائیں گے  
 خداوند! ہمیں تو واقف ہر نیک و بد کر دے  
 ہمیں مقصد میں اپنے کامراں بے رد و لک کر دے  
 ہمارے دشمنوں کے ہم پہ جو حملے ہوں رد کر دے  
 ہمیں اپنے وطن میں ایک کر دے متحد کر دے  
 ابھی ہم زندگی کا اک نظام نو بنائیں گے

— (۰) —

## پنڈت جی

ان کو رکھتا ہے پریشان جو مسلمان کا خوف	واقعی پوجیہ ہمارے کیس خطرات بجا
سرحد ہند پہ ہر وقت ہے افغان کا خوف	کس طرح ہوں وہ بھلا حامی آفادی ہند
کبھی ترکی کا ہے خطرہ کبھی ایران کا خوف	کبھی بغداد کی دہشت ہے کبھی مصر کا ڈر
دید کو ان کے ہمہ وقت ہے قرآن کا خوف	دھرم کو ان کے ہے اسلام کے حملوں کا خطر

ہند میں چوں کہ ضروری ہوتا تھا  
اس لئے قابلِ عظمت ہر شرمیکان کا خوف

## ناخدا یاں ملت

ملک میں اک سربراہ آدرہ گروہ ایسا بھی ہو  
جو بزمِ غمِ خوش ہو ہندوستان کا جاں نثار  
ملک کی آشفتنہ حالی پر جو حد درجہ طول  
جس کا نصب العین باہم آشتی و راجہ مضبوط  
فادہ کش مزدور کے غم میں بھی جو آتشیں  
اہل فن کی کس ہنر پر بھی جو ماتم کناں  
ملک کی تحریک آزادی میں بھی جو پیش پیش  
لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ممتاز عجیب  
ہر چین آمریت اس کی ساری دوزخ و گویا  
جس جگہ خطے میں ہر سرمایہ دارانہ نظام

جس کو دعویٰ ہو کہ ہر وہ محسن قوم و وطن  
جس کو مستقبل کی دھن جس کو ترقی کی لگن  
ہند کے افلاس کی جس کے کلیجے میں جلن  
اتحاد و صلح و الفت جس کا تبلیغی مشن  
جو مزاحمت کی تہہ حالی سے بھی لرزہ برتن  
صنعت و حرفت کی پامالی پر بھی جو نالہ نلن  
غیر ملکی راج سے بھی جس کو اکثر سنے ظن  
اہلِ مساویہ ہیں اس کے غلگسارا کہن  
دستِ دولت میں ہر اس کے پاؤں کی نازک سن  
ہر وہیں ہاتھ پیرس کے کبر و نخوت کی لگن

زہد براہ راست ہوتی ہے اور عبادی پیچیدہ  
 لڑکھڑاتے دیکھتا ہے جب حکومت کا قدم  
 نشہ ہو جاتا ہے اس کے در و قوی کاہل بن  
 تمام ہوتا ہے وہ انکار اس کا باز و دفعہ  
 آرمی بل کی ضرورت ہے اگر انگریز کو  
 ہر وہ ایک گوسے سپاہی کی طرح لشکر شکن  
 جس طرف برٹش تجارت کو ہر استحکام خاص  
 ہر وہی ہست اس کے استدلال کاڑھے سخن  
 سر پٹول میں ہو وابستہ اگر قومی مفاد  
 وہ دکھا سکتا ہے اس میں بھی بہت کچھ فتن  
 شرح سکے ہو کہ سرحد فوج ہو یا ہو پولیس  
 وہ بہر صورت ہر استبداد کا یار کہن  
 باوجود اس کے بھی لیکن یہ وہ فخر ملک و قوم  
 عزم آزادی ہے اس کا تابہ جیون از جنم

ناخدا جس کشتی نکت کے ہوں ایسے بزرگ

کیوں ہے اس کشتی پر طوفان حوادث خندہ زن

## نادر شاہ

جناب جلان بل جب ہٹری ہم کو کھڑے ہیں  
 تو نادر شاہ پر ہوتا ہے کچھ ان کا اخلاقی  
 یقیناً سادے درجے کو لڑا دیتے ہیں غور و فکر  
 بیاں کہتے ہیں جب سے اس کی سیدہ بی غزالی  
 بلا شک تھا جو شخص اس کا قابلِ نفرت  
 یہ آئے صبا ہے گا دامن تلخ پر ماتی

نہ تو تہذیب کی تھی اور نہ بواس میں تمدن کا  
 کئی سوانح بھر کر لے گیا اول ثل دولت کے  
 دل تار یک اس کا واقعی تھا اک سیہ خانہ  
 نہ تھی ذرہ برابر جس میں تلبانی و براقی  
 دو تھا اک بیکر تاراج و غزیری و ناچاقی  
 خزانے میں نہ چھوڑا ایک جتہ سیم و زہاقی

مگر جب قبلہ عالم کی جانب غور کرتا ہوں  
 وہاں نادری نے تو اک بار موٹا تھا فقط ہم کو  
 وہاں دو سو برس میں جس قدر دینا پڑا ہم کو  
 مگر اس کا نام نہ جمل و حشت کا زمانہ تھا  
 دگر نہ پردہ تہذیب میں ڈاکہ زنی کر کے  
 وہ اس عہد تمدن میں نمونہ ہیں شرافت کا  
 بہت ہی برجل یاد آگئے اس حاکم مرقع پر  
 تھک چلی دشتیں کچھ ذہن میں رہتی نہیں باقی  
 یہاں ہر نت نیا اپنے لئے سامان اخلاقی  
 یہاں ہر سال سچند اس کے ہم کرتے ہیں باقی  
 کہ جاری ہو گئی فوراً ہی اس پر حد اخلاقی  
 کبھی آتا نہیں انسان پر الزام قزاقی  
 جنہیں حامل ہو جنگ و قتل و غزیری میں شاقی  
 جناب حالی مرحوم کے دو شعر الحاقی

”نہ گل چھوڑے نہ برگ باد چھوڑے تو نے گلشن میں  
 یہ گل حسنی ہی بالئس ہو چلیں یا ہو قزاقی

نہیں خالی ضرر سے دشمنوں کی لوٹ بھی لیکن

خدا اس لوٹ سے جو لوٹ ہو علمی و اخلاقی

## سر سیموئل ہور

سنی غور سے ہم نے تقریر ہو نہ ہے لطفِ جادو بیاں اولس ہوا  
حق اپنا کوئی مانگتا ہو اگر تو ناحق ہو اس پر غوغا شور  
غلامی کی لعنت سے آخر نجات جسے بھی ملی ہو بلی ہو بہ رور  
نہیں مانگتے بھیک ہم آپ سے کہ غیرت ہماری نہیں ہفت خور  
مگر آپ ابھی ہیں اسی دھیان میں  
کہ بستے ہیں ہندوستان بھر میں ڈھو

## ہندو کا خوف

مسلمانوں کے لیڈر کی یہ مامیج ہو سبیں کہ ہندو سے بچو وہ ہو تمہارا دشمن جانی  
اسے تم سے عداوت ہو تمہارے دین سے کدہ نقب اور تنگ ظنی ہیں اس کے جزبہ پانی  
وہ ہو چھایا ہو ہندوستان پر تم ہو قلعہ جودہ چاہے نور کھلے پیٹ میں تم کو با آسانی  
بہر زود و توانا تم ضعیف و خستہ و بیکس پیا ہو شہر اور بکری لے بھی مل کر کبھی پانی





ہو جس کے پاؤں کے نیچے سیاحتِ معظری کی      ہیں جس کی قید میں سب نے بجا دی ہوئی کٹوتی  
 ہو جس کے پنجہ فطادیں گردنِ غلطیں کی      ہو جس کے خیرِ خود بخوار سے خونِ عرب پانی

یہاں ہندو سے غلط ہو فقط ہندوئی سماں کو      مگر اس سے تو ہر دنیا کے ہر مسلم کو حیرانی  
 خلافتِ اس کے مگر ارشادِ عالی کچھ نہیں ہوتا      یہاں کیوں نسیم ہو یا ہاں سارا دلدستانی

نسل جاتے جو آج اگر دے قبضے سے ہندوستان      یہاں بوتے جس کے ہو رہا ہو رستم ثانی  
 یقیناً دستِ دہانہ آج ہی ہو جائیں قتل کے      دھری مہا بے ساری بخوبی، شقِ ستم پانی  
 مسلمانانِ عالم چھوٹ جائیں رنجِ کلفت کے      زمانے بھر کو ہو جائے یہ سسر بن رہائی  
 مگر یہ بات بھولے سے بھی فراموش نہیں ملتی      ذرا فرمائیے تو کیا ہو اس میں ستر ہونامانی

میں جب اس چیتاں کے حل پہ غور و فکر کرنا ہوں

تو کچھ ہوتا نظر آتا ہو حضرت کی طرف پانی

# یادِ ایام

یادِ ایام کہ شاداب تھا بستانِ وطن  
روکشِ خلد تھا ہر سر و خرامانِ وطن  
تھی عجب شانِ گل و سنبل و ریچانِ وطن

سبز و خار بھی تھے ذینبتِ عنوانِ وطن

یادِ ایام کہ تھے اہلِ وطن خرم و شاد  
ملائی تھی نہ جگر کے تھے نہ شرمِ فدا  
ہر قدم پر تھا یہاں پاؤں تلے گنجِ مراد

اور یہی کچھ تھی حقیقت میں غرضِ شانِ وطن

یاوِ ایام کہ سب کافر و دیں دار تھے ایک  
مسجد و بت کدہ و سجدہ و زنا ر تھے ایک  
ہند میں برہمن و شیخ کے کردار تھے ایک

مناسک ایک ہی رشتے میں تھے یارانِ وطن

یاد آیام کہ دولت کی سرادانی تھی  
 لذتِ عیش و مسرت کی سرادانی تھی  
 امن کی چین کی راحت کی سرادانی تھی  
 چتے چتے میں تھا اک گنج سرادانِ وطن  
 یاد آیام کہ تھی صنعت و حسرت اپنی  
 قابلِ رشک تھی دنیا میں تجارت اپنی  
 وطن اپنا تھا وطن میں تھی حکومت اپنی  
 شرم ہاں بہر خدا شرم ہوا تانِ وطن

## ”زندگی کا حل“

زمانہ ہر تبدیل و فانی و سوس و شمع	مگر ہم بجز دود و مشعل نہیں
زمانہ ہر یلغار و طوفان و جوش	مگر ہم بجز بازوے و حل نہیں
زمانہ ہر تفسیر و شرح و بیان	مگر ہم بجز لفظ و مہل نہیں
زمانہ ہر ادراک و تمیز و ہوشی	مگر ہم بجز ذہن و محفل نہیں

زمانہ برق و شرار و تموز مگر ہم بجسز خاک منتقل نہیں  
 زمانہ ہر قند و نبات و فصل مگر ہم بجسز صبر و حنظل نہیں  
 اگر انقلابِ مکتل نہیں  
 تو اب زندگی کا کوئی حل نہیں

## توکل

آج اس معراج پر ہوتا نہ امریکہ کبھی آج یہ نقشہ نظر آتا نہ ٹرکی کا کبھی  
 جرمعی کو کس طرح ملتے ترقی کے یہ چانس آسمان پر آج کیونکر اڑ رہا ہوتا فرانس  
 کس طرح ہوتی یہ عظمت دہریں جاپان کی بیٹھتی دنیا میں کیونکر وھاکی انگلستان کی  
 آج اٹلی کس طرح ہوتا جہاں میں روشناس روس کی ہمیشہ کیوں ہوتا زمانہ بدحواس

شیخ دے سکتا جو دنیا کو توکل کا سبق  
 کس طرح گھلتے کتابِ دہر کے روشن ورق

## پڑوسی

اسے پیش محل کے رہنے والو  
 حال اپنے پڑوسیوں کا بھی کچھ  
 انسان کی شکل میں ہیسا  
 پانچار و تباہ و زار و بیمار  
 قانون کی وجہ کے منہ پڑی  
 پکڑائیں جن کے قن پہ ثابت  
 سوچی ہوئی بوٹیاں بھی جن کو  
 دیکھی نہیں امن و عافیت کی  
 قسمت میں نہیں اگر جن کی آرام  
 لیکن تمہیں غائب اک بات  
 صدقہ ہر انہیں کی جوتوں کا  
 ساری یہ تمہاری شوکت و فر  
 گویہ میرا یہ نظر کچھ اپنی  
 تم کو نہ رہے خبر کچھ اپنی

دیکھو تو کبھی نظر اٹھا کر  
 لوئے ہوئے پڑوسوں کے اندر  
 اولاد بشر گھوٹوں سے بدتر  
 رسوا ذلیل و خوار و ابتر  
 فکر دن سے جو ہو رہے ہیں لاغر  
 چادر ہر نہ جن کے پاس ہست  
 ملتی نہیں دود و وقت اکشر  
 صورت بھی جنہوں نے زنگار  
 کوٹھو کا جو بیسل ہیں سراسر  
 معلوم نہیں کہ ہستہ پرورد  
 ساری یہ تمہاری شوکت و فر

## قومی رہنما

ایک صاحب جنھیں مذہب سے نہیں کوئی گناہ  
 تابع ملت نامنکر ہیں جن کے دن رات  
 ایک اسٹیج پر ہیں دہریتاس میں ہو کہ دین  
 نہ جنھیں عوم سے کچھ کام نہ پر دل سے صلوات  
 نہ ہرج سے جنھیں فرصت نہ کلب سے فرصت  
 کیفیت سنی میں جنھیں بنی کے بہکنا بھی روا  
 کبھی قبلے کی طرف رخ نہیں دیکھا بن کا  
 نہ جنھیں قوم سے مطلب نہ وطن سے مطلب  
 بزم الحاد میں جن کی نہ غدا نہ رسول  
 آتے ہیں تو م کے اسٹیج پر کر شان کے ساتھ  
 درس اسلام کا دیتے ہیں مسلمانوں میں  
 دیتے ہیں سیرتِ فاروق کا لوگوں کو سبق  
 کاش بوجھے کوئی حضرتؐ کہ اسے بندہ نواز  
 جن کے بازار میں ہو کفر بھی ایمان کے بجائے  
 قابل ذکر نہیں جن کا نظام الاوقات  
 ریش کی طرح نظر آتی ہو ہر چہرہ کلین  
 نہ جہاں شرع نہ آئیں جہاں رج نہ زکات  
 نہ جنھیں مشغلہ بنت عنب سے فرصت  
 بال میں ہمرہس جن کو تھرکنا بھی روا  
 کفر کا قبلہ حاجات ہو کعبہ جن کا  
 جن کو ہوٹل میں فقط کیا کٹن سے مطلب  
 عرش انگلیٹڈ سے الہام کا ہو جن پہ نہر طی  
 کس عجب جوش عجب جذبہ ایمان کے ساتھ  
 سیدھے میخانوں سے آتے ہیں خدا خالق کیا  
 کھولنے میٹھتے ہیں دین کے اسرارِ ادق  
 عمل و قول کے اس بعد میں ہو کون سا راز

کیا نتیجہ ہو اگر قلب و زباں ایک نہیں  
غالباً فال یہ مسلم کے لئے نیک نہیں

## جنگِ آزادی اور اتحاد

جنگِ آزادی میں قطعی کامیابی کے لئے  
چل نہیں سکتی یہ گاڑی دونوں پہیوں کے بغیر  
چھوڑ کر مسلم کو ہندو چاہتا ہو اگر سوراج  
ہو نہیں سکتی کبھی پوری یہ اس کی آرزو  
اور اگر مسلم کو ہی تنہا اسید فتح و فوز  
ایک ناکارہ 'پانچ' بے عمل، بے علم قوم  
ہر ضروری ہندو و مسلم کا باہم اتحاد  
ایک کا ہر دوسرے کے ساتھ وابستہ مفاد  
ہر یقیں جانو یہ اس کے ذہن غفل کا فساد  
اس حقیقت میں نہیں شمتہ بھی محسن اعتقاد  
اس جہالت پر بھی ہو دنیا کے ہر عاقل کلمہ  
کر ہی سکتی کچھ تو کیوں یوں آج رہتی نامراد

مخد جب تک یہ دونوں ملک میں ہوتے نہیں

سر پھٹول ہی تلک ہو جذبہ جوش جہاد

# مسلمان کا مسلک

جو یہ کہتا ہے آزادی سے نفرت ہے مسلمان کو  
 جو یہ کہتا ہے محکومی سے رغبت ہے مسلمان کو  
 جو یہ کہتا ہے انگریزوں سے الفت ہے مسلمان کو  
 جو یہ کہتا ہے برٹش سے عقیدت ہے مسلمان کو

وہ بے ایمان ہے غدار ہے بھوٹا، ہو لاغی ہے  
 سراپائے فریب و خود سسری و ہر دماغی ہے

جو کہتا ہے مسلمان ہندوؤں کا دشمن جاں ہے  
 جو کہتا ہے مسلمان ان کے سائے سے گریزاں ہے  
 جو کہتا ہے کہ وہ ہمسائیگی سے ان کی نالاں ہے  
 جو کہتا ہے کہ وہ ان سے الگ رہنے کا خواہاں ہے

یقیناً حق نہیں ہے اس کو قومی ترجمانی کا  
 دور اک لے بھنٹ ہے اغیار کی ریشہ دوانی کا



مسلمانوں کو خلاف مسلک جمہوریت کہنا  
 مسلمانوں کے جدِ اہل حریت کو شیطنت کہنا  
 مسلمانوں کو غلام و بندہ محکومیت کہنا  
 مسلمانوں کے حساب حق بجانب کو غلط کہنا

اسی کا کام ہے جو بندہ نمرود ہا ماں ہے

بزدلی عہد کا جاں باز اور پکا مسلمان ہے

مسلمان ہوا نزل سے شمع حریت کا پردانہ

اسی عنوان سے ہوتا ہے آغاز اس کا افسانہ

صراحی اس کی آزاد اور آزاد اس کا پیمانہ

غلام اس کو جو رکھنا چاہتا ہے وہ ہے دیوانہ

مسلمان کو غلط رستا چلایا جا نہیں سکتا

اسے ہشکاکے گمراہی پہ لایا جا نہیں سکتا

مسلمان چاہتا ہے اس کا ملک آزاد ہو جائے

یہ دیراں خاندان امید پھر آباد ہو جائے

وطن سے ختم دور فتنہ و افساد ہو جائے  
 وہ ہر وقت خلافت اس کے جو ہو برباد ہو جائے  
 مسلمان اور ہندو ایک ہیں اس نیک مقصد میں  
 نظر آتے ہیں اس منزل پر دونوں ایک ہی حد میں

## ریڈیو

ہر نبات و قدح جو شکر اک جہاں کے واسطے  
 ساری دنیا کو جوبیداری کا دیتا ہے پیام  
 مستعد ہے حقد مارے کو جگانے کے لئے  
 مضطرب ہے ہم کو تھپکی سے سلانے کے لئے  
 لطق جس کا ایک رحمت ہے تو اہل جہاں  
 جو کیا کرتا ہے دنیا کے دماغوں پر بلا  
 اک زلزلے کو ذخیرہ ہے جو معاملات کا  
 گنگ ہے گو یا ہمارے واسطے اس کی زباں  
 ہے ہمارے ذہن کو اک اختلاقی سلسلا  
 ہے ہمارے واسطے الہم وہ ہدایات کا

ذکرِ مجنوں ہے کبھی افسانہ لیلیٰ کبھی  
 نغمہ شادی کبھی ہے شور وادیا کبھی

عش کے پُر سوز و پُر حسرت تھانے ہیں کبھی      حُسن کے پُر کیف مَحْرُ آئیں نالے ہیں کبھی  
 بھر کے رنج و مصائب کی نکلیت ہو کبھی      بے کسی شوق و ارام کی نکلیت ہو کبھی  
 ہیں یہی اپنے لئے پیغام ہائے روزگار      بھیرویں، کھملج، ٹھمری، داد و اہلبلا سنا

اک طرف اٹھیلین و ہلرکے پیغلت ہیں      ایک جانب انختری بیگم کے ارشوات ہیں  
 ایک جانب بصرہ امریکہ و جاپان پر      اک طرف تنقید بہو اور گوہر جان پر  
 اک طرف ہیں حکمت سائنس کے کدیں بھٹکا      اک طرف سرگرم کی مشق فاعلاتن فاعلات  
 اک طرف ہو بہت و پامروی و جرات کا درس      اک طرف ہر کام ملی و سستی و غفلت کا درس  
 ایک جانب انقلابی ساز کا ہوزیر و بم      اک طرف ہیں صرف تفریحی ڈرامے اور ہم

ایک چیز اور اس بگ حالت میں دو برس کلام      عقل افزائی کی شایستہ ذہانت کو سلام  
 آہ اے ہندوستان اے تیر بخت و بد نصیب      اب تباہی ہوتی جاتی ہے بہت تجھ سے قریب  
 بس انھیں نعموں میں تماک ان پہنہی کھو جائے گا  
 رفتہ رفتہ نمینہ آجائے گی اور سو جائے گا

# احساسِ زبیاں

اگر ہم ہندیوں میں کچھ بھی غریت کا نشان ہوتا  
 نہ ہوتی آج ہرگز اس طرح اپنی زبوں حالی  
 بھٹکادیے خوشی سے ہم نہ سر پل کے قدموں  
 گدائی پر قناعت کر دیتے مگر خوشی سے  
 اگر ہم ٹھان لیتے غاصبوں سے جنگ کھلے  
 بنا رکھا ہوا دغ باہمی بغض و تعصب ہے  
 اگر آپس میں ہستے صلح سے ہندوستان ملے  
 اگر پود اس زمیں میں ہم لگا سکتے محبت کی  
 اگر ہوتا دلوں میں جذبہ صلح و رواداری  
 نہ ہوتا اس طرح گم کردہ منزل کاڑاں اپنا  
 ہمارا عزم راسخ گر امیر کا رفاں ہوتا

وطن کی آج یہ ناگفتہ بہ حالت نہ یوں ہوتی

اگر اہل وطن کے دل میں احساسِ زبیاں ہوتا

# سرفروشانِ وطن

پرستارانِ حقِ ذلتِ اٹھانے سے نہیں ڈرتے رضاویانِ ملتِ بیتِ کھانے سے نہیں ڈرتے  
 فدايانِ وطنِ بکلی چلانے سے نہیں ڈرتے وطن کے ہم یو ا قید خانے سے نہیں ڈرتے

جسے ظاہرِ پستانِ زما و جیل کہتے ہیں

اسے یہ سرفروشانِ محبت کسبیل کہتے ہیں

انھیں مطلق جہاں کے روحِ تجسّس کی نہیں پروا انھیں ہرگز کسی کدس و نفرس کی نہیں پروا

انھیں شامِ الم کی زلفِ پرہیز کی نہیں پروا انھیں صبحِ حمیر کے رومے رنگیں کی نہیں پروا

جو پروا ہو تو ان کو ملک اور ملت کی پروا ہو۔

کچھ عزت کی پروا ہو نہ کچھ ذلت کی پروا ہو

لہرِ ان کا کام خوابیدہ دماغوں کو جگانا ہو جو برگشتہ منازل ہیں انھیں سستے پر لانا ہو

انھیں اپنے وطن میں عسلم کا دریا بہانا ہو انھیں ہندوستان کو طیرتِ یورپ بنانا ہو

پھر اک دھن چھی اک فکر ہو شام و سحر ان کو

انھیں انکار میں دیکھے گی دنیا عمر بھر ان کو

نہاؤ نہ انھیں تو کامیاب سفاک روئے انھیں قیدِ بلاؤں رنجِ محنت سے رہا کرے

غریبوں اور مظلوموں کی آہوں کو رسا کرے      جو ان کی راہ میں حائل ہیں ان کا خاتمہ کرے  
 دہائے غمناک حالانہ وطن میں گراڑ پیدا  
 بس اب کرے شبِ تارِ مسایب کی سحر پیدا

## مسلمان

مسلمان کے لئے تبلیغِ حق ہر شے سے افضل ہو  
 مسلمان کے لئے قومی حمایت فرضِ اول ہو  
 مسلمان کے لئے اندیشہِ خطرات ہمہل ہو  
 جو اس کو مصلحتِ مبنی سکھاتا، محمودہ پاگل ہو  
 مسلمان موت کی پُرمول صورت سے نہیں ڈرتا  
 مسلمان گولیوں کی زد پہ آ کر آف نہیں کرتا  
 مصیبت کا اسے ڈر ہو نہ کچھ آزار کا ڈر ہو  
 اسے خنجر کی دہشت ہو نہ کچھ تلوار کا ڈر ہو

نہ اس کو تیر کا خط سہ نہ کچھ سو فار کا ڈر ہو  
 نہ اس کو قید کا غم ہو نہ اس کو دار کا ڈر ہو  
 کوئی خوف اس کو دنیا کا ڈر اسکتا نہیں ہرگز  
 وہ اپنا پاؤں رستے سے ہٹا سکتا نہیں ہرگز

مسلمان وہ مسلمان مہج ہوتے ہیں جس کی  
 احادیث رسولِ مجتبیٰ ہیں شان میں جس کی  
 ضیا پھیلی ہوئی ہو عالمِ ایمان میں جس کی  
 خصوصیات ناممکن سی ہیں انسان میں جس کی  
 بہت ہی پاک و پُر نور و مقدس ہو ضمیر اس کا  
 محبت کے فرشتے نے بتایا ہو غیر اس کا

وہ اپنے دوستوں کے ساتھ عتاری نہیں کرتا  
 کبھی وہ دُشمنوں سے مل کے غداری نہیں کرتا  
 کبھی ہمسائے سے ترکِ رواداری نہیں کرتا  
 خلوص و صدق کے بدلے دیا کاری نہیں کرتا

وہ نادائق ہو اس سے پھر کیا شے ہو دغا کیا ہو  
اسے مطلق نہیں معلوم تزدیر وریا کیا ہو

وہ جس کا معتد بنتا ہو پھر دھوکا نہیں کرتا  
عداوت جب وہ کرتا ہو تو درپردہ انہیں کرتا  
کسی کو بے سبب بدنام اور رسوا نہیں کرتا  
نہ ہو جس کام میں للہیت اصل انہیں کرتا  
مسلمان بس خدا کے واسطے ہر کام کرتا ہو  
یہیں آغاز کرتا ہو یہیں انخبا م کرتا ہو

مسلمان نام حق دنیا میں اونچا کر کے چھوڑے گا  
غور و معصیت کا زور ٹھنڈا کر کے چھوڑے گا  
ہر آئین غلط کو خوار و رسوا کر کے چھوڑے گا  
وہ جس ضد پراڑے گا اس کو پورا کر کے چھوڑے گا

ارادہ بے پناہ اس کا ہو استقلال اٹل اس کا  
تعجب سے بھکا کرتے ہیں ہنہ کوہ و جبل اس کا



## قومی جھنڈا

یہ وہ جھنڈا ہے جو محکوم کو حاکم بنائے گا  
 یہ وہ جھنڈا ہے جو ظالم کے پنجے سے چھڑائے گا  
 یہ وہ جھنڈا ہے جو تلج شہی ہم کو پنھائے گا  
 یہ وہ جھنڈا ہے جو آزادی کامل دلائے گا  
 ہمارے دل کی ٹھنڈک آنکھ کا تارا ہے یہ جھنڈا

یہ جھنڈا ہم کو آپس میں رواداری سکھاتا ہے  
 یہ جھنڈا ہم کو گزشتہ ایشاد و خدمت کے بتاتا ہے  
 یہ جھنڈا ہم کو آگے بڑھنے کی ہمت دلاتا ہے  
 یہ جھنڈا ہم کو عزم و استقامت پر چلاتا ہے  
 کچھ اپنی جان سے بڑھ کر ہمیں پیارا ہے یہ جھنڈا

جوانان وطن جالے دھپائے آن جھنڈے کی  
 تمھاری سرفروشی ہو ہمیشہ جان جھنڈے کی  
 رہے قائم رہی دنیا کے اندر شان جھنڈے کی  
 تمھاری حریت کیشی رہے پہچان جھنڈے کی  
 وطن کی عزت و حرمت کا گوارہ ہے یہ جھنڈا

# خطابات

## پیغامِ عمل

کہاں تک دوستو پامال ہو گئے رنج و ذلت میں  
 بس اب ہشیار ہو عقل و خرد کو کام میں لاؤ  
 تمہارے اس نزہع باہمی نے تم کو کھویا ہو  
 بس اب تفریق کو چھوٹے میں ڈالو ایک ہو جادو  
 کہاں تک یہ قتال و جنگ خوں ریزی کی مشق آہستہ  
 کبھی تو اپنے اس کردارِ نازیبا پر شرمادو  
 کہاں تک سر پٹوئل یہ محترم اور دہرے میں  
 کبھی تو ان بڑے اعمال پر کچھ دل میں بچھتاؤ



## ”اٹھو نوجوانو“

اٹھو ہاں اٹھو ہاں اٹھو نوجوانو  
 سحر ہو گئی، سر پہ چادر نہ تافو  
 ضرورت جو کہتی ہر ٹھیک اس کو جانو  
 اٹھو اور اب وقت کا حکم مانو  
 اٹھو نوجوانو ، اٹھو نوجوانو

کڑی راہ ہر اور دشوار منزل  
 ہزاروں ہی خطرے ہیں رستے میں حایل  
 جو سوتے رہے تم اسی طرح غافل  
 تو ہر کامیابی بہت سخت مشکل  
 اٹھو نوجوانو ، اٹھو نوجوانو

تمہارے جو ساتھی تھے وہ چل پڑے سب  
 کئے طرہ پاک نے حملہ کر لے سب

ہیں منزل کے نزدیک چھوٹے بڑے سب  
 مگر تم اسی طرح سے ہو، پڑنے سب  
 اٹھو نوجوانو ، اٹھو نوجوانو

بچے کیا اگر تم بچے خوار ہو کر  
 رہے کیا جو سب پر رہے بار ہو کر  
 نہ بیٹھو اب اس طرح بے کار ہو کر  
 بچل آؤ میدان میں تیار ہو کر  
 اٹھو نوجوانو ، اٹھو نوجوانو

جست ہی عنہم رنج و آلام کرنا  
 ضروری ہو اب فکر احباب کرنا  
 ابھی وقت ہو ، ہو اگر کام کرنا  
 چلو، چل کے منزل پر آرام کرنا  
 اٹھو نوجوانو ، اٹھو نوجوانو

## ”خدا پر نظر“

ہر طرف ہو اگر دشمنوں کا اثر  
چار جانب سے ہو گر بلاؤں کا ڈر  
ہر جگہ ہو اگر کلفتوں کا گزر  
دل میں ہرگز نہ لاؤ کوئی تم خطر

رکھو ہر وقت اپنے خدا پر نظر

شدتِ درد و غم سے بُرا حال ہو  
ریجِ افلاس و محبت سے پامال ہو  
کوئی غلجبان ہو کوئی جنبال ہو  
آندھیاں ہیں، تزلزل ہو، بھونچال ہو

رکھو ہر وقت اپنے خدا پر نظر

رو کے باطل کی فکرِ ہلاکت میں غم  
مستقل رہ کے حق کی حمایت میں غم



# ”اے وطن“

جب ہو دُنیا کے دُور بُتلائے فتن  
 قتل و غارت کا طوفان ہو جب موج زن  
 جب ہو بدلا ہوا دوستوں کا چہلن  
 ہو برے دل میں تُو اور تیری لگن  
 اے وطن! اے وطن! اے وطن! اے وطن

جب ہوں مفقود یا ر وں میں غنم خواریاں  
 بر سرِ کار جب ہوں جفنِ کاریاں  
 عام ہوں جب زلزلے میں غداریاں  
 میرے ابرو پہ ہرگز نہ آئے شکن  
 اے وطن! اے وطن! اے وطن! اے وطن

جب اُتر آئیں سازش پہ کیتا دیاں  
 جب بھادیں بگل اپنے برہادیاں



سلب کی جائیں جب قیصری آزادیاں

نہیں بڑھوں شوق سے سوئے دار و رسن  
لے وطن! لے وطن! لے وطن! لے وطن

چھوڑ دے جب صداقت رو مستقیم  
جب منزائے دیانت ہو ناریہ مجسم  
جب ہو قیصری حفاظت گناہ عظیم  
ہوں گوارا مجھے سارے رنج و محن  
لے وطن! لے وطن! لے وطن! لے وطن

عام ہوں جب زمانے میں حق پوشیلیں  
ہوش پر جب مسلط ہوں مدہوشیاں  
سچ پر غالب ہوں جب مصلحت کو شیاں  
میرے قدموں کو لغزش نہ ہو مطلقاً  
لے وطن! لے وطن! لے وطن! لے وطن

صدق و جرأت کا دشمن زمانہ ہو جب  
حریت کی سزا جیل خانہ ہو جب

نغمۂ موت حق کا ٹھکانہ ہو جب

میں بڑھوں شوق سے سوئے دار و رس

اے وطن! اے وطن! اے وطن! اے وطن!

## شاعر ہندستان سے خطاب

اے زمین شعر و انشا پر ادب کے آسمان	اے فصاحت کے دھنی لے شاعر ہندستان
جن کنگن ہوں پر جس جوش کی خدمت کا بار	ہر شخص تیرا ان احصاف کا سراپا دار
عام ہر جذبات میں ہیجان تیری ذات سے	ملک میں قائم ہو فن کی شان تیری ذات سے
ہو دہن کوئی مگر تیری زباں ہو ملک میں	عام حسن ماضی کی داستان ہو ملک میں
منعمان قوم کو رندی و عیاشی کا درس	نوجوانوں کو دیا ہو تو نے ادب و باشی کا درس
تیرے دم سے پاپے ہیں سب لائے میں فروغ	نفرت دھڑ دھڑ فطرت و کذب و دروغ
اپنے چیلے بس اک جوت ہی لیتا ہو تو	حق کشی و حق فروشی کا سبق دیتا ہو تو
کام مجلس میں ہو دل کی عزاداری ترا	آج ہو ضربِ بشل و شغل زیاں نگاری ترا
محو استعجاب ہوں کیوں چپ نہیں ہوتا ہو تو	اک ہی ردنا ہو جس کو عمر بھر دتا ہو تو

اب ضروری ہو نہ لے کی بھی حالت کا لحاظ      فرض ہی تجھ پر رفاہ ملک و ملت کا لحاظ  
دیکھ تو کیا ہو رہا ہے ہر طرف دنیا کا رنگ      ہو نظام دہر کی کایا پلٹ پر عقل دنگ

ایک طرف یورپ کے شوق جنگ و خونخواری کو دیکھ      ایک طرف جاپان کی پُر ہول تیاری کو دیکھ  
اُٹ ہے ہیں لوگ تیرے سامنے افلاک پر      تو ہو افتادہ اسی صورت کے فرش خاک پر  
دہر کا سارا یہ منظر ہی ترے پیش نظر      پھر بھی غور اٹھا نہیں تجھ کو کسی لاکھات  
دقت کہتا ہے پروں کو جرات پر دازمے      تو یہ کہتا ہے کہ ساتی کو ذرا آواز دے  
عقل کہتی ہے کہ قبضہ چاہئے تلوار پر      تو یہ کہتا ہے کہ آنکھیں ہوں نگاویاد

واہ کیا نازک خیالی کا ترے انداز ہے      کیا فصاحت اور بلاغت کا یہی اعجاز ہے  
آج ہی اٹھو کہ عالم غزل خوانی تری      ہو چکی پانی دہ ساری آتش افشانی تری

ہو چکا ہاں ہو چکا وہ دورِ نوشا نوش ختم      ہو چکا اب وہ زمانِ بیخودی و ہوش ختم  
میکدے میں مٹی صہبہ تجھے ہر گاہ چسکی      تیرے منہ سے بوشراؤں کی بہت کچھ آچکا  
مغِ بچوں سے خوب تیری ہاتھ پائی ہو چکی      بچاؤں اور ٹہرہٹوں سے لڑا اتنی ہو چکا

شور باد ہوسے تیرے آسمان تھرچکا  
پھر چکا کدواہ بازاروں میں ٹڈے کھا چکا  
کرچکا ساقی کی آنکھوں میں سمجھتے راز دنیا  
رکھ چکا مستوں کی فاقہ مستیوں کا بازار  
صوفی و زاہد کے غم سے اچھالے جا چکے  
شیخ و واعظ پر بھی ڈسے خوب ڈالے جا چکے

برق تیرے آفتابوں کو خاک ہاگل کر چکی  
باد صرصر تیری شمع آرزو گل کر چکی  
رہ چکا برسوں مقید پنجہ صیتاد میں  
آچکیں صد بلانیں تجھ پر تیری یاد میں  
گھر چکا اکثر جگہ بے ڈھب چڑیاؤں میں تو  
پک چکا اک ایک ٹکے کو جا کے بازاروں میں تو  
تیرے پر مقرر ہلے دڑی سے کترے جا چکے  
تیرے بازو خوب اڑنے کی سزائیں پا چکے

اپنے دل کو اپنے پہلو سے تو اکثر کھو چکا  
اپنی نادانی پر اپنی بے کسی پر رو چکا  
خبر ابرو سے زخمی تیرا پہلو ہو چکا  
تیرے مڑگاں تیرے سینے میں ترازو ہو چکا  
غزوہ و عثم کے ہاتھوں چکا تو سینہ چاک  
نازدانہ زاداد اسے ہو چکا اکثر ہلاک  
اک بھگواہ قہر سے سو مرتبہ تو مر چکا  
اک تبسم چھہ کو کتنی بار زندہ کر چکا  
کرچکے برسوں لب مہر مسیحائی تری  
آنکھ کے جادو سے اکثر بند چکی سائی تری  
زلف کی سرکار سے دی جا چکی پھانسی تجھے  
اک غنائی سل میں برسوں آچکی کھانسی تجھے

بھر کے آزار میں تو زلزلہ غم ہو چکا  
 صحنہ انحلال غم سے تار بست ہو چکا  
 سوچے سمجھے کو عزیز، احباب میں غم ہو چکا  
 مجبینوں میں ترے مرنے کا ماتم ہو چکا  
 لاف تیری بدیں گزریں زمیں میں گڑا چکی  
 قبر تیری ہر ہلکی پا مال منٹی پڑ چکی  
 ایک دو کیا سیکڑوں بار آچکے منکر و غیر  
 ہو چکا ہر پائے زلزلہ بار حشر دار و غیر

جنگلوں کی خاک اُچی طرح تو نے جہان لی  
 کوہ و صحرا و بیاباں کی حقیقت جان لی  
 دشت کے کانٹے ترے تلواروں کو چھلنی کر چکے  
 پاؤ تیرے ہر کے زخمی تپلوں سے بھر چکے  
 چاک دامن بل چکا چاک لگہاں سے ترا  
 ہو چکا قائم کنکاش طوق زنداں سے ترا  
 و جھجیاں ہو کر ترے کپڑے تیرے ہر چکے  
 طوق اور زنجیر سب تیرے لئے بکھ چکے  
 کر چکا تو کہ کن کو مات پتھر پھوڑ کر  
 توڑ ڈالے سب کڑو آخر سراپنا توڑ کر  
 مدد ملی تجھ سے گریزاں انش و فرزاں  
 بن چکی تیری مقرب ہشتاد دیوانگی

پتھروں کو تو عبودیت کے سجدے کر چکا  
 نازائیدہ بتوں کے پاؤ پر سدھر چکا  
 بتکدے میں بچکا خود کرع و احکامات  
 یک چکھ شیش برہمن تو ہر کائنات  
 رہ چکی خاک حرم کے ساتھ بے باکی فری  
 کھل چکی شیخ حرم پر بھی خطرناکی فری

تشنہ خوش رنگ ملتے پر سنبھالا ہوا چکا      مجھ کو دستار پر ہی رنگ ڈالا ہوا چکا

بن کے موسیٰ پھر چکا ہر وادی پر خاں میں      شہل یوسف تیرا سودا ہو چکا بازار میں  
چشم ترجمہ کو فضیلت سے چکی یعقوب پر      صبر تیرا فوق تجھ کو دے چکا ایوب پر  
دار کی آغوش میں منصور بن کر سوچکا      صورتِ سرمد گلی کو چہل میں رسوا چکا

یہ تکلف یہ نصنع اور یہ رنگ آمیزیاں      ہیں فقط تیری زبانِ کلک ہی کی تیریاں  
ورنہ اصلیت کا اس ہیودگی میں کیا پتا      میں غلط کہتا ہوں تو کچھ تو ہی مجھ کو سچ  
ظہرت اس بے حتی غفلت کی شکوہ سنج ہو      سن کہ تجھ کو مقتضائے وقت کا چینلج ہو  
بے خُشامان پیدا کرتا ہے واسطے      دوسرا میدان پیدا کر لو اپنے واسطے  
نگ خوردہ ہو چکے تیرے تہم اذداداب      تیرا شتر سب یہ تیرے ہو چکے کیکاراب  
بہ نہیں ان کی خدمت ملک ملک کے      قوم اب ہرگز نہیں تیار زلفت کے لئے  
لی و گل کا اب افسانہ پڑانا ہو چکا      واقعہ فریاد کو گز سے زمانا ہو چکا  
زود فرقت کی بس اب خدمت گدائی تم کو      اب یہ آہ و نالہ و فریاد و زاری خستہ کر  
نہ تیری یہ ساری شاعری بیکار ہو      کیا تو کوئی مصرع کی منڈی کا ٹھیکہ دار ہو

رد رہا ہو تو جو قیس کوہ کن کے واسطے      کاش چند آنسو بہا سکتا وطن کے واسطے  
 عشق کے جس غم سے دل تیرا گر مایا ہوا      کاش ہوتا وہ غم حب وطن کھایا ہوا  
 تیرے اس سینے میں جس میں ہو گلستاں کی بہا      کاش ہو اپنے وطن کے سنہلستاں کی بہار  
 تیری وہ آنکھیں جو خونِ دل کی ہیں سراپا      کاش ہوتیں خستہ حالی وطن پر آشکابا  
 ہاتھ اٹھتا ہو جو تیرا دل کے ماتم کے لئے      کاش اٹھتا پنہرہ و شمشیرِ دہرِ حرم کے لئے  
 تیرے وہ نالے جو ہیں شبِ ہا فرقت کے لئے      کیا ہی اچھا ہو اگر ہوں ملکِ ملت کے لئے  
 تیرا دہینہ جو سوزِ عشق سے ہو دلغ دارغ      کاش اس میں خلی اٹھیں دواخت کے چراغ  
 تیرا دہ سرِ خط ہو جس کو خطابِ جاہ کا      کاش ہوا دی بنے ملکِ وطن کی چاہ کا  
 قوم کو آمادہ کر حسنِ عمل کے واسطے      مے تو ان پر دلوں کو پانی پھول بھل کے واسطے

تو اگر چاہے تو دے اس ملک کی دنیا پلٹ

اک اشارے میں ترے ہو جائے سب کا یا پلٹ



# ”بڑے چلو“

اُٹھو اُٹھو اُٹھو اُٹھو  
 کمر کسو ! کمر کسو !  
 سحر سے پہلے چل پڑو  
 کڑی ہر راہ دوستو !

تھکن کا نام بھی نہ لو  
 بڑے چلو ! بڑے چلو !

جھجھک نہ دل میں لاؤ تم  
 بس اب قدم اٹھاؤ تم  
 ذرا نہ ڈگ مگاد تم  
 خدا ہے تو لگاؤ تم

ملول و مضطرب نہ ہو  
 بڑے چلو ! بڑے چلو !



اٹھا دیا قدم اگر  
تو ختم ہو بس اب سفر  
ہو راہ صاف و بے خطر  
نہ کوئی خوف ہی نہ ڈر

چلو چلو! بڑھو بڑھو!

بڑھے چلو! بڑھے چلو!

تمہارے ہم سفر جو تھے  
وہ منزلوں پہ جا لگے  
سب آگے تم سے بڑھ گئے  
مگر ہو تم بڑے ہوئے

ذرا سمجھ لے کام لو

بڑھے چلو! بڑھے چلو!

دلوں میں ہی جو دلولہ،  
تو ڈال دو گے زلزلہ

رہے بلند حوصلہ

وہ سامنے ہر مرحلہ

دیں پہنچ کے سانس لو

بڑے چلو! بڑے چلو!

## ”چھوڑ دو“

دوستو اب بھی خدا را عند سے باز آ حب و تم

یہ تکبر، یہ تعصب، یہ جہالت، چھوڑ دو

عقل سے لو کام، دیکھو غور سے دنیا کا رنگ

ہوش میں آؤ یہ مدہوشی و غفلت چھوڑ دو

تم کو رہنا ہی جو اپنے ملک میں عزت کے ساتھ

ایک ہو جاؤ یہ آپس کی رقابت چھوڑ دو

چاہتے ہو تم اگر آزادی ہندوستان

یہ قتال و جنگ و خون ریزی کی عادت چھوڑ دو

سب سے دلتا کی آدیز شیں کر دو خیم  
 یہ فساد و فتنہ و بغض و خصومت چھوڑ دو  
 شاید بھی تم میں غیرت کا اگر ہو دستو !  
 چھوڑ دو انگلیں نہ والوں سے محبت چھوڑ دو  
 تم کو انگریز اپنے پنجه سے نہ چھوڑے گا کبھی  
 کچھ حقیقت ہو تو تم اس کی حمایت چھوڑ دو  
 تم کو آزادی میسر ہو نہیں سکتی کبھی ،  
 ہاں اگر برٹش حکومت کی رفاقت چھوڑ دو  
 کر کے مصنوعات انگریزی کا باطل بایکٹ  
 اس کو بے تاب و توان بے تاب طاقت چھوڑ دو  
 ایک دن میں غاصبوں سے ملک ہو سکتا ہے پاک  
 متحد ہو کر جو تم ان کی اطاعت چھوڑ دو  
 ٹھوکرین کھانی ہیں تو چائنا کرو صاحب کے بوٹ  
 خواہش عزت ہو تو ان کی حمایت چھوڑ دو

# جوانان وطن

نام نامی ہو تمہارا زینب عنوان وطن  
 ہو تمہارے دم سے روشن شمع ایوان وطن  
 بس تمہیں روح وطن ہو بس تمہیں جان وطن  
 ہو تمہارے ہی سبب عزت و شان وطن

اے فدا یان وطن اے سرفروشان وطن  
 اے جوانان وطن اے فونہالان وطن

ہیں تمہارے دم قدم ہی کی یہ ساری خوبیاں  
 کام نلن ہیں ایک رستے پر جو اہل کارواں  
 صدق دل سے ہو رہی ہو خدمت ہندوستان  
 ملک میں ہیں جرأت و عزم و صداقت کامراں

بڑھ رہا ہو ہر قدم پر جو شش و پنجان وطن  
 اے جوانان وطن اے فونہالان وطن

زندگی سمجھا ہر تم نے ہر قسم و آزار کو  
 شوق سے تم نے لگایا ہر گلے تلوار کو  
 تم نے مردے کو خریدا ہر کمند و دار کو  
 تم نے اپنے خون سے بیچا ہر اس گلزار کو

لہلہائے کیوں نہ پھر ہر دم گلستانِ وطن

اے جوانانِ وطن اے نو بہالانِ وطن

ہر تمھارے ہاتھ میں گلِ شوکت و اقبال کی

ہو تم اک تصویرِ عزم و ضبط و استقلال کی

رنج کا غم ہو نہ پردا تم کو اضمحلال کی

تم سے وابستہ ہیں امیدیں سب استقبال کی

ہو تمھیں امید گاہِ عظمت و شانِ وطن

اے جوانانِ وطن اے نو بہالانِ وطن

آلگی کشتی کنارا بحرِ ساحل ہر قریب

ہو چکے طوِمرحے جتنے تھے منزل ہر قریب

ہاں بس اب یلائے آزادی کا محل ہو قریب  
اک ذرا ہمت دکھاؤ ختم مشکل ہو قریب

لے لیا ہاں لے لیا تم نے وہ میدان وطن  
اے جوانان وطن اے نوہالان وطن

## خطابِ مسلم

تو نے سلم بھی سوچی یہ بات	اس قدر ہو تو ذلیل و خوار کیوں
حال کیوں رونے کے قابل ہو ترا	ہنس رہے ہیں تجھ پہ آج اغیار کیوں
ہو گئی رنج عمل کیوں تیری سلب	ہو گئے تیرے قویٰ بے کار کیوں
کیا ہوا تیرا وہ سب جوش و خروش	موت کے سے ہیں یہ سب آثار کیوں
جیتے جی مردوں سے بدتر ہو گیا	ہو رہا ہو دوسروں پر بار کیوں
ہو گئے کیوں ست باز و کشل ترے	ہو رہا ہو نقش بر دیوار کیوں

پتھرے اجڑا گر نہ ہوئے تے مذتشر  
تیرے دامن کے بکھرتے تار کیوں

چھوڑ دیتا اگر نہ تو اپنی سپر      تجھ پہ ہوتے دشمنوں کے وار کیوں  
 سرد ہو جاتا نہ تیرا خون اگر      گرم ہوتی محفلِ اغیار کیوں  
 گردِ مٹ جاتا تری غیرت کا جوش      ہوتی اتنی تیری گیسروں کیوں  
 تو نہ کھودیتا اگر اپنا وقار      تجھ سے ہوتا اک جہاں بیزار کیوں

سب ترے اعمال بد کی ہو سزا  
 رد رہا ہو پھر یہ جو بے کار کیوں

## ہندستان

لے زمین ہند کے گہوارہ سخنِ بہتان      لے جہاں راز لے سرِ شہزاد تو جہاں  
 ذرے ذرے میں تھے پہاں ہیں اسرارِ حیات      چپے چپے سے تھے پیدائیں انوارِ حیات  
 خوبی و رعنائی و انداز کی دُنیا ہو تو      سخنِ شیریں شعلِ ہر جس سے وہ لپکا ہو تو  
 تیرے عشقے رخ پر دیرِ غمِ عافیت      دشمنی میں حری شیریں نوائی کا مرا  
 بس ادا کو دیکھے وہ دیدہ پہ وہ دیدہ غیب      سر سے پانک لستان و دل بادلِ فریب

رشک صد بج غلام ہیں ہر صنم خانہ تو  
 وسعتِ خوانِ کرم تیری محیطِ عام ہو  
 کر دیا اپنی غنا سے تو نے عالم کو غنی  
 دولتِ ثروت کے چشمے ہونے میں کہیں  
 تو کمالِ عظمت و فضل و مہر کی کان ہو  
 گلشنِ عالم کی یہ سرسبزیاں شادابیاں  
 یہ قوی بازو یہ چہرے شمع یہ روشن جبین  
 زلفِ عارض کی سیاہی و صفائی تجھ سے ہو  
 یہ زمانے کی خودی و نمکنت، ناز و غرور  
 تو اگر خوش حال ہو سارا جہاں خوش حال ہو  
 یہ تم سے میدانِ یہ ٹیلے یہ تیرے بن یہ جھاڑ  
 انقض ہو جاوے اوصافِ عالم تیری ذات  
 لیکن ان ساری صفاتِ ادنیٰ و بزرگی کا جوڑ  
 کھائی کس کی نظر تجھ کو یہ ہر اب حال کیا  
 آج ہر ضربِ المثل عالم میں ناداری تری  
 غیرتِ صد گلشنِ رضاں ہر کاشانہ تو  
 تیرا محتاجِ عطا ہو روم ہو یا شام ہو  
 مشرق و مغرب میں ہر تیرے دستِ بگوشی  
 سوت لے بہ نہ ستاں ان کی گر ہو گی ہیں  
 سیم دزر کی کان ہو اصل و گہر کی کان ہو  
 تیری نہروں تیرے دیاؤں کی ہر سیر اپنا  
 سب تری نگینیوں ہی کے ہیں یقین و یقین  
 جامہ زیبی تجھ سے ہر گلگوں قبائی تجھ سے ہو  
 ہر ترے اشارہ بذلِ جو دم سی کا سب ظہور  
 تیرے اضمحلال نے دنیا کو اضمحلال ہو  
 یہ گھنے جنگل یہ گہرے غار یہ ادبے پہاڑ  
 آگئی ہر جس طرح تجھ میں سمٹ کر کائنات  
 یہ سبب کیا ہو کہ ہر مثلِ عدم تیرا جو  
 ہو گیا تیرا وہ جاہ و حشمت و اقبال کیا  
 کیا ہوئی ماں کیا ہوئی وہ گرم باور تھی



تیری نگینی در غنائی وہ سب کافور ہے  
 آئے دلے تیرے ہاں باہر سے مال مال ہیں  
 حسن تیرا پردہ افلاسیں میں مستور ہے  
 آئے تھے پردیس سے مزدوران کا دلج ہے  
 تیرے گمروا لے ناکسچ پریشاں حال ہیں  
 حیف ہونا اہل ہوں شال اور دوشالوں کے لئے  
 سلطنت اقبال عظمت کی ترے تاراج ہے  
 کوٹ بھی ہے تیرے ہاں غیار کو پتلون بھی  
 ہر بھٹی چادرنہ تیرے نو نہالوں کے لئے  
 تیرے ہاں تیرے ہاں غیار کو پتلون بھی  
 گو نہیں ہوتیرے بچل کے بدن میں غن بھی  
 تو خیفے ناتواں فاقوں کی کمزوری سے ہے  
 تیرے ہاں تیرے ہاں غیار کو پتلون بھی  
 دو منزل کو بلڈگیں ہیں کھٹیاں ہیں لاج ہیں  
 تو وہی ہے جس نے عالم سے لیا صدیوں خراج  
 سامنے تیرے جو آتا تھا وہ تھا رہا ہوا  
 سامنے تیرے لوز جگتے شیروں کے بھی دل  
 تھے یلان وقت تیرے زور بازو سے نخل  
 کر دیئے تھے جوصلے تو نے کہاں اروں کے پست  
 نلوک انداز دل نے کما ئی تھی تھے آگے شکست  
 تیرا لومہ ماننے تھے ترک کیا تا تار کیا  
 سامنے تیرے اٹھا سکتا کوئی تلوار کیا  
 جو ہے وہ تیرے کچلنے کے لئے تیار ہے  
 آج تو ہے اور خاکِ نجبت و ادبار ہے  
 کیوں یہ بے حتی ہے آخر کیوں ہے یہ حالت تری  
 کیا ہوئی تیری جیت کیا ہوئی غیرت تری  
 جلد ہاں خود بخود کیوں موت کی آغوش میں  
 کیا ہوئی تیری جیت کیا ہوئی غیرت تری  
 کیا ہوئی تیری جیت کیا ہوئی غیرت تری

وقت ہوا اب بھی سنبھل جاوے پھر پختلے گا  
یہ جمودِ مستقل تیرا تجھے کھا جائے گا

## ”نفاق“

اے نفاق اے ہستی و تخریب کے سوا یاد ار  
اے مجسم غفلت بے حسّی و سرگرد جمود  
آج دنیا میں تری سفاکیوں کی دھوم ہو  
اک زمانہ تیرا کشتہ ہو ترا مظلوم ہو  
کا فرمایاں بہر جانب تری کیا دیاں  
ساتھ رہتی ہیں تیرے دیرانیاں بربادیاں  
ضرب المثل جہاں ہو مردم آناری تری  
بڑھ کے جنگین و ہلا کو سے ہو خواری تری  
شور تھا جن کی توانائی کا شرق و غرب میں  
ہو گئے مثلِ پاد دستِ آن کسری اک ضربِ میا  
جراثیمِ زور آوری و مردی میں تھے جو فرد  
ایک ہی ہلے ہیں تیرے رہ گئے سب کے گرد  
دستِ استسلا منے تھے جن کے اقبال ظفر  
وہ بھی کہ اٹھے ہیں تیرے ہاتھ سے این المفر  
جن کی ہیسکے زمین گنتی تھی اکثر کا پنپنے  
تیرے آگے یوں ہیں جیسے دس لیلیٰ ہوا پنے  
تھے جو دنیا میں بڑے روشن دل روشن باغ  
کر دیا گل تو نے سب کے علم و دانش کا چرغ

سب خدا آج سے تیری بھل کر رہ گیا      بڑے تیری آگ میں نولاد گل کر رہ گیا  
 اک ذراتی جہاں فرماں روائی ہو گئی      امنِ اطمینان کی باطل صفائی ہو گئی  
 الامان والحدز تیسری توجہ کی بھگاہ      حصہ مہر و اخوت بھی ہو گیا رزم گاہ  
 کیا موت کیا محبت کیا رحم کیا جیا      تو جہاں ہو دان نہیں کچھ قتل غارت کجوا  
 تجھ میں ہمدردی نہیں تجھ میں رواداری نہیں      تیرے ہاں جز قہر و دلیل دل آزاری نہیں  
 پھر دی تو نے جدھر اپنی عنانِ التفات      کر دیا برہم اشارے میں نظامِ کائنات  
 کوہ کو تو نے بنا کر گاہ، بے قیمت کیا      عرش کو تو نے بنا کر فرش بنے وخت کیا  
 تو نے شہ زوعدی کے گردوں سے دلائی شکست      تیری شہ پاک کیا خیر دل کو رہا ہر لپکت  
 جو فلک پر تختہ نہیں پر تو نے لا ڈالا انھیں      تیری باتوں میں جوئے تو نے کھا ڈالا انھیں  
 نورِ کرمسار ڈوئے کو ہمارے دل کو کیا      حیرِ خاکی پہ افتادہ سستعلوں کو کیا  
 جب کہیں تیرا اک ادنیٰ سا اشارہ ہو گیا      دامنِ اقبال و عظمت پارہ پارہ ہو گیا  
 آہ وہ بد بخت و ناہموار و ناہس سرزمین      آج ہو جو بد نصیبی سے ترے زریں رنگیں  
 یں تو ان کی تیری پالیسیوں کی ہو فکار      ہاں مگر ہڈی ستاں پر ہو تراختوں میں چلے  
 ہوائی بن قدر تیری ہو اس سنگال پر      سدا کی دنیا میں نہیں شاید کسی کے حال پر  
 حیرتِ سلاطین تیرے سب کلمات و ہنر      غم میں اس جزا و منتہ دل و عقل پر

یہ یہ سب تیرے ہی لطف بے نیات کا پلڑہ  
 یہ تیرا ہی لطف ہوا احسان ہوا ایسا رہا  
 یہ تری چشم عنایت ہی کی برکت ہی بڑی  
 آہ اے ہندوستان لے دولتِ خدائی پسند  
 آہ لے محروم نعمائے دفاق و اتحاد  
 کاٹنے والے خود اپنے ہاتھ سے اپنا اٹھا  
 قید رکھے گا تجھے کب تک گرفتاری کا شوق  
 کب تری تقدیرِ ناسعود پلٹا کھائے گی  
 تجھ پہ کب ہوگا نزولِ رحمت پروردگار  
 خواب سچو نیکے گا کب آئے گا کب تک ہمیش میں  
 اٹھ نہانے میں نظرِ دواہر لک کا حال دیکھ  
 اپنی بیماری و ناچاری و ناداری کو دیکھ  
 اپنے ادبار و ذلت کا سبب معلوم کر  
 جب لقمہ کی نظر کو کام نہ رہائے گا تو  
 پھوٹ ہی نے دینِ دنیا سے دیکھو یاہر تجھے  
 ہم جواب تک ہیں نعم اس و آزادی سے ڈو  
 طوقِ محکومی جلیوں اپنے گھٹے کا مار ہو  
 روز بڑھ جاتی ہو اک زنجیرِ بکبت میں کرلی  
 مجھ پر ناچاتی و نفیض و عداوت کے سپند  
 بندہ شر و فریب و مکر و تزویر و فساد  
 کو دلے دلے دکھتی آگ میں خود بر ملا  
 کب تری گردن سے اترے گا غلامی کا طریق  
 جسمِ مُردہ میں تری کب روحِ تازہ آئے گی  
 کب تے بلغِ خزاں دیدہ میں آئے گی بہا  
 تابہ کر سہا کرے گا موت کے آغوش میں  
 اپنی پستی دیکھ اپنا ضعف و انحلال دیکھ  
 اپنی بے زوری کو اپنی ذلت و خواری دیکھ  
 ہوتی جاتی ہی یہ کیوں حالت تری زار و بھر  
 کار فرما پھوٹ ہی کو ہر جگہ پائے گا تو  
 بس ہی اک چیز ہو جس نے ڈلوایا ہے تجھے

اگیا ہر وقت اب اس کم بخت کو پامال کر ملک سے جس طرح بھی ہو اسکی اتنیصال کر  
 اٹھ اور اب اس نامبارک پیر کی بڑکائی سے مرد ہو تو اس خلیج کشمکش کو پاٹ دے  
 یہ اگر ہو ملک میں تو فارغ السبالی کہاں  
 امن و آزادی کہاں آرام و خوش حالی کہاں

## تعصّب

اے تعصب اے عدوئے امنِ الٰہی و انجمنِ خلق اے وہاں ملک و ملت اے ملائے جانِ خلق  
 اے ایمر بندہٴ جلّٰلِ عرض و بخش و انتقام اے غلام ابن غلام ابن غلام ابن غلام  
 تیرے ہاتھوں ہو رہا ہو کس قدر جانوں کا خون تیری گردن پر ہو لاتعداد انسانوں کا خون  
 تو نے جس پر پیار سے اپنی چھاپیں ڈال دیں مرنے والے اس کے گلے میں آکے بائیں ٹال دیں  
 تو نے امرت پر نگہ ڈالی تو وہ بس ہو گیا کر دیا اس تو نے سونے کو تو وہ مس ہو گیا  
 جس بھڑی لہتی کو تاکا اس کو دیراں کر دیا جس گلستاں پر نظر ڈالی بیاباں کر دیا  
 تیرے نغمے جس جگہ گرم تر ختم ہو گئے خشک و صیا ہو گئے پایا فتنہ لازم ہو گئے  
 تو نے جس سے دوستی کی کر دیا اس کو ہلاک خاک اس کو کر دیا تو نے کیا جس سے تپاک

سحر والوں پر تری آنکھوں نے افسوں کو دیا  
 تیرے سلسلے نے نغمہ مند دل کو مجنوں کو دیا  
 تھے جو احساسِ محکم سب وہ پتھر ہو گئے  
 گوشِ فہم و عقل تیرے سامنے گر ہو گئے  
 ناقص و کامل برابر ہیں تری سرکار میں  
 کوڑیوں کے مول ہیں میرے توبے بارگاہ  
 تو یہ کیا عاقف پریت اور پریم کیا ہی پیار کیا  
 تیری آنکھوں میں مروت اور حیا کچھ بھی نہیں  
 راج میں تیرے راداری دہم ردی کہاں  
 بھیڑیوں سے بھی زیادہ سوز تری درندگی  
 تو نے دم میں قوم کی محنت کو غارت کر دیا  
 تیرے ہاتھوں یوں تو اک عالم ہی برباد و تباہ  
 پوچھ گچھ تیری جو دنیا میں نہ ہو کچھ غم نہیں  
 جھک کو کیا پروا زانہ دے تجھے گھر سے نکال  
 تیرا جادو نہ چلتا ہوزمانے میں کہیں  
 ڈر تجھے کس کا مزے کراچین کرا آرام کر،  
 روپ تیرے منت انوکھے رنگ تیرے بنتے  
 جلو فرما ہو کہیں توجہ و دستار میں  
 ہی کہیں آسن جلمے قشتہ و زنا میں  
 تیرے سلسلے نے نغمہ مند دل کو مجنوں کو دیا  
 گوشِ فہم و عقل تیرے سامنے گر ہو گئے  
 کوڑیوں کے مول ہیں میرے توبے بارگاہ  
 تیرے ماں اخلاق کیا، اخلاص کیا ایسا کیا  
 تیرے ماں تحقیر و نفرت کے سوا کچھ بھی نہیں  
 آہ وہ خطہ کہ جس خطے کا ہو تو حکمران  
 تنگ ہی تیرے سبب عافیت پر زندگی  
 کام صدیوں کا اشاروں میں اکارت کر دیا  
 سرزمینِ ہند ہی سیکن تری آماج گاہ  
 قدر داں تیرے ابھی ہندوستان میں کہ نہیں  
 ہونہ ہندوستان میں تیرے چاہنے والوں کا کال  
 مطمئن رہ تو کہ چل جائے گا بے کشتے کہیں  
 کام لے تدبیر و حکمت اور اپنا کام کر  
 کام تیرے منت خزانے و منگ تیرے منت  
 ہی کہیں آسن جلمے قشتہ و زنا میں

ہر کہیں اعظا کہیں صنی کہیں تو مولوی  
 ہر کہیں گرم عمل تبلیغ کے کاموں کے ساتھ  
 ہر کہیں سادہ جو کہیں محنت کہیں تو جوشی  
 کار فرما کہیں شمع کی ہنگاموں کے ساتھ  
 دھیان بڑھا کسی کو اور ذاب یا دالست  
 بد جتن ہیں سب تجھے کیا بت سن کیا بت دوست  
 کوئی ہندو نہیں کوئی مسلمان اب نہیں  
 سچا ایمان ایک ٹوہرہ اور ایمان اب نہیں  
 ایشیا ایلے برفیصلے نامبارک ایشیا!  
 سن کہ یہ عرش الہی سے جو اتنی کیا صدا  
 قسمت اقوام کا اب فیصلہ ہونے کو ہے  
 ایک ملک ایسا یہاں ہو جو فنا ہونے کو ہے

## تلقینِ قفس

ہم قفسِ رویہ بہت شکوہ صیاد نہ کر  
 ہم قفسِ رویہ بہت شکوہ صیاد نہ کر  
 نہیں سمجھتا ہوں کہ تو عیشِ گلستاں سے ہو دور  
 نہیں سمجھتا ہوں کہ تو عیشِ گلستاں سے ہو دور  
 پچھلی آوازوں کا دھیان جب آتا ہے تجھے  
 پچھلی آوازوں کا دھیان جب آتا ہے تجھے  
 چھپے پاؤں جب آتے ہیں گلستاں کے تجھے  
 چھپے پاؤں جب آتے ہیں گلستاں کے تجھے  
 تھا کبھی چھوڑوں کچھ ٹھٹ میں شیشیں تیرا  
 تھا کبھی چھوڑوں کچھ ٹھٹ میں شیشیں تیرا  
 آبرو جو صیاد مضبوط کی برباد نہ کر  
 آبرو جو صیاد مضبوط کی برباد نہ کر  
 تجھ کو اس قیدِ بلا سے ہو رہائی منظور  
 تجھ کو اس قیدِ بلا سے ہو رہائی منظور  
 ہجرِ احبابِ حینِ سخت ستا تا ہو تجھے  
 ہجرِ احبابِ حینِ سخت ستا تا ہو تجھے  
 خواب آتے ہیں نظرِ سنبلِ دریاں کے تجھے  
 خواب آتے ہیں نظرِ سنبلِ دریاں کے تجھے  
 اور اب خانہ صیاد ہو سکن تیرا  
 اور اب خانہ صیاد ہو سکن تیرا

شاعِ گل پر کبھی کشتی تھی جوانی تیری      اب ہو مجھ کو بس قفسِ زمزمہ خوانی تیری  
 سب پر کچھ سب یہ بجاب یہی سب پیٹ      پھر بھی بے کار ہو اس طرح سے رہنا حراست  
 میں نے مانا کہ قفسِ تیرے ہے جو جمال      پھر بھی جو اس یہاں ہو وہ گلشنِ ہر حال

زندگی خاکِ تری باغ میں ہوتی تھی بسر      نت نیارِ نجِ نیا غم تھا تجھے آٹھ پہر  
 روزِ پڑتا تھا تجھے اک نہ اک اُفتاد سے کام      جو رگھیں سے کبھی فطرتِ صیاد سے کام  
 خوں شاہیں نے نکلتی تھی نہ آواز تری      ہر گھڑی تاک میں تھا چکلِ شہساز تری  
 کسی گوشے میں لگائے تھا کوئی جال کہیں      کوئی بیٹھا تھا کسترنے کو بربال کہیں  
 آشیانہ تھا تیرا وقفِ اجڑے کے لئے      جسمِ نازک پر ترے تیرے پڑنے کے لئے  
 کبھی صحرِ کبھی آندھی سے تھا پالا تجھ کو      کوئی جُز برق نہ تھا پوچھنے والا تجھ کو  
 پیٹ کی فکر میں عالم تھا پریشانی کا      کبھی دانے کا تھا خلجانِ کبھی پانی کا  
 رات دن کام تھا مٹکے مشقت سے تجھے      کوئی مطلب ہی نہ تھا عیشِ فراغت سے تجھے

اب یہاں کیجیے کہ کس قدر آرام سے تُو      ملینِ کلبتِ صیاد و غمِ دام سے تُو  
 نہ یہاں برق کا کھٹکا نہ خزاں کی کاہش      مین سے گوشہ عزت میں ہو بے رنج و غش



باد و باران کے مصائب کی تجھ کو نہیں  
 نہ یہاں جال کا دھوکا نہ شہباز کا ڈر  
 صحر و خار کے آلام گایاں ذکر نہیں  
 وہ اپنے واسطے کے لیے اپنے نہیں زحمت تجھ کو  
 نہ یہاں تیر و کمان دگر انداز کا ڈر  
 پھر بھی مالال ہو جو تو یہ تری نادانی ہو  
 نہ شقت ہو نہ محنت ہو نہ حیرانی ہو

شکر گرمی ہی طرح کاٹنے آرام سے دن  
 درنگزریں گے بہت کلفت و آلام سے دن

## جوانانِ وطن سے خطاب

جوانانِ وطن بس خواب سے بیدار ہو جاؤ  
 یہ رز و بد تمہاری غفلتوں ہی نے دکھایا ہو  
 بہت غافل ہے اٹھو بس اب بشار ہو جاؤ  
 بس اب کروٹ بدلنے کے لئے تیار ہو جاؤ  
 بس اب ان دوسرے کے منوں دغوار ہو جاؤ  
 بس اب آپس میں سب کے دست بکسار ہو جاؤ  
 دکھاؤ اپنی قوت پسند دشمن کے مقابل میں  
 مہ چھوڑ دو تم اک آہنی دیوار ہو جاؤ  
 فنا کر دو غرور و عجب و خود بینی کو دنیا سے  
 سوائے غلوں و ہمت و ایثار ہو جاؤ

مٹا ڈالو خوری کو خود سری کو خود ہستی کو خدا کا نام لو مومن بنو دیں دار ہو جاؤ

یکس نے کہہ دیا تھا تم بایں زور و توانائی  
اپلے سجن کے مٹھو اور یوں بے کار ہو جاؤ  
حیثیت نے تمھاری یگو اور اکرسیا کیوں کر  
کہ تم عالم میں یوں پست نبوں و زار ہو جاؤ  
تمھاری غیرت فطری نے کیوں نکر جادتی  
کہ تم اس طرح رسواؤ ذلیل و خوار ہو جاؤ  
تمھاری حریت کیشی نے تم کو کس طرح چھوڑا  
کہ تم یوں پائے بند فطرت اغیار ہو جاؤ  
تمھاری عقل دانش کا نہ تھا یہ مقتضا ہر گز  
کہ تم یوں نشہ پنداریں سرشار ہو جاؤ  
تمھاری عاقبت مبنی نے کیوں تم کو یہ نصبت دی  
کہ یوں محو فریب سبجہ و زنا رہو جاؤ

سات قوم و ملت منحصر ہر سر کٹانے پر  
جو ہو جینا تو مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ  
یہ مکرو عیاری کی یورش ہر زمانے پر  
اٹھو حق و صداقت کے علم بردار ہو جاؤ  
ابھی کر دو گے تم سطح بلند و پست کو کیساں  
بس اتنا ہی کہ پہلے خود ذرا ہموار ہو جاؤ  
مٹا دو گے ابھی دم میں نجاست کفر باطل کی  
ضرورت ہو کہ پہلے حق کے جانبدار ہو جاؤ  
سنہ خانہ غلامی اور محکومی کا ڈھادو گے  
بہتوں سے دیر میں آمادہ پیکار ہو جاؤ

جو چاہو گے وہ ہو جائے گا جو چاہو گے کر لو گے

مگر یہ ہو کہ پہلے متحد ایک بار ہو ب و

## طالبِ آزادی سے خطاب

طالبِ آزادی کا ہو ناداں تو اس کے ڈھنگ سیکھ  
 گڑا گڑا کر ہاتھ پھیلاتا ہو کیا یہ بھی ہو بھیکھ  
 تو نے تو اس کو بنا رکھا ہو اک بچوں کا کھیل  
 یوں منڈے چڑھتے تھیں دیکھی ہو دنیا میں یہ سیل  
 لیل ہی بل جاتی خوشامد سے جو یہ جنسِ گراں  
 کیوں بہا کر تیں زمانے میں لہو کی ندیاں  
 کوئی خطرہ کوئی ڈر ہوتا نہ گرا اس راہ میں  
 بھینٹ کیوں چڑھتے سرِ آزادی کی قرباں گاہ میں

---

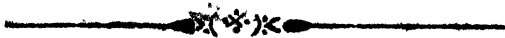
دیکھ ہاں دیکھ! اے جمود و شکر و غفلت کے غلام  
 جنگِ آزادی میں باتوں سے کہیں چلتا ہو کام  
 بس وہی ہوتا ہو کچھ اس معرکے میں کامیاب  
 موت جس کی زندگی ہو جان کنی جس کا شباب

یہ یہ حق اسس کا جو کر سکتا ہے نگاروں پہ رقص  
 یہ وہی پاتا ہے کرتا ہے جو تلواروں پہ رقص  
 جسم جس کا دھوپ میں ہوتا ہے تنہ کے لئے  
 جس کا سر نیزے پہ ہوتا ہے ٹپنے کے لئے  
 مغز جس کا ابتدا ہے کو کتہ دیگ میں  
 جس کا لاشہ کر دہیں لیتا ہے جلتی ریگ میں  
 جس کا سینہ غنجر و پیکاں کا جولاں گاہ ہے  
 جس کے پہلو میں لہکتی بجلیوں کو راہ ہے  
 خلق میں پھانسی کا پھندا ہے جسے معراج روح  
 دار کا تختہ ہے جس کے واسطے بام مستوح

---

ہاں یہ نعمت ہے بس ایسے ہی جواں مردوں کا حق  
 تو بتا کس زعم باطل پر ہے اس کا مستحق  
 ہوتی گرتیری طرح دنیا طلب گار سکون  
 برف ہو کر جم چکا ہوتا رگ غیرت میں خوں

ہر طرف ہونی غلامی ہی غلامی دہریں  
 اک زمانہ بتلا ہوتا خدا کے قہر میں  
 چھائی ہوتی جہل و ظلمت کی نخوت ہر طرف  
 وحشت و ادبار کی ہوتی حکومت ہر طرف  
 کیوں جہاں ہوتا منور علم کے انوار سے  
 کیوں صدائے زندگی آتی در و دیوار سے  
 عظمت و اخلاق سے ہوتی زمیں پر نور کیوں  
 ملک ہوتے حکمت و سامنس سے مہمور کیوں  
 دور ہوتا جہل و کذب و ظلمت و طغیان کا  
 ساری دنیا اک نمونہ ہوتی ہندوستان کا



# طلبائے کانپور سے خطِ بنا

جو اناہن وطن تم کو ابھی میدان میں آنا ہے  
 ابھی اپنی شجاعت کا تمہیں جوہر دکھانا ہے  
 ابھی عشقِ وطن میں حسان کی بادی لگانا ہے  
 ابھی کیا ہے ابھی تو خون میں اپنے نہانا ہے  
 ابھی سولی پہ چڑھنا ہے ابھی پھانسی پہ جانا ہے  
 ابھی کرنا پڑے گا تم کو سرِ انجامِ آنادی  
 ابھی چڑھنا پڑے گا تاحدودِ بابرِ آزادی -  
 ابھی دینا پڑے گا اک نیا پیغامِ آزادی  
 ابھی لینا پڑے گا قوم سے انعامِ آزادی  
 ابھی تم کو بہت کچھ ملک میں کر کے دکھانا ہے  
 برسنے دو برستے ہیں اگر تیر و سبناں تم پر -  
 کوئی پروا نہیں گر چل رہی ہیں گولیاں تم پر

کرے گا دیکھنا ہی کتنی سختی آسماں تم پر  
 نہ ہو لے دو، نہیں ہو مالک گریہاں تم پر  
 بہر صورت وطن کو قیدِ ولت سے چھڑانا ہو

فہمیں سے ہوگی ہند سناں میں رہی عسکری پیدا  
 تمہیں آخر کر دے ملکِ ولت میں جری پیدا  
 جو کر لی تم بنے اپنے سر میں شوریدہ سری پیدا  
 نظامِ دہر میں ہو کر رہے گی ابستری پیدا  
 بہر قیمت وطن سے جو روحشت کو مٹانا ہو

تمہارا جذبہٴ ایثار و خدمت کام آئے گا  
 تمہارا خونِ ناحق اک ذراکِ دن نگ لئے گا  
 تمہارے پاتو پر سر کبر و نخوت کا جھکا ہے گا  
 تمہیں آفر غلامی کی نخوت سے چھڑائے گا  
 ابھی تم کو بہت کچھ ملک میں کر کے دکھانا ہو

تمہارا علم روشن ہو تمہاری عقل تابندہ  
 تمہارا نظمِ کامل عزمِ راسخ ضبطِ پایندہ

یقین رکھو کہ مستقبل تمہارا ہی درخشندہ  
 تمہیں ہرجن کو رہنما ہی جہاں میں تاباں رہندہ  
 تمہیں کو زندہ رہنمائی ساری دنیا کو سکھانا ہی  
 خدا تم کو ارادوں میں تمہارے استقامت دے  
 تمہیں ہمدردی مایہ ناز و خود داری کی دولت دے  
 تمہیں اپنے وطن کے دشمنوں سے محبت دے  
 تم اپنے دشمنوں کو خاک گرد و اٹنی قوت دے  
 ابھی تم کو وطن کا اک نظام نو بنانا ہی

## میدانِ عمل

اے محکوم جوان ہستی	تجھ کو اگر توفیق خدا دے
اپنے عزم و عمل کا جوہر	آج تو دنیا کو دکھلا دے
نہونک وطن میں صور قیامت	قبر کے سوتوں کو بھی جگا دے
لک کو دے درسِ آنادہی	گھر گھراک کہرام مچا دے



چونک ایسی اک ربیعِ غیرت      مرہ دلوں کو بھی گرما دے  
حبِ وطن کا جادو کر کے      اہلِ حسد کو مست بنا دے

کر منزل کی نئی حد قائم      پھر سے بنارستے اور جادے  
پھر سے کر تنظیمِ اخوت      بکھرے ہو دل کو پھر سے ملا دے  
ختم ہو دورِ فتنہ و کینہ      پچھلے سبق کو پھر دہرا دے  
بغض و عداوت، رشک و تعصب      ان سب کی دیواریں ٹھکرا دے  
پھر ہو جائیں دیں کے باسی      بھولے بھالے سیدھے سا دے  
اٹھ اور آمیدانِ عمل میں      زور اپنی قوت کا دکھا دے  
تیری راہ میں جو حایل ہو      تھکے کی مانند ہٹا دے  
جس کو غمترہ ہو طاقت کا      خاک میں اس کا زور ملا دے  
زعم ہو جس کو سرداری کا      سرا اس کا قدموں پہ چکا دے  
ہو جس سر میں ہوا بے نخوت      پائے حقارت سے ٹھکرا دے

کر کے اپنے دیس پہ قبضہ      دنیا میں دھاک اپنی بٹھا دے

حکمت اور سائنس کے دریا      ہند کے ہر گوشے میں بہاے  
 ملک اپنا ہر شے کی ہو چٹائی      ہر گھر کو گشتِ شاپ بنا دے  
 لندن پیرس، جرمن، اٹلی      سب کے مال میں آگ لگا دے  
 کیا جاپان اور کیا امریکہ      سب کو سمندر پار بھگا دے

مغس اور محتاج شکمیں ہوں      مزدوروں کے بھاگ جگا دے  
 کاریگر کی قسمت پختے      سب کو مالا مال بنا دے  
 ختم ہو دور فقر و فاقہ      سب کو موہن بھوگ کھلا دے  
 خاک سے پیدا کر دے سونا      سینہ کی جگہ موتی برسا دے  
 سارے کام ہیں یہ لمحوں کے      سب کو اگر تو ایک بنا دے

اے محکوم جوان ہندی  
 کاش تجھے تو فریقِ خدا دے

# ”ہشتہ جنگ کا پیغام“

(ہندوستان کے نام)

مژدہ لے ہندوستان کے بے گن بے غلام  
 آزاد ہر من جنگ کے خویش فرستے کا پیغام  
 یہ لڑائی پیش خیمہ ہوا کہ امن عام کا  
 رُخ بدل ڈالے گی یکسر گردش آیام کا  
 ختم کرتے گا زمانہ وحشت و درندگی  
 واصل کے کھلے گی نئے سانچے کا نئے زندگی  
 جبر و استبداد کا بازار ہو جائے گا سرد  
 کر کے نہ لکھنے کی دہم کید و فطرت پالشی  
 قندے کا سسکیاں لے لے کے دم سزا یاد  
 نذا آتش کر دیا جائے گا قصرِ حرم و آلاء  
 قصر وایاں ہوں گے فنا کے لے والوں کے لئے  
 فقہ ہو جائے گا ارباب ریاست کا تمام  
 کر دیے جائیں گے ہاتھ اربابِ دولت کے ظلم  
 ہاتھ میں مزدور کے ہو گا حکومت کا علم

صبر کر! ہاں ہند میں بھی انقلاب آئے کو تو

غیب سے تیری دعا کے سبب آئے کو تو

## حُسنِ اعتقاد

شیخ صاحبِ کپ کی اپنی سُن کر کیا کروں  
 آپ کی تقریرِ روحانی سے کچھ حاصل نہیں  
 یہ ترقی کا زمانہ اور ضرورت آپ کی  
 ہوتا دنیا کا تمدن آپ کے بس میں اگر  
 روشنی علم و حکمت کا نہ ہوتا کچھ نشان  
 بالیقین مغلوں ہوئی تو تہ ذہن و دماغ  
 آپ کی تبلیغ ہو سکتی اگر کچھ کامیاب  
 مٹ چکا ہوتا جہاں سے ترک کی عظمت کا نام  
 مجھ چکا ہوتا فلسفیں کی حیثیت کا چراغ  
 آپ کے زیرِ قیادت جب تک عالم رہا  
 اب بھی ارشاداتِ عالی دلی منزل میں رہا  
 دیکھنا چاہیں جو آپ اپنی کرامت کا کمال  
 خواہ وہ پامال و ذلیل حال پریشان و ذرا  
 آپ کی مجلس سے اٹھیں اور پھر تو باگرد  
 ان نوازش ہائے نورانی سے کچھ حاصل نہیں  
 دیکھتا ہوں غور سے دانشِ صورتِ کپ کی  
 ہر طرف ہوتے یقیناً جانور ہی جانور  
 تیرہ دتار یک ہوتے سب مین و آسماں  
 بس توکل ہی جلتا اس اندھیرے میں چراغ  
 کس طرح ملکوں میں آتے یہ بردستِ انقلاب  
 ہو چکا تھا سطوتِ ایرانیوں کا اختتام  
 ٹٹ چکا ہوتا کبھی کا مصر کی شوکت کا بلغ  
 پایمال و ذلت و ادبار و فقر و غم رہا  
 رو رہی تھی دھرتِ خون کے آنسو و ماں  
 سامنے ہندوستانِ موجود و زندہ مثالی  
 مردہ و افسردہ و ترویدہ و رسوا و خواہ

حشی دودنہ دغ و خوار دپر ہول و مضرب  
 آدمی کی عقل میں شیر و ہلنگ و فرس و فریب  
 چھان ملے آپ کی ساری خدائی کے مدد  
 کچھ نہ پایا جزر یا دمکر و تخریب و جمود  
 اب زمانے کو ضرورت آپ کی حضرت نہیں  
 اب شلغ و قلب کی بازار میں قیمت نہیں  
 اب یہ دغ و خوار دوزخ ہو بیکار آپ کا  
 انجن میں رنگ جم سکنا، ہو دھواں آپ کا  
 کام دے سکتی نہیں اب تیزی و گفٹار صرف  
 اب تو معیار تقدس ہو کند و دار صرف  
 آئیے تکلیف کر کے سوئے میدان جہاد  
 دیکھیے پھر بد عقیدوں کا بھی حسن اعتقاد

## اتاترک

اے اتاترک معظم اے کمال ذی کمال  
 اے جلال عظمت ترک و جمال ایشیا  
 آج تیری موت سے ہو عالم اسلام میں  
 زاید از ہنگامہ حشر ایک ہنگامہ بپا  
 تو نے دنیا کو دیا بڑا بھیرت را سبق  
 جو خلاصہ ہو کتاب انقلاب دہر کا  
 ہو چکی تھی ترک کی عظمت کی جب ترکی تمام  
 ہو چکا تھا اس کی قسمت کا بظاہر فیصلہ  
 ایک مرد دراز و بیاؤ و قریب الموت کو  
 زندہ رہ سکے کا استحقاق جب باقی نہ تھا

ہر جگہ تھی جب ہم تقسیم مہنی ملک کی  
 ملک میں برپا تھا جب سخت آتش اور خطر  
 ، مودہ ہی تھی تنگ جب ترکوں پہ دنیا کی زمین  
 جب خلیفہ غیر ملکی سازشوں کا تھا شکار  
 تو اٹھا اور یکہ و عہا اٹھا اس شان سے  
 وہ بھی بے یار و انیس بے مددگار و معین  
 اک طرف اشتراک کے جاموں پیاسے خون کے  
 پھر بھی اے جاننا زلمت اے دل کے ملک تو م  
 ہر طرف سے یورشِ خطرات تجھ پر تھی مگر  
 تو نے پیدا کی وطن میں از سر نو زندگی  
 تیری تقریریں نے ڈالی لوہوں میں پھر سے جان  
 کر دیا پیدا جوانوں میں وہ تو نے جوشِ عام  
 از سر نو پھر منظم کر کے ساری قوتیں  
 ڈٹ کے دئی میدان میں تھنے وہ دباؤ مردی  
 ہر جگہ دی تو نے دشمن کو شکست سخت غاش

اس کی بربادی کا نقشہ تھا مکمل ہر جگہ  
 یاس و نومیدی کا اک سیلاب تھا آیا ہوا  
 ترک کے خون کا نہ تھا جس وقت کوئی خون پہلا  
 جب خلافت رہ گیا تھا نام حکم غیر کا  
 تیرے پلے میں نہ تھا کچھ چند جانوں کے سوا  
 غم زدہ آفت رسیدہ اور مصیبت آشنا  
 اک طرف قصرِ خلافت سے بھی فتویٰ قتل کا  
 تیرے ابرو پر شکن تھی اور نہ بل ملتے پہ تھا  
 اپنی دھن میں تو سدا غلطان نہ جہاں ہی  
 آتشِ مُردہ کو تیرے لُطق نے بھر کا دیا  
 جذبہٴ خوابیدہ امید پھر سے جاگ اٹھا  
 اک بڑا لشکر ترے پرچم کے نیچے آگیا  
 دشمنوں پر تو نے ہر جانب سے حملہ کر دیا  
 کر دیا اک سخت حیرت میں جہاں کو مبتلا  
 ہر قدم پر کر دیا ہنگامہٴ محشر بہا

ٹینگ پہرے کیا اغیار کے قبضے سے پاک  
 پھر نئے سرے کیا قائم نظام سلطنت  
 سب سے پہلا کام تیرا تھا خلافت کا زوال  
 خانقاہیں جو تھیں جاسوسی کے اڈے کو بکو  
 مولوی تھے جو بدیسی ملک کے تنخواہ دار  
 تہوہ خانے تھے جو غیر اقوام کے جائے پناہ  
 غیر ملکی کوٹھیاں اور بینک پائے جس قدر  
 جس قدر ہی آئی ڈی نکلے حد و دہ ملک میں  
 جن اداؤں میں فوراً ہی تھو لے پائی بوسے خیر  
 باغی و غدار پایا جن کو تو نے قوم میں  
 غیر ملکی جن کو حاصل تھا خصوصی امتیاز  
 انقضیٰ ایسی بٹھائی دھاک تو نے نوک کی  
 ہر طرف سے تجھے پہ پورش کی سچی قوم نے  
 بزم لوزان و جنیوا میں وہ بیٹھائے رعب  
 فصیح کی تنظیم تو نے کی بہ اندازِ حسد وید  
 کر دیا اشعار کی ڈپلومیسی کا خلافت  
 اقتدارِ غیبیہ کو زیرِ زمیں دھنسا دیا  
 باعثِ خطر و تھی ترکوں کے لئے جس کی بقا  
 کر دئے تاویبِ غائبانہ میں قائم جا بجا  
 سخت سے سخت ان کو دی تیری سیاست سزا  
 اک سرے سے تو نے کب تندر آتش کر دیا  
 اک ناگتنِ سب کی آزادی میں تو نے دی لگا  
 کر دیا بے درد و کد سب کو تہ تیغ قصص  
 سر ٹھانے کی بھی مہلت پھر نہ دی ان کو ذرا  
 دفترِ مستی سے ان کا نام خارج کر دیا  
 ضابطے میں کس کے سب کو کر دیا بے دست و پا  
 رہ گئے سب دم بخودِ دیوان کیا انگلیں کیا  
 پر تجھے مرعوبِ دنیا میں نہ کوئی کر سکا  
 اتحادی مکروہ فطرت کو پسینا آ گیا  
 ملک کا آئین باطل ہی بیٹھ کر رکھ دیا

قوم کی تعلیم کی جانب کیا اقدام خاص  
 صنعت و حرفت کھولے کارخانے ہر طرف  
 غیر ملکی مال جس کو خود بنا سکتے تھے ترک  
 کھل گئے ہر قسم کے مل کھل گئی ہر کشتاب  
 آج ترکوں کو کوئی دیکھے تو کہہ سکتا نہیں  
 ریل، موٹر، گن، مشینیں، توپ، میائے جہاز  
 فوج کی تعلیم ہر بلغ پر کر کے لازمی  
 قوم کے بچوں میں پیدا کی دھن کی دوستی  
 عورتوں کے حق میں رست ہو گیا تیراوجہ  
 آج ترکی مرد کے پہلو بہ پہلو ملک میں  
 سب بے حد پر حقیقت میں ترالے بالکال  
 تو سچائی الکر کرتا نہ اس بیماری کی  
 اس اڑی میں تو اگر کٹھے نہ آتا قوم کے  
 تو نے رکھ لی ساری دنیا کے مسلمانوں کی لاج  
 لیج رہا ہی ترے سرے سے اک ٹونڈ شور

تنہا تھے جو اٹھ ان کو ساٹھ تک پہنچا دیا  
 ملک مصنوعات گوناگوں کی منڈی بن گیا  
 ملک بھر میں کر دیا منع اس کا داخلہ  
 نام بیماری و عسرت کا وطن سے بھاگ گیا  
 یہ دہی بیمار ہو کر جو کل قریب گور تھا  
 جملہ سامان تمدن سے ہر ملک آرا ہوا  
 سارے ملک اور قوم کو تو نے سنبھل کر دیا  
 سرفروشی اور جانبازی کا درس ان کو دیا  
 تو نے اس طبقے کو فرمائی دے آزادی ملا  
 دے دے ہی ہر ترک عورت بھی ثبوت ارتقا  
 ہو چکا تھا اور نہ یہ ٹرکی، لٹا نہ تیسر کا  
 کہ چکی غمی موت اس کی زندگی کا فیصلہ  
 ہو چکا تھا اس کی امیدوں کا کیسہ خاتمہ  
 در نہ رہتی مہند گھلے کی بھی دنیا میں نہ جا  
 دور باہر عالم اسلام کا چھوٹا بڑا



دے دے تو فتنے تیرے عزم کے تقلید کی  
 ہو ترا نقش قدم اپنے لئے اک رہنما  
 جنگ آزادی میں ہندوستان کو بھی لے کمال  
 تیرے نقش پایہ چلنے کی سعادت ہو عطا

## جوانو

اے ہند کے بد بخت و تباہ حال جوانو  
 اللہ اب اس بے بسی و سکرے بار آؤ  
 میدان میں دکھلاؤ ذرا جہر تیر تبت  
 یوں قطع کر دسندیل آزادی کا ل  
 سرمایہ و اعزاز و امارت کو جلا کر  
 بے رحمی و غارت گری و تفرقہ سازی  
 سفاکی و وحشت کی حکومت کو مٹا کر  
 ہر جہر و تعدی کو زمانے سے کر دسم  
 ہر ظالم و جابر پر کورم کا در سند  
 اب اپنی غلامی کی نحوست کو مٹا دو  
 ہاں خود کو محترم عمل و عزم بنا دو  
 نقش اپنی شجاعت کا ہر اک ٹل پر بٹھا دو  
 ہو کہہ بھی رستے ہیں جو حایل تو ہٹا دو  
 اس قصر فلک بوس کی بنیاد ہلا دو  
 آرام سے ان سب کو تہ خاک سلا دو  
 اس قلعے کی اسباب تک تم اینٹ بجا دو  
 ظلم و ستم و جور کے ایوان کو ڈھلا دو  
 ہر سرکش و مغرور کی گردن کو بٹھا دو

حم کو کوئی رستے سے ہٹا سکتا ہو کیوں کر  
پس یہ ہو کہ مستنزل پہ قدم اپنے جماعہ

—\*— (تہذیب ) \*—

## نہ ڈر

حق پہ ہل کے ستم ہائے فداواں نہ ڈر      دشمنہ و بیعت و خیر و پیکان سے نہ ڈر  
فکر ساحل ہو تو کچھ خوف نہ کرطواں کا      پار ہونا ہو تو امواج پریشاں سے نہ ڈر  
قطع کرنی ہو اگر مستنزل مقصود تجھے      کوہ صحرا سے نہ ڈر دشت بیاباں سے نہ ڈر  
جز فنا عیش بقا کی ہو تمنا بے سود      نفع گر تجھ کو اٹھانا ہو تو نقصاں سے نہ ڈر  
سر کی بازی طلب حق میں لگا دے بے خوف      مصلحت کو ش نہ بن اور تلف حال سے نہ ڈر  
طوق دوزخیر تجھے رکھ نہیں سکتے محبوس      بندش سلسلہ و سختی زنداں سے نہ ڈر  
ایک دن یاس کو ہونا ہو مبتدل بامید      کثرت غم سے نہ ڈر شدت حراں سے نہ ڈر  
آگ ہو جلے گی تیرے لئے گلزارِ خلیل      خوف نمرود نہ کر، آتش موزاں سے نہ ڈر

پستیوں کے لئے آئے گا بلندی کا بھی دور

اک ذرا صبر تو کر گردشِ دوراں سے نہ ڈر

# ملک اپنا آزاد کراؤ

رنج سہو تکلیف اٹھاؤ

کوئی غم ہو مت گھبراؤ

بل نہ کبھی ماتھے پر لاؤ

مرد بنو اور مرد بساؤ

اٹھو اور ہمت دکھاؤ

ملک اپنا آزاد کراؤ

کب تک یوں ناچار رہو گے

خوار و زبون و زار رہو گے

مفلس اور نادار رہو گے

پشت زمین پر بار رہو گے

کچھ تو ذرا دل میں شرمناؤ

ملک اپنا آزاد کراؤ

ہمت ہو نہ شجاعت تم میں  
 غیرت ہو نہ حمیت تم میں  
 دولت ہو نہ حکومت تم میں  
 الفت ہو نہ محبت تم میں

خود کو بس اب انسان بناؤ  
 ملک اپنا آزاد کراؤ

غیروں کو اب گھر سے نکالو  
 ان سے کہو جاؤ رستالو  
 اپنی حکومت آپ سنبھالو  
 دیس کی جانب دیکھو بھالو

اُجڑی ہوئی بستی کو بساؤ  
 ملک اپنا آزاد کراؤ

کیا جھگڑا کیسی لڑائی  
 چھوڑ دیہ سنسار ہنسائی

سب ہو جاؤ بھائی بھائی  
 دل کے گرد دشمن پہ چڑھائی  
 تھوڑے سے ہیں مار بھگاؤ  
 ملک اپنا آزاد کرناؤ

## کانپور

بس اب نا تابل برداشت ہیں دل کمر نالے  
 تجھ نے کانپور اللہ بالکل خاک کر ڈالے  
 دج و نخس تیرا ختم ہو جائے زمانے سے  
 کہ شرم آتی ہے مجھ کو لب پتیل نام آنے سے  
 تری بستی کو انسانوں کی بستی کون کہتا ہے  
 بتا مجھ کو یہاں اگر ایک بھی انسان ہوتا ہے

جہاں روتی ہو آس و خون کے تہذیب انسانی  
 مستطہ ہو جہاں عقل و خرد پر جیل شیطانی  
 نہ دیکھتا جہاں انسانیت سرور گریاں ہو  
 جہاں روحانیت اپنی زبلوں عالی پر گریاں ہو  
 جہاں حق و صداقت اپنی پامالی پر تے ہو  
 جہاں صلح و وفا اپنی تہ عالی پر تے ہو

جہاں انسان انسانوں کا مینا خون پیتے ہوں      جہاں اک سرے کی زبان گھلے جیتے ہوں  
 جہاں یا اثر ہے ٹپتے ہوں یا گفتار ٹپتے ہوں      جہاں انسان کی شکلوں میں آدم خواہے ہوں  
 فلک جس میں پر قہر کے شعلے برستے ہوں      جہاں گے رہنے والے مہر و الفت کو ترستے ہوں  
 جہاں چاروں طرف فرعون اعدہ جہاں ہے ہوں      جہاں یازن لے لے رہے ہوں یا الجہ نچال رہے ہوں  
 جو جنوں کی بستی ہو جو دیوانوں کی بستی ہو      جو انسانوں کے بدلے صرف حیوانوں کی بستی ہو

اسے دنیا میں سرگرمی نہیں آباد رہنے کا      نہیں ذرہ بھر استحقاق اس کو سادہ رہنے کا  
 یہی بہتر ہے وہ ناپاک بستی خاک ہو جائے  
 کہ اس کے خاک ہو جانے سے نیا پاک ہو جائے

## خاکِ وطن

اے ہند اے خطہ پاکِ وطن  
 اے منظرِ حسرتِ ناکِ وطن  
 اے قلبِ تپان و چاکِ وطن

اے خار و خس و فاشاکِ وطن

وہ حوصلہ بیباکِ وطن

کیا ہو گیا اب اے خاکِ وطن

انسوس کہ تو پا مال ہو اب

محتاج ہو اب کنگال ہو اب

ردی کا بھی تجھ کو کال ہو اب

کچھ کہہ تو کہ یہ کیا حال ہو اب

وہ مال و درو املاکِ وطن

کیا ہو گئے سب اے خاکِ وطن

دُنیا میں کبھی تھا راجِ ترا

ہر شخص تھا یاں محتاجِ ترا

تھا تختِ ترا، تھا تاجِ ترا

نقشہ یہ ہوا کیا آجِ ترا

بدنام ہو نامِ پاکِ وطن

کیا بات ہو یہ اے خاکِ وطن

منست بھی تری برباد ہوئی

حرفت بھی تری برباد ہوئی

شہرت بھی تری برباد ہوئی

عزت بھی تری برباد ہوئی

ہیں زیرِ زمیں افلاکِ وطن

افسوس افسوس لے خاکِ وطن

ہر منکر جو عزت کی یار د

کچھ اپنے وطن کی قدر کر د

میدان میں بڑھو آزادی لو

انگریز کے پنجے سے نکلو

روشن کرو نامِ پاکِ وطن

ہو جبا و فدا ئے خاکِ وطن

اے ہندو مسلم شرم کر د

اب اپنے دلوں کو نرم کر د

خون اپنی رگوں میں گرم کر د



اس پھوٹ کا کریا کرم کرو

انے جوسلہ بینیاکِ وطن

حق مانگتی ہو اب خاکِ وطن



## جوانانِ وطن

جوانانِ وطن بس اب تمہیں بیدار ہونا ہے جہادِ ملک و ملت کا علمبردار ہونا ہے

بتانِ دیر سے آمادہٴ پیکار ہونا ہے ہفتوں سے بغاوت کے لئے تیار ہونا ہے

اٹھو اور منہدم کرو دشوالا کبر و نخوت کا

مٹا ڈالو جہاں سے نام جو رو بربریت کا

اٹھو اور حفظِ ناموسِ وطن کا حق ادا کرو بڑھو اور خدمتِ امت میں اپنا سرخدا کرو

مٹانا چاہتا ہو جو تمہیں اس کو فنا کر دو جو تم پر جبر کرتا ہو تم اس کا خاتمہ کر دو

دکھا دو زورِ حقِ باطل سے قوتِ آزمائش کو

رہو گے تم یقیناً کامیاب بدعا ہو کر

تمہارا عزمِ صادق تم کو ذلتِ کھلے گا تمہیں قیدِ غلامی کی مصیبت پہنچے گا

تھیں بستی سے باہم اوج دروغ پہاڑ کا  
تھیں جلدی پہاڑ کے پانچے میں محلے گا

اگر دکھلا دیا کچھ جو سن کم لے لے جواہر کا

یقین رکھو تمھارے سرور سہرا کا مرانی کا

وہ دن آنے ہی کو ہر حجب ہارا ہوا لاہور  
تمھارے ملک میں عیش و مسرت کا اُجالا ہو

تمھارے دشمنوں کا منہ تمھارے گھر سے کالا ہو  
اُٹھائی ہیں جو تم نے زمینیں ان کا اڑا ہو

وہ عہد نیک و ہنگام ہمایوں آنے والا ہو

کہ ہندوستان سے دشمن تمھارا جلنے والا ہو

وہ دین نیک ہر حجب ہر فساد بیاں ہوگی  
بہر عیش ہوگا جن میں گشتویاں ہوگی

دشمن خورشید کا ملک میں تباہیاں ہوگی  
جفا و جور و استبداد کی بربادیاں ہوگی

تمھاری کوششیں تم کو کریں گی کامیاب آخر

تمھارے واسطے ہر حریت کا فتح باب آخر

# حقیقی محبِ سر

یہ سچ ہو کہ ہندوستان میں ابھی تک  
 نہ ظلم و ہنر ہو نہ عزم و عمل ہو  
 مگر یہ بھی سچ ہو کہ یہ سب تب ہی  
 فقط آپ ہی کی توجہ کا پھل ہو

---

یہ سچ ہو کہ اہل وطن کے دلوں میں  
 نہ محبت و وطن ہو نہ خوش دفا ہو  
 مگر یہ بھی سچ ہو کہ یہ سب نت سچا  
 فقط آپ ہی کی عنایات کا ہو

---

یہ سچ ہو کہ ہندی جوان کی رگوں میں  
 محبت رہی ہو نہ غیرت رہی ہو  
 مگر یہ بھی سچ ہو کہ اب تک یہ صورت  
 فقط آپ ہی کی بدولت رہی ہو

---

یہ سچ ہو کہ آپس میں ہندوستانی  
 ہر اک بات بے سبب لڑ رہے ہیں  
 مگر یہ بھی سچ ہو کہ یہ سب سارے  
 فقط آپ ہی کے سبب پڑ رہے ہیں

---

یہ سچ ہو کہ ہر سمت ہندوستان میں  
 گھٹائیں جہالت کی چھائی ہوئی ہیں  
 مگر یہ بھی سچ ہو کہ یہ سب بلائیں  
 فقط آپ ہی کی بھلائی ہوئی ہیں

---

یہ سچ ہو کہ باہم دگر ملک بھر میں  
 رواداریاں ہیں نہ غم خواریاں ہیں  
 مگر یہ بھی سچ ہو کہ اس کا باعث  
 فقط آپ ہی کی فسوں کاریاں ہیں

---

یہ سچ ہو کہ اپنی حماقت کے باعث  
 بہت جلد مٹ جائیں گے ہندو لے  
 مگر یہ بھی سچ ہو کہ مٹنے سے پہلے  
 بہت دیر لگے گی کہ مٹ کر رہیں

# غزلیات

زمانے کی نیرنگیاں کہہ رہی ہیں کہ ہو ایک سخت انقلاب آنے والا  
 خبر چند ہی دن میں سن لیجئے گا، اسیروں نے زنداں کا در توڑ ڈالا  
 ضرورت ہو دل کی تو موجود ہو دل مگر یہ گزاکش ہو سرکارِ والا  
 غریب آدمی ہوں کہیں مر نہ جاؤں، اگر ہو گیا کوئی گڑبڑ گھٹالا  
 ہوئی ہو کبھی وحشتِ دل زیادہ تو کیا دیکھتا ہوں کہ تم سامنے ہو  
 تمہارے تصور کو اندر رکھے کہ اکثر اسی نے ہو مجھ کو سنبھالا  
 بس اب تو یہ جی چاہتا ہوں کہ ادبِ تری ہی پرستش کروں زندگی بھر  
 بٹھالوں تجھے دل کی گہرائیوں میں بنالوں پھر اس دل کو میں اک شوالا

نہ کر مجھ کو مجبور سیرِ غلستاں مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہی ہمد م  
 ہرا کرتا ہی میرے زخموں کو سبزہ مرے دل کو داغ اور دیتا ہی لالا  
 اٹھو اے شبِ ہجر کے سونے والو! کہ ہوا بطلوعِ سحر ہونے والی  
 نوید اہل مشرق کہ مغرب میں سورج بس اب چند لمحوں میں ہی چمکنے والا  
 عدد ہی نہ تھا خواستگارِ محبتِ دہاں ہم بھی تھے بے قرارِ محبت  
 پر اللہ سے اس بُت کی فطرت کہ اس نے یونہی روزِ وعدہ پڑے دنوں کو مالا  
 لیں اب وقتِ آخر ہی بیمارِ غم کا یہ مہمان ہوا اب یہاں کوئی دم کا  
 حواس اس کے سنبھلے ہوئے تم نہ سمجھو مری جاں پہی چیز تو ہو 'سنبھالا'  
 نکیرین لے کی اگر مجھ سے پرش تو کر دوں گائیں بے تکلف گزارش  
 ہی ایساں مرا ایک بُت کی پرش اسی کی ہی سمن اسی کی ہی مالا  
 جہاں میں کہیں عقل و دانش کی ہم کو نظر آئی جب دالِ گلتنی نہ احمق  
 تو ہم نے بھی اپنی خرد مندیوں کو جنوںِ حماقت کے سانچے میں ڈھالا

دہان نت لیا ہو جفا کا تیرینا      بس اے مضبوطِ غم اب تو مشکل ہی جینا  
 خدا کی قسم گر بھی مند ہو واعظ!      تو رندوں کو بھی کفر ہو اب نہ پینا

نباد جہاں لفظ پر جا رہی      پہنچنا ہی وہاں ہم کو دینہ پزیرہ  
 غلامی اختیار ہو جس کا مقصد      یقیناً ہی مرے سے بدتر وہ جینا  
 اگر تیغ کھینچو تو موجود ہی دل      اگر تیر مارو تو حاضر ہی سینا  
 ہم اہل حلال اس کو کہتے ہیں واعظ      کہ جو ایک کر دے لہو اور پسینا  
 جہاں دفن کرو دشمن شہادت کو      وہیں سے نکل کئے گا اک دفینا  
 صدا آرہی ہو یہ دار و رسن سے      کہ فردوں کا مرنہ ہو تو مول کا جینا  
 اٹھایا ہو بیڑا مرے ناخدا نے      ڈبوئے گا منجھدھار ہی میں سفینا  
 نہ ہوتی گرا سیم کو ایکو کیشن      تو نکلے کی قسمت میں کب تھی زرینا  
 وہاں ہوں جہاں لوگ کہتے ہیں الحق  
 ”یہ بے چارہ بد قسمتی سے ہی مینا“

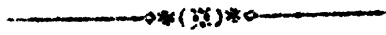
اپنا منادہ دغا لیں کو یونہی مٹائیے جا      بس یونہی بوٹ کھائے جا بس یونہی کھجائے جا  
 ناکشوں کی نگر چھو، خوب نراڑائے جا      کھائے دے کھاتے ہیں جو غم تو یونہی لال کھائے جا  
 خود کو جلا کے ناک گر کشتہ سر، جو بن سکے      رہو، اگر دغا کا ہی آئج پہ لہج کھائے جا  
 ملک میں راستے ہیں عذاب جو تجھے پسند ہو      یا سو سحر چل خانہ چل یا سو سے دیر لکھا جا

تیری نیاز منیاں دھڑا رہتی ہیں  
 ٹکڑے ٹکڑے جنوں نان جوہی کی خیر مانگ  
 تلخی جامِ زیست کربخوشی لبِ شہنا  
 ڈٹ کے مقابلے پہ اہل جفا جو رکے  
 ٹھٹھ میں ہاتھ توڑتے جا مٹھیں سر کھینچا  
 یہ بھی نہ ہو تو زور دیکھا لیجئے وہ کھائے جا  
 رہر کے گھونٹ نوش گرا دیو نہی سکر آ جا  
 سینے پتھر کھائے جا، اور قدم بڑھائے جا  
 احمق اگر ہو کل جہاں عرصہ جنگ میں تو ہو  
 تو یہ بھی کوٹھری میں بیٹھ اور ایم کھائے جا

————— ❦ —————

لے بھی طرح عاشق کا تڑپانا نہیں آتا  
 جفا کرنی نہیں آتی، ستم ڈھانا نہیں آتا  
 حیلے غدر کچھ ڈھونڈا جو دھک پر نہ آئے گا  
 جنابِ تہسبکِ دلبخواہ سے واقف نہیں  
 نصیب ہیں وہ اپنے کام آ سکتا نہیں آگندہ  
 بایں تہمتِ فریبی بھی بڑے صاحبِ ذہن سے  
 اٹھادیتا جو حکم چاہتا ہی نہ مہربا سے  
 کہ وعدہ تو مجھے آتا ہی ڈر خانہ نہیں آتا  
 تمہیں آتا ہی پھر کیا ہی جو تڑپانا نہیں آتا  
 ادا بولی، تو کیا ہم کو مگر جانا نہیں آتا  
 اسی باعث تو ان کو زجر فرمانا نہیں آتا  
 فراغت میں جسے ٹیوٹوں کے کام آنا نہیں آتا  
 میاں لگو کو خوشنودی کا پروانا نہیں آتا  
 بٹھا کر بزم میں ساقی کو ترسا نہیں آتا  
 یہاں مٹھنے سے پہلے جس کو مرانا نہیں آتا

چپت بازی اگر مدد لے کی تو کیا بُرائی کی حقیقت یہ پروا غلط سمجھنا نہیں آتا  
 ہمیشہ اپنے عاشق کی رہتی ہو تلاش ان کو کہ باسی ان کے دسترخوان پر کھانا نہیں آتا  
 حکایت جان بل کی یا کہانی مارشل لا کی  
 تجھے احمق کوئی دلچسپ افسانہ نہیں آتا



ہمارے دل کا کوئی قدر داں نہیں ملتا یہ اوقٹ وہ ہے جسے سارباں نہیں ملتا  
 ربائی پائے اسیر قفس کہاں جلے چمن میں اس کو کہیں آشیاں نہیں ملتا  
 کچھ ان کو اپنی جفاؤں پہ غیرت آتی ہو تو ڈوبنے کے لئے اب کنواں نہیں ملتا  
 لکھ کے گھر سے مئے اب چال ہو کہ نہیں تلاش پر بھی کوئی قدر داں نہیں ملتا  
 میں قیس ہوں کہ اٹھاؤں تم سے شتر غزنے عبت مزاج ترا سارباں نہیں ملتا  
 وہ مرگب غیر پہ اظہارِ غم کریں کیوں کر کر لے پر بھی کوئی نوحہ خوان نہیں ملتا  
 رقیب ہی کے لئے ہے یہ چلے اور بکٹ ہیں تو پاں بھی لے میری جاں نہیں ملتا  
 جگر پہ تیر ستم کھانے کی تمنا ہو ستم یہ ہو کوئی ابرو کساں نہیں ملتا  
 سرِ شیور کہاں، بابِ اہل جاہ کہاں! کبھی زمین سے یہ آسماں نہیں ملتا  
 دفنا کی جنس ہو بازارِ دہریں ناپید کسی دکاں میں یہ سودا یہاں نہیں ملتا



مجھے ہوا اپنی حماقت کا رنج گیا احمق  
کہیں جہاں میں خرد کا نشان نہیں ملتا

—> (۰\*) <—

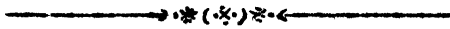
محض بیکار ہو سرگشتہ وحیراں ہونا	شیخ جی آپ کی قسمت میں نہیں خاں ہونا
کیوں نہ ہو باغ سے اخراج نواں ہوں کا	قسمتِ داغ میں ہو مرغ خوش الحان ہونا
رات وہ غیر کے دھوکے میں غنایت اُن کی	صبح پہچان کے مجھ کو وہ پشیمان ہونا
کبھی کاکل کا ہو سودا کبھی گیسو کا مراق	مری تقدیر میں نکھا ہو پریشاں ہونا
کیوں کثرت سے عیان ہوں ہر دین کے داغ	ہر تن یار کو رشکِ چمنستاں ہونا
آپ کی خدمتِ ملی کی ہر اک دستاویز	آپ کا ویسر محلِ لاج میں مہماں ہونا
تجھے زبیا نہیں اے معنی بومِ صفت	مثلِ بلبلِ محلِ عارضِ پغزل خواں ہونا
دیتے ہیں یوں مے ترکے کی وراثت کا ثبوت	درد وہ اور مری لاش پہ گریاں ہونا
قد نہ ہو ترکِ ادب کا تو یہ واعظ سے کہوں	”حاصلِ ریش کو لازم ہو مسلمان ہونا“
ہنگامہ روزِ سب کچھ مگر اے غمِ جدید	آدمی کو کہیں آیا ابھی انساں ہونا

اپنی تحسین و ثناب سے نہ بہت کر احمق

کہ تو نے نام سے ظاہر ہو ہمہ داں ہونا

کمالِ زندگی ہو عشق میں بے آبرو ہونا  
 مبارک حضرتِ دلِ فولِ ہونا، 'ٹھیم یو' ہونا  
 اگر عاشق سے نفرت تھی، تو یہ علت ہی کیوں پالی  
 پسند آیا تمہیں ناحق ازل میں خبر بد ہونا  
 خدا کے واسطے، تم میرے دل کا خون کڑا لو  
 نہ دیکھا جائے گا مجھ سے امیدوں کا لہو ہونا  
 کریں کس منہ سے ہم صاحبِ کاشکوہ ٹھو کریں کھا کر  
 محبت میں تو پہلی شرط ہے بے آبرو ہونا  
 کہیں تکمیلِ آزادی ہوئی ہو قید خانوں سے ؟  
 ابھی پھانسی کے پھندوں کو تو ہی زہیپ گلو ہونا  
 جب آئے ہند میں انگریز، بد بختی یہ چلائی  
 مبارک ایک اور دو کی جگہ 'ون' اور 'ٹو' ہونا  
 بیاں کرنے کو ہیں وحشت کا قصہ تیرے سودائی  
 کہیں اے گیسوئے پُرتیج و خم برہم نہ تو ہونا  
 قیامت میں سیہ روئی کی پردا کون کرتا ہو

میترو کہیں صاحب کے آگے سرخود ہونا  
 ڈڈوانڈے جو رختہ ہند کی قسمت میں ڈالا ہو  
 اک ایسا چاک ہو، ممکن نہیں جس کا ر فو ہونا  
 ہراک کی مانگ، ہراک کی طلب ہراک کی فرمائش  
 مصیبت ہو گیا ہو میرے دل کا دفالتو ہونا  
 ترے احباب تو سب نوکری کو منع کرتے تھے  
 تجھی کو کچھ پسند آیا ہو الحق، ڈیم یو، ہونا



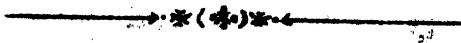
مرا افلاس حق میری ناقدری کلاماں تھا	وہاں میں کٹا اور تپوں میں تھل پھر بھی ہواں تھا
دل پر ہلائی ہم کیا سنا میں تم کو کیفیت	یہی ویرانہ ہو جا ایک دن رشک گلستان تھا
الگ ہوتا تھا ان کافر دشمن کے کام فطرت	مگر یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب میں طماں تھا
اب اسے ہوتا یہی داستان تم کو سنا دیں گے	نہ پوچھو کس مصیبت میں دل برباد ہجراں تھا
چلو اچھا ہوا دل ہو گیا غارت محبت میں	یہی ظالم مری بربادیوں کا اہل ساماں تھا
وہ فلان اب یار کے ہیں کو صاحب کی عیادت	مکومت تھی مری بنگلے پاؤں میں خاناماں تھا
سلامت کس طرح رہتے نہ ہم ہجرۂ اوست میں	کہ بیڑا اہل حق کا خوگر گرداب طوفان تھا

قبیلہ کا اب پایا یوں کہتے ہیں کہ فرشتے سے سنا تھا جب ان کا منقبت لیا تھا  
 خدا کی شان دیکھو کج زنداں کے محافظ ہیں وہ جن کا مقصد اہل شکستہ بے نذاں تھا  
 ہم اہل خانہ کی نیم مویائی کو کیا کہتے کہ نیچر گاؤ کلج قوم کا بالکل ہی غریب تھا  
 دل مدیں کے لئے بیکار اب روتا ہو کیوں اتحق  
 تجھے تھا یا بتوں کی دوستی کا مجھ کو ارماں تھا؟

— (ج) —

چلائی دل پر پھری، سینے کو نگار کیا غضب کا تو نے تم اے نگاہ یار کیا  
 جنھوں نے آپ کے وعدے کا اعتبار کیا انھوں نے اپنا ٹھکانا تہ مزار کیا  
 رقیب اور وفا اقل بھی تو ہو کوئی حسین؟ کہا حضور نے اور میں نے اعتبار کیا!  
 ہزار عہد کئے درکِ عشق کے لیکن یہ وہ بلا ہو کہ پھر بھی ہزار بار کیا  
 غضب ہیں اس بُتِ مغرب کے ہنگامے لے دل اُسے مٹا ہی دیا جس کو اس نے پیار کیا  
 یتیمی ہر محل کی مرضی کو کیوں بلا کے مجھے فضول آپ نے خرچے سے زیر بار کیا  
 مریض خانے کا ٹھیکہ دیا ہو برہمن کو فلک نے اور نیا ملک شریک کا کیا  
 بھلا ہو وہ بھی مسلمان! جس سے صلہ خدا کی راہ میں اظہار حق سے مار کیا  
 ختم کے طور پر جیسے تھے تم سب کا اہل حق کہ تو نے غمخوار اگر نہ مسخ کیا کیا

تباہ کر کے متاعِ حواس و عقل و غرور جنابِ دل نے محبت کا کاروبار کیا  
 گلوں سے بڑھ کے ہر رنگیں مرا کلامِ احمق  
 جسے جو بل گیا، اس نے گلے کا ہار کیا



خط گیسو ہوا، عشق زربخ جاناں نہ ہوا	مجھ کو پیش ہی ہوئی شکر ہر مرقاں نہ ہوا
صلہ قوم فردوسی کی تمنا ہی رہی	مرثا، شیخ، خوشامد میں، مگر خاں نہ ہوا
گلِ عارض پہ ترے بلبلِ شیدا کی طرح	ایک آنسو بھی تو کجست، غزل خواں نہ ہوا
جیلِ خانے کے جسے جس نے کبھی چاہئے	پھر وہ صاحبِ کفن چاہ کا خواہاں نہ ہوا
اہلِ یورپ نے کیا ہر وہ تماشا جو کبھی	آپ کے باپ سے بھی حضرت شیطان نہ ہوا
لبِ آنر لے کیا مجھ کو نہ ممتاز خطاب	میرے عیسیٰ سے مے درد کا درماں نہ ہوا
مجھ کو حیرت ہو ترے عہد میں لے نہ وہ لیلیٰ	کیوں ابھی آؤ ڈیرِ ضبطی ستراں نہ ہوا
نہ قفس کی تجھے پرواہ نہ صیاد کا خوف	شکر کر زراغ کہ تو مرغِ خوش الحان نہ ہوا
چارہ گراں لئے بے تہی ہیں کہ یارِ فراق	تختِ مشقِ خیال دین و پستان نہ ہوا
نئی تہذیب کا بہرہ بہت کام آیا	کہ صیت سے گزر کر بھی نہیں جواں نہ ہوا
جیل ہو یا یہ کوئی بزمِ ادب ہو احمق	تجھ پہ کچھ بھی اثرِ سختی زنداں نہ ہوا

یہ ظلم اے صیاد نہ کرنا  
اپنے گھر کو خستہ بنا کر  
بھول نہ جانا یاد ہماری  
ہونہ کہیں اُن کی رسوائی  
یہ بھی اُن کی ایک ادا ہو  
خوگر ہوں میں رنج ستم کا  
بڑھتی ہی جاتی ہیں جفائیں  
وعدے کرنا آزادی کے  
مجھ کو سڑا کر اپنی گلی میں  
حکم ہو مجھ کو خاموشی کا

دیکھ ہمیں آزاد نہ کرنا  
پیروی شداد نہ کرنا  
بھول کے ہم کو یاد نہ کرنا  
دیکھ اے دل فریاد نہ کرنا  
میرے کہے پر صاد نہ کرنا  
دیکھو مجھ کو شاد نہ کرنا  
کب تک یہ منسریاد نہ کرنا  
اور کبھی آزاد نہ کرنا  
کمیت کی اپنے کھاؤ نہ کرنا  
تم بھی پھر منسریاد نہ کرنا

شعر نہیں اچھے احمق کے

ہرگز ان پر صاد نہ کرنا

کسی کا جھانکنا اور جھانک کر روپوش ہو جانا  
کسی کا دیکھنا اور دیکھ کر بے ہوش ہو جانا  
دکھانا خوب لے دینا اور غلو اور تقاری  
مگر جب سلنا باطل کا ہو خاموش ہو جانا

خوش تہذیب، بزم خود پرستاں، جان بے باقی  
 اُسے اور ٹھپنے والے اگر ہم بے گناہوں کو  
 مری ان گرم آبِ حیاتوں کا منشا کچھ نہیں چلا  
 غافل پرستم مقصود ہو صیتا و گوارہ  
 اگر یہ دق بن سکتا ہے تیر غمزہ جادو  
 سوالِ حل پر کیا کچھ؟ امیدیں بندتا ہو  
 مزے کی سیرِ جوان کے لئے فریادِ بل پر  
 سبق دیتا ہے کیا کیا سوزِ مندانِ محبت کو  
 یقینی تھا میاں کلو کا گنترِ نوش ہو جانا  
 خدا کے سامنے بھی حشر میں بد پوش ہو جانا  
 سوا اس کے کہ تھوڑی دیر کو اکبش ہو جانا  
 قفس میں کیا انھیں آجائے گا خاموش ہو جانا  
 تو مرغِ دل کو بھی آجائے گا خرگوش ہو جانا  
 کسی کا بڑا کر زیر لب خاموش ہو جانا  
 وہ غنچوں کا چلکنا اور ہمہ تن گوش ہو جانا  
 یہ جلنا شمع کا اور دفعۂ خاموش ہو جانا

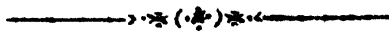
ابھی دو درخزاں میں شاعری کر لو میاں آہق  
 بہار آئے کو ہر پھر مست نوشا نوش ہو جانا



مرا اشکِ غم و جہ طوفان ہو گا  
 نبھوں کی جفائیں بھی ہیں تو آخر  
 یہ قطرہ کبھی بحرِ جاپان ہو گا  
 برہمن بھی اک بن مسلمان ہو گا  
 بس اب میری موری کا چالان ہو گا  
 یہیں دقن کا اس کے سامان ہو گا  
 کہاں جائے گاہند سے مامراج اب

متناؤں اپنی ہر قیمت کا قصہ  
 پر و فیسوں کی نوازش ہی ہو  
 بہت تنگ ہوں تلخی زندگی سے  
 ہماری حفاظت کی اسکیم کسی  
 نہ آئے اگر میری تنخواہ کے دن  
 مجھے کیا اتھار ہی نقصان ہوگا  
 کہ بیچارہ ریوڑ پریشان ہوگا  
 تو اسلام ہو گا نہ ایمان ہوگا  
 اگر زہر لادو تو احسان ہوگا  
 ہماری تباہی کا سامان ہوگا  
 مجھے کیا اتھار ہی نقصان ہوگا

کرے گا یقین ان کے وعدے کا حق  
 تجھی سا اگر کوئی نادان ہوگا

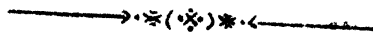


بول بالا ہی یہاں تک ستم ایجادوں کا  
 میری نیت بھی ہو تو یہ کی جناب زاہد  
 دیکھیے ایک صدی بعد کہاں ہو دنیا  
 کچھ نہ کچھ لاگ تو ہو جی کے پہلنے کے لئے  
 ہم حسینوں کو بھتے تھے نجیب الطرفین  
 تیرے کو پچے کے سوائے ستم ایجادیں  
 دیکھیے جس کو وہ بیہودہ و گستاخ و شریہ  
 شور پہنچا ہو فلک پر مری فریادوں کا  
 صرف یہ ہو کہ مہینا ہو ابھی بھادوں کا  
 عہدِ سائنس ہو اور زور ہو ایجادوں کا  
 سلسلہ بند نہ ہو عشق کی افتادوں کا  
 کام کرتے ہیں یہ یکجہت تو جلا دوں کا  
 کہیں دنیا میں ٹھکانا تھے بربادوں کا  
 آپ کا گھر ہو کہ تکیہ کوئی آزادوں کا



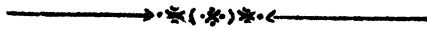
کچھ اگر عرض کروں گا تو شکایت ہوگی      حاصل مجھ سے نہ پوچھو مری فریادوں کا  
 لے گئے لوٹ کے کل ہند کی ہلک کو نہیں      جو لٹیروں کا تھا کام اب وہ ہزاروں کا  
 مطمئن ہوئے نہیں ہیں نہ بیٹھے اے ببل      غل پھرتا ہر تری تاک میں میادوں کا  
 تجھ کو تک بند بھی کہنا غلطی ہو احمق

شاعری سچ تو یہ ہر کام ہو استادوں کا



اسی ترکیب کو اُلفت میں ہم نے بفرجنا      کر اگر جان بیمہ صدرۂ فرقت سے مرجنا  
 ہیں کچھ نئے قیامت کو فوب لے فتنہ گر جانا      قیامت کا اُسے اک قد آدم پوسٹر جانا  
 بڑا دھوی ہر اپنی سادگی پر ماہِ کامل کو      ذرا اک ن گھڑی بھر کے لئے تم بھی کھرجانا  
 مرے گھر سے جوانی لے گئے گوشت چھوڑتے      مگر نہیں نے تو ان کو شل ریوٹر، معتبر جانا  
 تمہیں جانا تمہیں سمجھا تمہیں دیکھا تمہیں پایا      اگر پایا اگر دیکھا اگر سمجھا اگر جانا  
 خریدی جاتی ہو کیونکر وطن کی جنس آزادی      یہ اک ایسا سمٹا تھا جسے سر بیچ کر جانا  
 گلہ ہم زندگی کی تلخیوں کا کیا کریں اس      وہ کہہ دیں کہ اس جینے سے تو بہتر ہو جانا  
 امیدِ وصل ہیں یاں یک گئی سب یاد اپنی      وہاں ان کے پے اک بیل تھا کہ ٹوٹک جانا  
 یہ تا دلیس بجا ہیں پھر بھی بے جا ہونے دل      دفور شوق میں تہذیب کی حد سے گزر جانا

گدھے بھی حضرت عیسیٰ کے پیچھے پھرتے کوئی چڑنا ہر گھاس، آتا ہوا ان کو قتل چرانا  
 بڑے حق ہو تم بھی بدل کہیں پھوٹ میں ملتا ہو  
 اسے بھی تم نے کوئی نیم صاحب کی نظر جانا؟



نزدیکوں میں تمہیں، مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا  
 جسے آنکھیں خدا نے دی ہیں اندھا ہو نہیں سکتا  
 کسی صورت میں آؤ، ہم تمہیں پہچان ہی لیں گے  
 ہمیں برق و چرلغ و غل کا دھوکا ہو نہیں سکتا  
 خیال کو نسل بھی شیخ کو ہر پاس مسجد بھی  
 یہ بے چارہ دو عملی میں کہیں کا ہو نہیں سکتا  
 یہ مغرب کے چمگردہ، سب پرانے گھاگ ہیں لیکن  
 ترا ہم سر کوئی 'اُلو کا پٹھا' ہو نہیں سکتا  
 ہمیں ان کالجوں سے جو ملے گا، ہم سمجھتے ہیں  
 مگر یہ ہر تمہیں قلبیوں کا ٹوٹا ہو نہیں سکتا  
 وطن کی خاک کے ہر ذرے کا حق آدمی پر ہو

کوئی اس بوجھ سے سرکڑی ہلکا ہو نہیں سکتا  
 ہمارا دل تمہارا ہو گیا، یہ کیا تمنا ہے  
 ذرا پھرتو کہو "کوئی کسی کا ہو نہیں سکتا"  
 مجھے پامال کرتے ہو مگر یہ بھی سمجھ رکھو  
 کہ مٹ سکتا تو ہوا انسان پیدا ہو نہیں سکتا  
 یہ کیسی شورشیں ہیں ملکِ دل میں یاس و حسرت کی  
 یہاں شاید نفاذِ مارشل لا ہو نہیں سکتا  
 چمن کتنے ہی داغ لالہ و زنگس دکھا ڈالے  
 مگر وہ 'گلشنِ جلیلا نوالا' ہو نہیں سکتا  
 کہاں تک صبرِ آخرت اب کہ یہ خامشیِ احمق  
 میاں! ہم سے تو ضبطِ جو رہے جا ہو نہیں سکتا



موس کا حکم اچھا کیا، بُرا کیا	محبت میں رو کیا نارو کیا
وہ کیا جانیں وفا کیا ہی جفا کیا	مری حالت سے اُن کو واسطہ کیا
ظالمِ خیر عی بحسبِ فنا کیا!	مری کشتی ہو بے پرواے ساحل

یہ اس آلو کے پٹھے نے کہا کیا یہاں وصل پر بار و عدد کو  
 ہم اپنے دست بازو کو سرا ہو  
 نہ پوچھو اب ہمارا پوچھنا کیا  
 میاں نامع تھا اے باپ کا کیا  
 لکھا کیا تھا قیوں نے پڑھا کیا  
 شکایت ہائے بٹلر کا گھلا کیا  
 مریض زلف کو گنیشیا کیا  
 مجھے اے فاکٹر پیش نہیں ہو

حکومت بھی مگر خطی ہو احمق

مرے اشعار پرور نہ سزا کیا



جو خانساہاں کے ناز اٹھائے توار ولی کا عتاب دیکھا  
 نہ پہچانے شوق جی حضوری کہ ہم نے کیا کیا عذاب دیکھا  
 کہیں ہمارے مٹانے والے نہ خود ہی رہ جائیں مسکے اک دن  
 کہ بار بار اس طرح بھی ہم نے جہاں میں ہوا انقلاب دیکھا  
 یہ جن کو پروائے دین و مذہب نہ جن کو احساس قوم و ملت

ہمیشہ ایسے ہی بزرگوں کا گڑ میں بس انتخاب دیکھا  
 جہاز کچنر کا ڈنگ لایا تو موت نے ہنس کے غل مچایا  
 بنا جو فرعون اس کو آخر غریق طوفان آہ دیکھا  
 عجیب کانج ہر عشق کا بھی نہ ڈپلوما جس میں ہر ڈنگری  
 ہمیشہ ناکام اس کو پایا ، جسے یہاں کامیاب دیکھا  
 وہ خواہ بھنگی ہو یا برہمن ہر اک کو ہر وصل یا راصل  
 نہ اس طرف کوئی شرم پائی نہ اس طرف کچھ حجاب دیکھا  
 کوئی ہو گو بھکا ، کوئی ہو بہرا ، کوئی ہو لنگڑا کوئی ہو لولا  
 جسے بھی دیکھا ترا فدا ئی ، تری طرح لا جواب دیکھا  
 نفس کی دنیا ہی تھی کہ جس میں نہ تھا کسی چیز کو تغیر  
 وگرنہ عالم کے ذرے ذرے میں نہ تھا انقلاب دیکھا  
 شباب بیکار کھو رہا ہے ، عجیب احمق ہو تو بھی زاہد  
 یہی زمانہ تو ہے کہ کوئی شراب پی ، کتاب دے ، کھا

پیش نظر جس وقت ہمارے، سخن رُخ جانانہ تھا  
 دل کا ہر ہر گوشہ گویا، ایک تجلی خستہ تھا  
 علم و عمل و فضل و ہنر میں ہر سر داپنا یگانہ تھا  
 آدمی کہلاتے تھے جب ہم، وہ بھی ایک زمانہ تھا  
 قیس، خدا کی رحمت اُس پر، سودا ئی تھا یا مجنوں  
 جس فن میں تھی ہمارت اس کو، اس میں فردو یگانہ تھا  
 اپنے اپنے غم کا بیاں تھا اپنی اپنی زبانوں میں  
 کیا بیل کی لوح گری تھی کیا قمری کا ترانہ تھا  
 کم نکلے بندے وہ خدا کے ہوں جو حرم ہوا سے پاک  
 کی گئی جب تحقیق دلوں کی ہر گھراک بُت خانہ تھا  
 بات ہی رندوں کی تھی نرالی، دنیا ہی کارنگ تھا اور  
 ساتی جب ساتی تھا ہم دم، میخانہ میخانہ تھا  
 حسرتِ دل میں داغ، جگر میں، سینے میں دآنکھ میں اشک  
 ہر جا ایک نئی صورت میں عکسِ نُدخِ حبانہ تھا  
 دل لکھ کر معلوم ہوا، ہوتے ہیں یہ بُت کیسے فطین

عقل مجھے اب آئی ورنہ میں اب تک دیوانہ تھا  
 سے ساتی کے مات نہ پوچھو کیسے لہو کے گھونٹ پیے  
 ورنہ وہی فو تھی شیشے میں اور وہی پیمانہ تھا  
 عشق و جنوں کی آگ میں پڑ کر عاشق اور عاشق تھے ایک  
 جل بجھنا انجام تھا سب کا شمع تھی یا پروانہ تھا  
 اپنی اپنی اڑان آ کر بھر گئے دو دو دن سب لوگ  
 دُنیا احمق کیا تھی گویا ایک کبوتر خانہ تھا



کچھ اجل ہی سے علاج تپِ فرقت ہوگا      کار گریاں نہ عرق ہوگا نہ شربت ہوگا  
 جو مینائی خیالات رعیت ہوگا      نیست نابود وہ ہر طرزِ حکومت ہوگا  
 بوسہ پانہ سہی بوٹ کی ٹھوگری ہی سہی      اُن سے جو ہم کو ملے گا وہ غنیمت ہوگا  
 زندگی تجھ کو فنا ہم کے ملے گی لے قوم      ترا جینا ترے مرنے کی بدولت ہوگا  
 مدونہ لے زاہد مفرد ہی پھر کس کے لیے      واقعی تو بھی اگر داخلِ جنت ہوگا  
 بزمِ دشمن میں تمہیں جس نے زد و کوب کیا      کوئی ناواقفِ آدابِ محبت ہوگا  
 جانِ بلِ ہند و مسلم میں ضروری ہو نفاق      بس یہی تیرے تحفظ کی ضمانت ہوگا

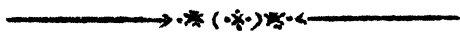
شخص سے تذکرہ پستیِ ملت نہ کرو      یہ بیاں اس کے لیے موجبِ قوت ہوگا  
 فلکِ پیر ترا عہدِ شباب و اقبال      واقعہ یہ ہے کہ برٹش کی حکومت ہوگا  
 وقت کہتا ہے مرے ہاتھ سے ہر سب کی فنا      وہی رہ جائے گا جو صاحبِ قوت ہوگا  
 آپ الحق سے تکلف نہ برتیے مری جان  
 ورنہ وہ بھی کبھی مجبورِ حماقت ہوگا



پیدا نہ کر کے جو زمانے میں انقلاب      سچ تو یہ ہے کہ شیبہ بدتر ہو دہ شباب  
 یوں تو خدا ہر شافی مطلق، مگر جناب!      ظاہر میں ہی مریض کی حالت بہت خراب  
 محنت سے بھگتے ہیں مگر چلتے ہیں یہیں      جب امتحان ہو تو ہیں ہم ہوں کامیاب  
 اتنا ہی غم کھلاؤ جو تم خود بھی کھا سکو      اس بے تکے حساب میں گرا بڑھو حساب  
 آتا ہے اب تو اڑ کے ہوائی جہاز پر      وہ دن گئے کہ چھکڑوں پہ چلتا تھا انقلاب  
 اے دل نہ ہے سعادتِ کبریٰ کہ بہرِ مشرق      تجھ کو کیا ہوا ان کی جفاؤں نے انتخاب  
 مشرق کو اب طلوعِ سحر کی نوید دو      مغرب میں ہی غروبِ کجے نزدیکِ انقلاب  
 رندوں کے ساتھ مجھ کو جہنمِ قبول ہے      جنت میں قربِ زاہد خود ہیں ہر اک انقلاب  
 پیدا کرے گا لیلیٰ و مجنون کہاں ملک      کل بح خدا کے واسطے اس اب بے بل انقلاب

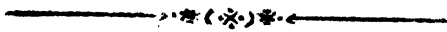


جائز ہر مالِ نفع کا مفتی کو جس طرح      رنہ دل کو بھی ہر مفت کی جائز یونہی شراب  
 اہل حق سر اور بوٹ کا جب زرخ ایک ہو  
 دیوانہ ہوں کہ پھر بھی ہوں ہر دوائی خطاب



خوب جوتے سے دیا اس بُت کی ٹھوکر کا جواب  
 مرجھا اے دل یہی تھا بس برابر کا جواب  
 سوبلاؤں سے بچاتی ہو بشر کو خامشی  
 ایک چپ میری ہو ان کے شورِ محشر کا جواب  
 فتح گڑھ کا جیل یاد آتا ہو تجھ کو دیکھ کر  
 عارضِ خوش رنگ تیرے ہیں ٹماڑ کا جواب  
 آسمانِ برتری کے ہیں یہ دونوں مہر و ماہ  
 ’مسططہ‘ کا ہو کہیں ثانی نہ دانور کا جواب  
 یاد آئی جب غمِ ساقی میں ہم کو مگر کشی  
 چشمِ پُر غم بن گئی لبریز ساغر کا جواب  
 وارنش سے منہ بہت چکنا کیا اپنا، مگر

زیر پائی سے نہ بن آیا سلیپر کا جواب  
 بس وہی صورت، وہی نقشہ، وہی وضع و تراش  
 تو سراپا ہی بلا تشبیہ بند رکا جواب  
 کر دیا لاکھوں کو زخمی جس طرف پھیری نگاہ  
 تیرا برو بھی حقیقت میں ہر غیب کا جواب  
 کس طرح بولے نہ لندن کی صدا پر رائٹر  
 اک یقینی امر ہر سیٹی پہ تیر کا جواب  
 دل ہی اور مرثگان قانون تحفظ کی صفیں  
 اک سپاہی دے رہا ہر سارے لشکر کا جواب  
 واقعی انصاف تو یہ ہو کہ اے احمق نہیں  
 ہمہلیت میں ترے اشعار بہتر کا جواب



ہونے کو ہوا بادل ہی صیاد کی غارت  
 اے مرغ گرفتار مبارک یہ بشارت  
 دم بھی مے سینے میں ہوا درد و شہ پر بھی  
 کیا ہو گئی قاتل عدہ تری شق و ہمارت  
 انگریز کے صرغے سے بعد عزت و اکرام  
 اے شیخ مبارک شرفین حج و زیارت

جربستی نامہ پُرشوق نہ پوچھو  
پڑسنے ہی سے رکھتی ہے تعلق وہ عبارت  
اس ملک میں جس پر ہر شیطاں کا تسلط  
مخصوص ہو واعظ کے لیے حق سفارت  
سستا ہے بہت کج کل ایمان کا سودا  
کچھ خیل نظر آتی ہو زاہد کی تجارت  
جب مسند دل پر متمکن ہو شہ عشق  
دی جائے ترے درد کو کرسی وزارت

اس درجہ غلو ان کی ستایش میں کہ احمق  
شیطان بھی محسوس کرے اپنی حقارت



دورخ اچھا، مگر اے زاہد ناکارہ شربت  
تو ہے جس کا متولی، نہیں اچھی وہ بہشت  
غرہ مت کر، ہو جہاں ایک بساطِ شطرنج  
کہ یہاں شاہ کو پڑتی ہو پیادے سے بھی کشت  
عرض احوال کی نوبت ہو وہاں نامکن  
جب کہوں گائیں کھئی با، وہ فرمائیں گے "ہشت"  
ہم تواناؤں سے اچھے ہیں وہ بیارخصیں  
شور باکھلے میں ہو، ناشتے میں نیم برشت  
شیخ کہتا ہے کہ جنت کا وہ حق دار نہیں  
کم سے کم ریش نہ ہو جس کی سواد و بالشت  
جی حضوری رفقا آپ کے مسٹر ابلیس  
آپ بڑھکے پر صافی منہ نیک شربت  
دل کا ابال یہ ہو آتشِ غم سے جل کر  
ہیزم خشک ہو تنور میں جیسے انکشت  
راستے کتنے بھی ہوں منزلِ مقصود ایک  
مرحلے میں حرم و دہر و کلیسا و گنشت

ہیبتِ لندن ڈھلے سچے سب لڑتے تھے      رعبِ ملوٹوں میں ہونہ غلبتِ چشت  
 دل اک الماس کا ٹکڑا ہو مگر آپ اسے      پارہ سنگ سمجھ لیجیے یارِ زہِ خشت  
 لبِ کافور تشدد کا اگر ہوا حق      لبِ کافور تشدد کا اگر ہوا حق  
 چند ہی روز کی ہوان کے ستم کی خاقت

————— ❖ ❖ ❖ —————

رفقا آپ کے بھی حضرت شیطان ہیں بہت      کہ اشی کل اسی وضع کے انساں ہیں بہت  
 دردِ دل، سوزِ جگر، آہِ سحر، نالہِ شام      تو نہیں ہر تو شریکِ غم ہجران ہیں بہت  
 وحی کا جن پہ ہوا کرتا ہر شیلے سے نزول      ہند میں ایسے بھی پیغمبرِ عرفاں ہیں بہت  
 ہر طرف پیرس و لندن ہی کجماں ہیں سب      حفظِ ایمان کے تری بزم میں سماں ہیں بہت  
 آسماں کی تو زمانے میں شکایت کم ہو      ہاں ترے جبرِ حق سے نالاں ہیں بہت  
 میری تحریکِ خواہاں تو نہیں؟ لے لے کاش      جو بظاہر مری تعمیر میں کوشاں ہیں بہت  
 دئے قسمت کہ جگر میں متعدد نہیں زخم      دردِ اب شورشِ مرہم کے نمکدان ہیں بہت  
 کعبہ انگلینڈ ہی جن کا تو گورنر قبلہ      فضلِ حق سے ابھی ایسے جی سماں ہیں بہت  
 عاشقوں کو ترا کو چہ جو نہیں ہو نہ ہسی      آلوں کے لیے دنیا میں کیاں ہیں بہت  
 رنجِ مٹنے کا تو ہو، فکرِ مسہرے کی نہیں      دستِ اصلاح ہیں کم دیدہ گریاں ہیں بہت

اپنی بیکٹائی پہ تجھ کو ہر غلط ناز احمق  
تجھ سے دنیا میں بھی نصرتِ ناداں نہیں ہے



یوں اندیا میں پاؤں بھلے ہوئے ہو آج	جیسے یہاں سے مرہی کے نکلے گا سامراج
لے صبر! تجھ سے جبر کا ممکن نہیں علاج	ڈنڈا ہو تو غیر موثر ہو احتیاج
بے دخل ہو رہا ہر جا جن زمین سے	سے لے کسان لے کے سمجھال اپنا کام کاج
احباب میں غلوں و محبت نہ ڈھونڈیے	مدت ہوئی نہیں ہر اب اس چیز کا رواج
آخر کو شیخ شہر بھی جاسوس بن گیا	یارب تری پناہ! بُری شہر ہو احتیاج
دار و رسن کی آخری منزل پہ جا کے ٹھونڈ	زنداں کے لئے کلاس میں ملتا نہیں سراج
عوم و عمل کی تجھ میں نہیں ہو اگر کمی	لے قوم تیرے پاؤں پر لٹیں گے تختِ قتلج
ناقہ کشی کا راز کسی پر نہ کھل سکا	رکھ لی مہ صیام نے دستِ ہی کی لاج
حاصل ہو شہباز کو حق درندگی	کج شک کو نہیں ہو مگر اذنِ احتجاج
ہیں آج عہدِ وصل پہ راضی خوشی خوشی	کل ذکرِ وصل سے جنہیں ہوتا تھا اختلاف

احمق سے آپ سخت کلامی نہ کیجیے

وہ با ادب ضرور ہو لیکن ہو بد مزاج

ایک دن ہو کر رہے گا بے نشان میری طرح  
 جو نہ ہو گا واقف رنگ جہاں میری طرح  
 کون اٹھا سکتا ہو ان کے ناز اس ذلت کے ساتھ  
 کون کھا سکتا ہو ان کی جوتیاں میری طرح  
 ایکس ہی کیا ترے ہاتھوں دلی خانہ خراب  
 پھر رہے ہیں سیکڑوں بے خانماں میری طرح  
 ڈھونڈتا پھرتا ہی قاتل مشقِ خنجر کے لیے  
 دوسرا اک بد نصیب دخت جہاں میری طرح  
 سب دھرے رہ جائیں گے صیاد کے احکامِ ضبط  
 چرخ اٹھا کر کوئی مجبورِ غناں میری طرح  
 یاں نہ روٹی ہو نہ کپڑا ہو نہ عزت ہو نہ علم  
 ہو نہ یارب کوئی رسوائے جہاں میری طرح  
 ساری دنیا میں نہ پاؤ گے کہیں اے میری جان  
 بے وقوف و جاں نثار و بے زباں میری طرح  
 عشق میں نقصانِ دل، نقصانِ زر، نقصانِ کائنات

کون کر سکتا ہو یہ ستر بانیاں میری طرح  
 میں ہی کیا احمق وہاں لاکھوں امید وصل میں  
 کھو رہے ہیں عمر و دولت راگیاں میری طرح



غلط کہ اب ہو مزاجِ مریض عشقِ صبح	مگر جو وعدہ صحت کرے دارِ شگِ صبح
یہاں تو بن گئی دم پر غلط دلا سوسے	وہاں تھکے لیے تھی فقط یہ اک تفریح
کسی کے بوسے سر پر کرم جو فرمایا	مرے نوشتہ قسمت کی ہو گئی تصحیح
رقیب کے لئے بسکت بھی مجھ کو خالی چائے	نہیں ہو قابلِ برداشت اب یہ ظلم صریح
وہ مجھ سے حال نہ چھپیں مرا تو بہتر ہو	کہ ان کے سامنے مشکل ہو درد کی تشریح
فسادِ دل مرحوم ہو زبانِ زودِ عام	عجب نہیں جو یہ بن جائے ایک نئے تلمیح
مری یہ رائے تھے واسطے ہو سن لئے رائے	کہ آج کل ہو ہر اک رائے تیری غیرِ صبح
صلیب کا ہو قدم در میان میں جب تک	ریں گے دست و گریباں جنبہ و تسبیح
مریض آپ کے مارے نہ مر سکے گا کبھی	فضول آپ پریشان نہ ہوں جنابِ صبح

خدا کرے رہے قائم اسی طرح احمق

عزیز یہ، میں یہ ہر روز شام کی تفریح

جفا، جفا کی طرح ہو، ستم، ستم کی طرح      یکساں بھٹا، بھٹا کی طرح  
 تری کر کا پتہ مری کے لے تو لے      کہ بے نشان ہو دو بھی بے عدم کی طرح  
 خدا کرے کہ ہے پاند اڑھد سوال      یہ بار بار نہ لے کہیں، قسم کی طرح  
 جنہیں ہر حق کی طلب، بیٹے ہیں جیل میں کوئی      جناب حسرت و آزاد محترم کی طرح  
 ہمارے طلوع برگشتہ کے بھی بل آخر      بھل گئے تھے گیسو کے بیچ و غم کی طرح  
 تمام عالم دفتر ہو منکشف ہم پر      ہمارا دل بھی ہو آئینہ جام جم کی طرح  
 کل اس کو ہمگی مسرت جو آج ہو غموم      کہ خرتی و خوشی بھی ہو بیچ و غم کی طرح  
 اگر ہو بزم حریفان میں آبرو کی طلب      تو نکلو میان سے اب خیر و دودم کی طرح

موتوں کے واسطے گھر چھوڑنا ہی کیوں احمق

یہاں بھی چین ہیں کاشی کے آئینہ کی طرح



سنا رہا ہے مجھے ذکر بوستان صیاد      بلا ہے خوبی قسمت سے مہرباں صیاد  
 یہ پالسی کہ ہو بلبل پہ مہرباں صیاد      جی بھی درست ہے بوڑھے ہوں جیساں صیاد  
 چمن تو بلبل نادشاہ کا ہے گھر، لیکن      ذرا یہ سوچ کہ جائے گا تو کہاں صیاد  
 مرزا تو جب ہے کہ شوق ہوئے گلشن میں      قفس خود اڑ کے چلے سونے بوستان صیاد



خدا کرے وہ دن آئے کہیں کہ لے بل  
یہ رحم بھی ہو انوکھا، کہ سُسنے بیٹھا ہو  
مجھے اب اُس سے علاقہ نہیں، مگر جو غلط  
وہ مرغ ہوں کہ ٹکے کو بھی ہو سکا نہ فروخت  
قفس تو مجھ کو چمن سے بھی کچھ سوا اور عزیز  
قفس میں بھی ہو ڈوانڈ کی پالسی جلدی  
نکالے جائیں چمن سے کشاکش صیاد  
دراز دستی گلچیں کی داستاں صیاد  
”چمن ہو رو بہ خزاں“ یہ ترابیاں صیاد  
پھر ازلے کے نہ جانے کہاں کہاں صیاد  
عبث ڈرانہ مجھے دے نہ دھکیاں صیاد  
یہاں بھی کر رہا ہو فرقہ بندیان صیاد

خزاں میں آئے ہوا سا لگانے سوئے چمن

عجیب تم بھی ہو احمق مگر ’میاں صیاد‘

پھنس گیا خود بھی دام میں صیاد  
خُم نے جھوٹی تسلیاں کیا دیں  
چندہ جنگ کے ستائے ہیں  
فرض ہو قوم پر دُفاع فتن  
نعرہ ”الفتلاب زندہ باد“  
زندگی ہو گئی مری برباد  
اے فلک بیکسوں پہ کیا بیداد  
لے مسلمان اٹھ براءے جہاد  
آنے والی نہ ہو کوئی اُفتاد  
اب چلے گی نہ دھاندلی صیاد!

توڑنا ہی پڑے گا تجھ کو قفس

جس پہ انگلیں میں نظر ڈالو      کوئی فرعون ہو کوئی شہزاد  
 جی حضور ابن ملک لے آلیس      سب ہیں شیریں ہی معنوی اولاد  
 اوستمگر! قدم بڑھائے ہوئے      منتظر ہو ترا عدم آباد  
 تیرے صدقے ہیں کو ایجوکیشن      گرم شیریں ہو پہلوئے فرہاد  
 ردیٰ احمق نہیں تو کیا پروا  
 بل گئی پیٹ بھر کے شعر کی داد

مینا د پہ گلچیں نے کیا باغ کا در بند  
 شیشے کی طرح دیر سے ہم منتظر وقت  
 رہتی ہو جو بلبل کو لشین کی بہت فکر  
 غم ہاتھ نہ سینے سے ہٹاؤ کہ مری جان  
 وہ صبح شب وصل یہ فرما کے گئے گھر  
 دستِ کرم یار اٹھا ہو پئی تسکین  
 پاجلے میں بھگڑے ہیں بہت حضرتِ اعظم  
 بے ملکی ہوئی پھرتی ہیں غریبوں کی عاین  
 اب اور کرے بلبل ناشاد کو پر بند  
 بیٹھے تو ہیں لبریز سر بزم، مگر بند  
 شاید اسے ہونا ہو گرفتار و نظر بند  
 شکل سے ہو اس وقت مراد درجہ بند  
 بس آج سے عاشق کی دعاؤں میں اثر بند  
 لے نالہ دل بند بس لے درو جگر بند  
 پتلون ہی اچھا نہ میانی، نہ کمر بند  
 برگشتگی بخت سے ہو باب اثر بند

یہ حکم ہو، مسیاد بہادر کا چین میں کھوے جو زباں بھی وہ کیا جائے نظربند  
 کیا تم کو بتائیں وطن 'نوح' ہم احمق  
 'نارا' جسے کہتے ہیں سب اُردو میں نکر بند

————— ﴿﴾ ﴿﴾ ﴿﴾ —————

لے کے نکلا ہویل عصر کہیں گزر دکنند	دیو طاغوت کے کرنے گا جُدا بند سے بند
لفٹ 'موجود ہو اب منزلِ جاناں کے لئے	عہدِ وحشت تھا کہ عشاق تھے محتاجِ کمند
سر دہری بھی ہو شیریں سخنی کے ہمراہ	برق کے ساتھ وہ دیتے ہیں مجھے شربتِ قند
لطف تو جب ہو کہ تیرے عوض لے مرغِ اسیر	تیرا مسیاد قفس میں ہو تیرے سامنے بند
نفق کے مال میں لے شیخ یہ تاثیر ہو کیا	چند ہی روز میں ہو جاتا ہو انسان تنومند
تسے رنگون میں بنوائی تھی جو قبر لے دوست	للہ الحمد کہ ہونا ہو اسی میں تجھے بند
آئے گی منزلِ مقصود ذرا صبر تو کر	مرحلے اور ہیں درپیش ابھی راہ میں چند
ان کے پھند سے بچھوٹنے بھی خلاصی چاہی	موت کے گھاٹہ اُترے کہ ہوئے جیل میں بند
آپ کا نامہ اعمال یہ ہو قبلہ من	اب سزا اپنے لیے آپ ہی فرمائیں پسند
عہدِ انگلش میں یہ مسیاد ہو کیر کٹر کا	جس قدر پست ہو، اتنا ہی زیادہ ہو بلند
ن کے افسونِ سیاست کا کسے علمِ احمق	اِس ہمنہ اہل حماقت اور افسانہ زنند

جی تو یہ چاہتا ہوں کہ عذریہ وصال پر  
 قابض بھی ہیں ذخائر اجناس مال پر  
 اللہ خیر! پھر وہ کوئی محل مجھے نہ دیں  
 تصویر طائرِ دلِ عاشق تو دیکھیے  
 ددڑائے نہ بہرِ خدا اب بہت مجھے  
 میری وفا کی قدر تو کیا کیجیے گا آپ  
 دنیا کی آنکھ سے ہو سوا دیں کی آنکھ تیز  
 نانِ حویں تھی زابڈن کی دسترس سے دور  
 سیرت نہ تو خاک ہو صورت میں لکشی  
 اک نور سے رسید کروں ان کی گال پر  
 فاقہ کشی بھی ہو درہ و انیال پر  
 پھر ٹل رہا ہو عہدِ وفا پار سال پر  
 کیا کالی کالی چھنچھنچ ہو اور لال لال پر  
 اب رحم کیجیے مرے بچوں کے حال پر  
 خواتین منلیے گا مرے انتقال پر  
 وہ صرف مال پر ہو مگر یہ مال پر  
 کرنی پڑی تناعت انھیں شیر مال پر  
 مرتے ہیں بے وقوف ہی اس خط و حال پر

اک نرس کے ہیں حضرتِ احمق مریضِ عشق  
 نزلہ گرے گا اس کا مگر اسپتال پر



یہ تہذیب نو کہتی ہو مسکرا کر  
 ارے کاٹ دے زندگی ناچ گا کر  
 عجب کیا جو وہ چشمِ عیار و پرفن  
 سلاٹے کسی دن مجھے کچھ کھلا کر  
 جہاں بھی پڑا ہو تمدن کا سایہ  
 رہا ہو یہ انسان کو حیا بنا کر

ابھی بھنے لگ جائیں مٹا کی کھیلیں  
جو ہنس دیکھے اک ذرا کھلکھلا کر  
جو مشق ستم کا ارادہ ہو ظالم  
یہ دل ہو ہیں سے نہ کیوں ابتدا کر  
مجھے بھی قسم ہو چلے چرخ تجھ کو  
نہ رکھ دوں بس اب خاک ہی میں ملا کر  
کہے کون ابھی خود بھی منہ نہ ہو تم کو  
بہت خوش ہیں میری حجامت بنا کر  
نہ مانگی باتوں سے لاتوں کی دیہی  
بڑی بی کو عقل آئے گی مار کھا کر  
خدا را حفاظت کرو تم خود اپنی  
فرشتے نہ ہرگز بچائیں گے آ کر  
مجھے بھوک سے ان کی ڈر لگ رہا ہو  
مجھی کو نہ کھا جائیں بھرتا بسا کر

دفا کا صلہ لوٹ ہو جب تو احمق

سڑی ہوں جو پاگل بنوں سرکھپا کر؟

یوں خوش ہیں سب کو اپنا اٹل گار دیکھ کر  
جیسے طبیب شہر کو بیمار دیکھ کر  
برست مجھ کو، غیر کو ہشیار دیکھ کر  
ساتی نے دی ہو ظرف قدر خود دیکھ کر  
بیت سے تھا جنوں میں سراپا دباؤش  
خوش ہوں کسی کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر  
غافل نہ ہوا میں، اور تراشی انھوں نے جیب  
خاموش ہیں ابھی مجھے ہشیار دیکھ کر  
بیمار غم کی موت کا تھا سخت انتظار  
دوڑے ڈاکے کی طرف تار دیکھ کر

ہواخذ مختانہ کی دھن میں مرا وکیل      میرے مقدمات کی رفتار دیکھ کر  
 کجخت! غیر کی بھی گزر گاہ ہی یہی      او پائمال شوخی رفتار! دیکھ کر!  
 ایوان وقصر خلد بہت خوب ہیں مگر      کیا دیکھیے ترے در و دیوار دیکھ کر  
 دل سی شہ اور اک نگہ ناز کے عوض!      بکتا ہی مال چشم خریدار دیکھ کر  
 کبے سے واسطہ نہ منم خانے سے غرض      سر رکھ دیا ہی سنگب دریا دیکھ کر  
 ہوتا تھا ملتفت وہ بت اہم کسی سے کب  
 لیکن ترا سلیقہ گفتار دیکھ کر

آوارہ پھرو گے دل مضطرب نکل کر      تم چین نہ پاؤ گے مرے گھر سے نکل کر  
 زندہ کوئی آیا بھی ہو اس گھر سے نکل کر؟      بھاگ آئے ہیں ہم اپنے مقدس سے نکل کر  
 شاید مری تقدیر میں پڑنے کے لیے ہیں      یہ بیچ تری زلفِ منبر سے نکل کر  
 اللہ سے مرے نامہ مخفی کی تباہی      اب غیر کے ہاتھوں میں ہو منبر سے نکل کر  
 جلتے ہوئے اغیار کے گھر نہ چھپاؤ      دھوکا تو نہ دو مجھ کو برابر سے نکل کر  
 اندر ہی سے بس مجھ کو سناؤ گے ہزاروں      یا آؤ گے باہر بھی ذرا گھر سے نکل کر  
 ہم فاقہ کشوں پر بھی ذرا اک نگہ لطف      لے شیخ کبھی بزم مرعفہ سے نکل کر

پابند خم زلف کو کیا فکر رہائی جائے گا کہاں اچھٹے گھر سے نکل کر  
 معلوم نہ تھا مجھ کو محبت میں کہ آخر یوں فول پڑا جائیں گے وہ سر سے نکل کر  
 احمق یہ تری گوشہ نشینی ہی قیامت  
 کچھ واقعی کرنا ہی تو اب گھر سے نکل کر



چلا ہوا دل کو نسل طلب کیا شادماں ہو کر  
 زمین کوے آزر نچ دے گی آسماں ہو کر  
 متلعب جان عاشق لوٹتے ہو پاسباں ہو کر  
 مری جاں ملک میں ڈاکہ نہ ڈالو حکماں ہو کر  
 جناب شیخ کی دستار ہی یاد امین تقویٰ  
 کوئی شرم کدے میں اڑ رہی ہو دھجیاں ہو کر  
 ہمارے قطرہ خوں، زریب عنوانِ دفا ٹھہرے  
 رہے افسانہ عشق و جنوں کی سُرخیاں ہو کر  
 شبِ وعدہ یہ کیا معلوم تھا یوں آدھمکیے گا  
 رقیبِ روسیہ کے ساتھ، مرگب ناگہاں ہو کر

تمشاہری جنتی ہم معسر بنی گئے  
 بھری آنکھوں میں دھنا چاہتے ہیں بتلیاں ہو کر  
 حوصلہ اور دل کی آرزو، یللاں ہم بہم گویا  
 ہیں دو آدمی ہا قاعدہ بنی بی میاں ہو کر  
 وہ کیا آتے گریباں آگنیں ان کے تصور میں  
 دم آخر کچھ آہیں لب پہ اپنے ہچکیاں ہو کر  
 کلبے پر ہزاروں تیر ہر سائے بڑھاپے ہیں  
 غضب ڈھایا ترے قد خمیدہ لے کہاں ہو کر  
 لڑکپن ہی میں جن کو بول چڑا لینے کی عادت ہو  
 ڈکیتی پر اتر آئیں گے شاید وہ جواں ہو کر  
 بستی رنگ میں ڈوبا ہوا ہر شعرا حق کا  
 ہنسا دیتا ہو روتوں کو بھی کشتِ زعفران ہو کر



اہل یورپ کی اداؤں سے نہ جانا ہرگز      اے دل ان ہندؤں کو نہ لگانا ہرگز  
 دوست تھے اے کے چلو تم، ورنہ      ساتھ نہ لگانا تمہاری نیا نا ہرگز



پوچھتے کیا ہو مے دل کی تباہی کا کیا  
 من سے گا کہی انھیں لے حضرت ناز  
 ختم ہونے ہی کو دورِ غم و رنج و محن  
 ہی تہذیبِ حقیقت میں بنائے تخریب  
 موت میں راز حیاتِ ابدی ہی نہاں  
 کونلا دالوں کی مانند پڑی دیول سے  
 منزلِ حق میں کبھی خوف نہ کھانا ہرگز  
 آپ کا نام نہ لے الحق وانا ہرگز

آپ اگر اس سے فرسا بھی تھا غل جڑیں  
 آپ کا نام نہ لے الحق وانا ہرگز

مجھے دیکھ لے دل سے ہنسنے قفس  
 خدا کرے نہ کسی کو بھی جلائے قفس  
 کنزِ زلف ہی کیا کم تھی مرغِ غول کے لیے  
 یہ قمریوں ہی کی تقدیر میں ہو حضرت ناز  
 غضب کی دلکشاں اس میں ہیں خدا کے  
 ہمیں سمجھتے ہیں کچھ خدا اس اسیری کی  
 کہ بوستاں سے بھی دلکش ہو کھنڈائے قفس  
 جس میں صفتِ حق ہیں بلبلِ کلمے قفس  
 فضول آپ نہ غوغا کریں برائے قفس  
 ہر ارادہ ہو گئی ہیں تو ہیں خدا کے قفس

اگر ہی جبرگستاں کی آند بیل خوشی کے ساتھ اٹھا خنجر چلتے قفس  
 بس اس لیے کہ مگر تو شکوہ صیاد ملی ہو بیل ناشاد کو نوازے قفس  
 کہتا ہے کہ یہاں ہی جیل میں تو نے جو کچھ کلام احمق  
 کہا ہی نام لگرا سکا ہو نوازے قفس

————— ❦ —————

تیا کیس گئے کچھ ٹھیک ٹھیک سڑوہا  
 اگر عشق کا دعویٰ تو دلی کارڈ کیا  
 وہ میری کمال کی جوتی شکستہ نہیں گے  
 ادھر شمعِ حرم کھکھل اور کھکھل  
 جو مرد ہو تو نکالو بھنور سے کشتی کو  
 مجھے قبول ہو دوزخ، مگر خداوند  
 اگر ہو قوم کو فاقہ تو ہم کو غم کیا ہی  
 شجر نہیں کہ یہیں نہر کا میں دست نگر  
 گھروں میں بیٹھ کے منزل کو ڈھونڈھنے والو  
 وطن میں نہ کے غریب الوطن رہا احمق

کہ جرمی سے ہی ہندستان کتنے کوں  
 فضول بیچ نہ کر، سر نہ پیٹا ہی نہ مسکرا  
 فنا کے بعد نکالیں گے حسرت پاؤں  
 ادھر بتان کلیسا کہ ٹھوس اور ٹھوس  
 فضول ہو لبِ ساحل کھٹے کھٹے افسوس  
 بہشت ہے تو نہ ہے مجھ کو مولوی کا پڑوہا  
 یہاں تو ہو دی اند، دی بد، دی توں  
 وہ سبز ہوں کہ ہو کافی خدا کی جوتی اوس  
 یہ ان کا حق ہو جوتی کہ ہے پس گالے کوں  
 کوئی سمجھ نہ سکا اس گد دل کی بات افسوس

خون میں سپین ہو لالہ زار اب کے برس  
 کیا ہی اچھا رنگ لایا ہو بہار اب کے برس  
 اے سیرانِ قفسِ شمع کہ ہو جائے گی غم  
 یقین کی محنت کو گین گہر و زار اب کے برس  
 دھندلی جن کی یہ سچا ہے خواب غورام  
 میرے ہاتھوں میں من گھڑٹکار اب کے برس  
 کمر و سازش کا جو ہر اکٹال سا پھیلا ہوا  
 کر کے رکھتے گا زمانہ تار تار اب کے برس  
 جبر استبداد و شاہی، پالسی، ڈپلومی  
 دفن ہو جائیں گے سب زیرِ مزار اب کے برس  
 ظالموں کو کوئی دنیا میں ہو گی جائے امن  
 قہر حق کرے کامیاب گستاخ اب کے برس  
 وہ جہیں عامل ہوں ہر رفتار و اختیار  
 دیکھنا دے ہے یہ کیسے زار و زار اب کے برس  
 سو خواہی ہی ہے سگی اور نہ زرداری ہی اب  
 غم ہو جائیں گے سب کا دوبار اب کے برس

سن بیانیسیں ایک رحمت ہو اجماع حق دیکھنا  
 ادھر ہی کچھ ہوں گے یہیل و نہار اب کے برس

— ( ❦ ) —

ککش و غزی گر کسی ہشیار کاری گر کے پاس  
 کیا کرے گا آن کل نادان بی لے کر کے پاس  
 یا خدا یوں ہی مٹنے میں رہے چوروں کا زور  
 بستران کا رز پھٹتا ہو مرے بستر کے پاس

اُن سے اچھے ہیں جاگمگیزوں سے کہتے ہیں اہل  
 دم، جو لے جاتے ہیں اپنی التجا پتھر کے پاس  
 لذتِ کینجِ قفس سے آشنا کر ہو کے

میرغ بھولے سے گمبھی پھنکے نہ بال دپر کے پاس  
 آج تو نے اسے نگاہ یا اس غارت کیر دیا  
 تھا جو کچھ سرمایہ حسرت دل مضطر کے پاس  
 قدرت حق کو سزا مقصود تھی نمرود کی

ورنہ ایسا کون سا لشکر تھا اک مجھ کے پاس  
راؤنڈل این کو لکھوں کس طرح اب حالت یہ ہو  
ڈاک سے نکلا کہ پہنچا خط مرا سسر کے پاس

کاش ہم عرض وفا سے پیشتر ہی سمجھ لیں  
کچھ نہیں ہو مہ بنانے کے سوا، بند کے پاس  
کیا ہوا ان میں اگر ہیں اس قدر نیکیاں  
کیسے کیسے شہدے ہوتے ہیں بازی گر کے پاس

ایک حق ہی چار اکیں ہو کر دم کرم  
جب کہ اٹھے بیٹھے ہیں آپ نے نیا بھر کے پاس

سنائے گئی ہو بہت سسلی عارش  
جو فرمت ہو غیروں کی سرگوشیوں سے  
تو سن لیجیے اک مری بھی گزارش  
جگر ہو گیا اس کے فقروں سے چھلنی  
کہاں تک یہ ناک کے تیروں کی بارش  
ترے فیضِ صحبت کی سب برکتیں ہیں  
جدامِ دبر ص ہو کہ قوہ بادِ عارش  
کہاں تک یہ حب و عنف و جوارش  
مریضِ محبت پہ رحم اے طیبو  
گو رز کی لائیں کہاں سے عارش  
کلر کی بھی ملتی نہیں ہو کے ایم لے  
کہاں لے کے جانا ہو لے دل گزارش  
مری راہ میں جو بچھاتے ہیں کاٹنے  
الہی ہے ان پہ پھولوں کی بارش

ظرافت میں احمق ملائب کسی کو

یہ طرزِ ادا یہ طریقِ نگارش

لے پکڑ دل میں کی ان کو تھی تلاش  
اب معصی کہتے ہیں میں ہوں بے معاش

بُت گھسے کو جولاہیہ مافیت      بُت شکن بھی ہے بُت تراش  
 صد صفت واداریم از افزنگیاں      ناخدا دہ کشتی باگرہ پاش  
 دفن ہوئے جسے کہیں اے خاکِ مہر      شہری ہوا ان کی امیدوں کی تلاش  
 کیا کہیں گئے وہ مجھے خوش آمدید      دور ہی سے سن رہا ہوں وہ درپاش  
 چاندنی میں عتوہ و نازاب کہاں      کالجوں میں کیجئے ان کی تلاش  
 شیشہ دل ہوڑتا ہن سنگ دل !      اب اے ہونا ہو اکُن پاش پاش  
 واعظانِ دین بھی ہیں، زبا و بھی      حضرت ابلیس بھی آجائیں کاش  
 تیغ کی زد پر ہیوں لیسڈر مرا      زخم کیسا۔ آہیں سکتی خراش  
 تیغ مسجد میں نہ رہتے تھے ہمیں      کیا بڑی ہو میکدے کی بود و باش

حضرت احمق ہیں حاضر، لیجئے

آپ کو تھی ایک دانا کی تلاش

علم کی کئی پیش قدمی کی پیش      جس طرح شے کھینچے دنیا میں ہر کی پیش  
 طر کی بچن جو عاشقی سے جگ کی پیش      افسوس میں اگر ہو تو ہو نہ کی پیش  
 غلط فہم ہیں تو یاد دار و کس      غیر مکرہ ہو نہ ہو بھی ہو کی پیش

سن کل پر تھم میں لکھ دیکھال  
 جسے قتال دیکھل بشر کی پرش  
 فیس ہر کوبیں گدا کی تھوہ کی  
 اس کے دم نے غم ہو گیا پرش  
 جنگ پر جا کد سے لکھ دیکھال  
 کوئے قتال میں کیوں مجھے سر کی پرش  
 اسے حضرت ہی گدا ہر دیکھو  
 پرش انسان کی ہوا دیکھ کی پرش  
 پوچھے جاتے ہیں اس کو چہ ہی صلوت  
 پہلے ہوتی ہو مگر صاحب زر کی پرش  
 لوٹنا چاہے جو ہر اک کو بنا کر اندھا  
 اس کی غفلت میں ہو کیا اہل نظر کی پرش  
 جوہری و نئی میں ہر لکھ دیکھال  
 کہیں نیامیں نہیں مل دگر کی پرش

بشریت ہی ہے جہاں میں الحق  
 پھر کھ کیا نہیں ہوتی جو بشر کی پرش

بس ایک گھونٹ میں دنیا کی لکھ دیکھال  
 یہ پھر کیا ہو بتلے بجاو بادہ فروش  
 جنبش ہی فرہہ حرام خوری سے  
 دگر نہ مرد مجاہد میں اور یہ قن و تلوش  
 تمام غم لکھ دیکھال  
 مرا و زار کیا ہمارا ہو سب گل پرش  
 سون کی کثرت اتھو کام آئے گی  
 تہی ہو ایک لکھ دیکھال  
 کچھ اتھو میں چھان کاو نہا میں  
 کہ آئے کل میں غیب قتال میں لکھ دیکھال

بڑا کاشی تو رہا سب کو نہ نکالے گی  
 حضرت ہی بھی دل کی آگ و خاموش  
 گلا لگاتے وہ دل کی خیر نہیں  
 وہاں آگ کہاں نکلتے گاہے خرگوش  
 ہر گھنٹی ہری تقدیر دیکھ کر مرا سر  
 عذ کے سر کو خریدی نہیں لعل پاؤں  
 تمہیں پہ صحر کچھ اس کا نہیں میل نئی  
 کہ لیڈنڈ ہیں تم سے سو خیر فروش  
 انھوں نے اپنے لئے خدقین نہیں کھوئیں  
 یہ تیریں ہیں جو کہتے ہوئے ہیں سب آغوش

مئے ذبات کوئی عقل کی جب لے الحق

تو بات عقل کی یہ ہو کہ ہو رہا خاموش

— (۱۰۶) —

جنک شمع کو خفیہ میں نوکری کی تلاش  
 خدا چاہے بڑی شہی ہو بیخ فکر معاش  
 سنائے ہلکے کوئی راہزن کو یہ مڑوہ  
 کہ راہ کو ہر منزل میں راہبر کی تلاش  
 بس ایک شکل سے مجبور ہیں میاں کلو  
 وگرنہ ہی وہی مغرب کی مدی فہم و تماشا  
 گھیں ان کی بڑا سڑ رہا ہر دل عاشق  
 کہ اسپتال میں جیسے کسی غریب کی لاش  
 لکھ خادہ ہستی ہی اک طلسم نظر  
 تھے قلم کی یہ شبخیاں ہیں لے نقاش  
 غشی کے ساتھ کہ ہرالم کا استقبال  
 کوئی ہی شکل ہو چہرہ مگر رہے بشاش  
 کسی سے عقل کا انکار نہ ہو بھی نہیں  
 بس ایک خطو یہ کہ آدمی نہ ہو تلاش



کہ غفلت ہو کر کس کا مشورت نہ ملے      کہ غافل کی دنیا بھی ہو جی ادب اس  
 سب آپ کی نظر اعلیٰ کو نظر نہ ملے      کہی کا وہ یہاں ہو چکا تھا پہلا  
 قصور اس میں بلاشبہ آفتاب کا ہی      تجھے نظر نہیں آتا جو دن میں نہ غفلت  
 یہ خوب کیا تو نے ان کے ہاتھ احمق  
 یہی جو اب بھی اس ڈیم پر کا تھا اشباح

————— (۱۰) —————

نامہ بر پہلے ہی مافہام کی شرط !      نہ ہوا کام ، تو کس کام کی شرط  
 خانہ دل میں وہ جب آجائیں      صبح کی شرط نہ یاں شام کی شرط  
 وہ ہر وحش ٹھہرتا ہو غلط      اس سفر میں نہیں آرام کی شرط  
 کچھ بھی ممکن نہیں کوشش کے بغیر      دسی ، کے ساتھ ہو ، تمام کی شرط  
 خلق میں مشرت آقا کے ساتھ      ہو غلط ، شاید ہی انتہا کام کی شرط  
 بہت کی حیوانی کوئی ہرج نہیں      کہ وفا بھی ہو اک اسلام کی شرط  
 جو بے شب کی بلاؤں سے بچا      ماننے غیر سیرہ قام کی شرط  
 چشم جان کا ہو میدان عیب      جیسے کی قید ، یاں جام کی شرط  
 غرضی بلکہ نہ اسی احمق      کیونکہ حق ہر دن و صبح کی شرط

برونے یار کا ہند حافظ  
 پندہ آٹھا ہر دوتے ہاں سے  
 تھکے مطلب ہر چہ میں بزرگ  
 بڑے دوا بڑے گئی ہو قیمت و  
 جو تری نہت میں اسیر ہوا  
 کیوں پریشان ہیں جناب سچ  
 کوئے قافل میں حشر پیا ہوا  
 سخت جاؤں کا اتھاں لے تیغ  
 دل ہو اور دھن کسی کے کوپے کی  
 جس کی بنیاد کو کھلی ہو جائے  
 ایسی دیوار کا ہند حافظ

اس حماقت کے دور میں حق

دل ہر شیار کا ہند حافظ

کہ جس عجبہ ہو نہ دوق رکھ  
 جان دوں ہیں انھیں کیست جمعی  
 زبانی بھی ہوا کئی بڑا مضمون  
 چاہئے اس کو بھی کوئی موضوع

لوگ سمجھیں نہ آپ کو بہتکار  
اور تخفیف اسلحہ کیا ہے  
کہن جانا ہی چھوڑ کر کاشی  
کچھ بھی نیست سہی مگر انگرن  
آپ کے عاشقوں کا کیا کہنا  
اہل مشرق ہیں پھر بھی فطرت میں  
صرف توے میں رہ گیا ہر سلوٹ  
قطمیں مبتلا نہ کر لے چرخ  
طبع کیجئے نہ حفر ست اجماع  
جو کلام آپ کا نہیں دمطبور

ہم تو مرجائیں جو انگریز نہ ہو غم کا شریک  
ڈانس پر دختر کا لہج کی شکایت نہیں شریک  
میرا فتنہ نہ شکار ہے تو اگر قوم کی شریک  
غالبانہ جانتے ہیں محمد سے وہ غلام شریک

دیکھیے اب مری تخریب کا پہلو کیا ہو مری تعمیر کی آغوشی ہو اں ہر حرکت  
 کوئی پڑتاں لگے اسے اس کی کاشت و جراثیم اک نقطہ علم کہ ہو پکارہ ہر اک کھنڈ میں ایک  
 شیخ کی ریش کا ہر بال ہو زمار کا تار ایک لکھ ہو یہاں بال سے زاید با ایک  
 جہد ہند ریب کا طاہر نہیں بالوں کیو جہند خون ہو یہ اس کبھی سوا ہر ایک  
 اہل سرمایہ شقاوت میں نہیں بیش و کم جتنے اس فرم میں ہیں سب میں ہر حرکت ایک  
 چند مخلوق میں جو قانون بھی توں میں کیا جھو پڑے فہر کے جتنے ہیں سب میں ایک

اس معالج سے تہ امید شفا رکھ اتمق

خون دل کو جو بنا ہو تھنے پان کی پیک

مجھے سچ سچ بتا دیتا وہیہ دل جو تیاں کب تک

مری قسمت میں ہو سیر بہار بوستاں کب تک

رہیں گے حادثوں سے سلطان اہل جہاں کب تک

بچیں گے آسمان کی زد سے زیر آسمان کب تک

عمل کا وقت ہو دینا میں ہیں آمار بیداری

رہیں گے خواب غفلت میں ہمارے نوجواں کب تک

تمہیں کہتے نہیں ہم منع عشق ناوک اندازی  
 مگر اس طرح ہوں سے پہلے چھلنیاں کب تک  
 خاک کے زیر سایہ جس کی راحت کی تمنا ہو  
 کوئی اُس سے کہے ملوان بخوش فہماں کب تک  
 وہ کب اُسے گا دیکھیں گے جب ہم شکل آزادی  
 خداوند اٹھلے گی قسمت ہندوستان کب تک  
 قفس کی زندگی اس بلوغ سے اچھی برائے بسمل  
 رہن منت صیاد تیرا آشیاں کب تک  
 زمانہ ہو چکا بیدار لیکن تم نہیں جاگے  
 اٹھو اے سونے والو سستی خواب گراں کب تک  
 جفا ہے چریغ، رشک مدعی، بے مہر یاراں  
 اٹھائے لاکھ صدے ایک جان ناتواں کب تک  
 غلط وعدے بہت فرمائے، اب سچ سچ یہ فریاد  
 کرم ہو گا ہمارے حال پہلے جانی جاں کب تک

کسی کو آج تک مانگے سے آنا ہی ملی بھی ہو  
یہ تیری احمق ناداں خیال آلتیاں کب تک؟

چلیں گے گتے بڑے اس کے در تک اگر رہ جائیں گے جیتے، سحر تک  
سحر کو دیکھ لینا شمع کا حال یہ سدا کی گویاں ہیں بات بھر تک  
ہونے کو اس قدر خاموش ریوڑ کہ جیغ اٹھے جناب پانیر تک  
ہیں اب اسے مسعود حشت رحم اللہ کہ دل کا چاک چاہیچا جگر تک  
غضب ہوتی ہو اسے دل قرقی عشق یہاں نیلام ہو جاتے ہیں سر تک  
ایرشپ ہو تو آخر کیا تعجب جو آہیں جا لگیں بام اثر تک  
سحر تک غم یہاں آوے اور ہم خدا جانے کہاں ہلے گئے سحر تک  
خوشادہ بوٹ جس کی ٹھوکر دل میں کلاہیں کیا نظر آتے ہیں سر تک  
کہاں صاحب کا جھگڑا کہاں ہم یہ ساوی مہربانی ہو ڈر تک  
مری ساری خوشی ہو بندہ پرورد تمہاری اک عنایت کی نظر تک

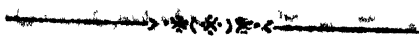
بہت پیار ہو دو دن سے احمق

ذرا چلیے نہ بچاے کے گھر تک

سبھ وز تارین برپا ہو جنگ ۛ ۛ خود دستہ اقبال تدبیر فرنگ  
 میری ہی جانب نکلیں جب کی ہیں ۛ ۛ تو پہنچو یا راضی ہو یا تنگ  
 اُٹتے پھرتے ہیں جو اپر آدمی ۛ ۛ حرمیں دنیا نے بنایا ہو تنگ  
 اک دامد صلاح کی خواہش میں ہو ۛ ۛ ہوں گے ایجاد اب تکے آلاچ رنگ  
 ہستی موندوم کا کیا اعتبار ۛ ۛ بھاکے آڑ جائے گی اکسان پہ رنگ  
 کام کر جاتی ہو انسان کی زبان ۛ ۛ کارگر ہوتے نہیں تیغ و تنگ  
 جل کر امدوں کی دہر ہو مست ۛ ۛ کس کو بھائے اب میلے عود و رنگ  
 بادشاہی کی شامت نے ہمیں ۛ ۛ پانڈو ٹوٹے ہو گئے تیمور و رنگ  
 ہند میں ہیں جان بل صبا یونہی ۛ ۛ بکریوں کے جھڑ میں بیٹھے رنگ  
 اسے کلورغ انداز اٹھا یاد رکھ ۛ ۛ ہیں جسے سر کے لیے بھی خشک رنگ

چھوٹ آیا جیل سے اتنی تو کیا

ہو ابھی باقی بڑی قیو فرنگ



مومنوں کے لیے ایمان ہوں میں ۛ ۛ عرش و ملکینہ کافراں ہوں میں  
 آپ کے دل میں جگہ کیا میری ۛ ۛ جو دھاکے کہی وہ دھیان ہوں میں

مجھ کو خدمت میں کرے کون قبول ؟      بت، سو یہ سچ، کہ مسلمان ہوں میں  
 ڈارون میں مرے کبھے کے بزرگ      لوگ کہتے ہیں کہ انسان ہوں میں  
 دوسروں کا میں بنوں کیا ہادی      خود تو اپنے لیے شیطان ہوں میں  
 'پھیکے پن' پر ہو مرے شہر گواہ      'اونچی دوکان کا پکوان' ہوں میں  
 ان کی کشتی کو ڈبو ہی کے رہوں      جوش آجائے تو طوفان ہوں میں  
 باں میں ناچتا ہوں جائے نماز      دور حاضر کا مسلمان ہوں میں  
 ہو گیا جان کو ہر وقت کا روگ      دل تمہیں دے کے پشیمان ہوں میں  
 مجھ کو دلہشتہ نہ سمجھائے 'نمرود'      کہ تری موت کا سامان ہوں میں

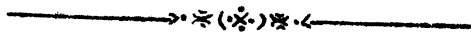
کہتے ہیں احمق دیوانہ مجھے  
 کیونکہ اب صاحب دیوان ہوں میں

سچ تو یہ ہے مجز نمایاں جس مقصد اپنا کچھ نہیں  
 بس رزولوشن کے غوغے میں نتیجا کچھ نہیں  
 ایک آزاد محبت کے لیے بسندہ نواز  
 آپ کی یہ قید و بند مارشل لا کچھ نہیں



اُن سے عرضِ وصل کر کے مُفت ہونا ہی ذلیل  
 حضرتِ دل اس حماقت کا نتیجہ کچھ نہیں  
 سب سے زایدِ نہمک دیکھا ہو دنیا میں انھیں  
 بیٹھ کر منبر پر جو کہتے ہیں ”دنیا کچھ نہیں!“  
 جز تری حسرت کے دل میں دوسری حسرت نہ ہو  
 اس تمنا کے سوا میری تمنا کچھ نہیں  
 کیا فقط اسٹیج ہی کے ہیں جنابِ لکچرار  
 کہتے سب کچھ ہیں مگر حضرت سے ہوتا کچھ نہیں  
 کب تک آخر یہ غلط وعدے، یہ جھوٹے اُسرے  
 صاف جو کچھ ہو وہ کہئے، دم دلا سا کچھ نہیں  
 حضرتِ نامِ گدے سے بڑھ کے ہوں میں کوڑمغز  
 آپ کی اس مغز کا دی کا نتیجہ کچھ نہیں  
 مجرمِ اُلفت کو اپنے خُم ڈالتے ہو عبث  
 جیل خانہ کیا اُسے پھانسی کا پھندا کچھ نہیں  
 چین لیں گے صفحہ ہستی سے تجھ کو میٹ کر

ہم کو اے ظالم حکومت اپنی پروا کچھ نہیں  
 احمق اس کی دوستی میں جان سے بھی ہاتھ دھو  
 دل کو کیا روتا ہو اے ناداں یہ بدنام کچھ نہیں



ان کے امیدوار ہوتے ہیں	جتنے بے روزگار ہوتے ہیں
کس طرح بے قرار ہوتے ہیں	نیردام آ کے دیکھ لے صیاد
روز پیسے اُدھار ہوتے ہیں	یہ بھی پینا ہو کوئی حضرت شیخ!
سخت ناپائدار ہوتے ہیں	ان کے وعدے بھی زندگی کی طرح
پوسٹر شاندار ہوتے ہیں	کام کچھ انجمن کا ہو کہ نہ ہو!
اب شکاری شکار ہوتے ہیں	لے رہی ہو عوضِ شیتِ حق
آپ کو ناگوار ہوتے ہیں	یہ بھی دن ہیں کہ اب مرے فقرے

نہیں رکھتے جو ذوقِ شعر احمق

سچ تو یہ ہو، گنوار ہوتے ہیں



ہیما رہِ غم کہاں یہ ترا کسچر کہاں  
 افسوس تیری عقل ہو لے ڈاکٹر کہاں

پیرِ مِخاں کو چھوڑ کے لڑاہے پاس جائیں  
 صیاد! بلبلوں کو خزاں میں ہانک کر  
 ہم مغلّوں کے پاس بجلائیم ذر کہاں  
 باز آئے صول سے جو ہی شرط وصل ہی  
 آئین عاشقی میں کوئی درگزر کہاں  
 دفعتِ دلِ بل کا شکنجہ ہو اور دل  
 جلتے ہیں یہ حضورِ سرِ شام ادھر کہاں؟  
 عقلِ فرنگ کا وہ مگر فر نچر کہاں  
 تھانک کا تو عہد اسی خاکسار سے  
 عقلِ فرنگ کا وہ مگر فر نچر کہاں  
 داغِ کوشیرِ مال و تنہن کہاں سے آئے  
 ہر بار اُن کے تیر پکرتا ہوں دلِ نثار  
 اب وہ خلوصِ مہر و وفا کی نظر کہاں؟  
 اُلو بنا چکے وہ دلِ سادہ لوح کو

اتحق سیالکوٹ کا کرتا ہوں جب میں قصد

لرزہ پکارتا ہو کہ حضرت کدھر! کہاں!

پولس ہی، مچکے ہیں نگریاں ہیں  
 مجھے قتل کر کے پشیمانیاں ہیں  
 دفاؤں کا بد لاپشیمانیاں ہیں  
 یہ پالسیاں ہیں کہ نلوانیاں ہیں  
 کہیں سے اٹھتے درق ہسٹری کا  
 جھکاؤ دیاں ہیں تو قربانیاں ہیں

سینما کے پردے بھی ہیں کیا علمی      کہ پردے ہی پردے میں ٹوانیاں ہیں  
 خدا قوم کو رہنروں سے بچائے      یہاں رہبروں کی فراوانیاں ہیں  
 کہاں دیکھے جا کے لگتی ہو کشتی      سیاست کے دریا میں طغیانیاں ہیں  
 بحرِ خونِ ماشق، گراں ہو ہر اک شمر      یہی جنس ہو جس کی ارزانیاں ہیں  
 جہاں ہو ذرا بھی افر جان بل کا      پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں  
 شربیں، جوئے، ڈانس، تھیسٹر، سینما      تمدن کی شاکستہ عنوانیاں ہیں  
 جہاں آپ کل جلوہ فرما ہوئے تھے      وہ آبادیاں آج دیرانیاں ہیں

بنی ہیں جو سرمایہ اہل دانش

دہی شاپہ احمق کی نادانیاں ہیں

— (۰۶۰) —

نندلسوزیاں ہیں نہ دل داریاں ہیں      یہ سب پالیسی کی فسوں کاریاں ہیں  
 اُدھر وہ ہیں اور ان کی محتایاں ہیں      اُدھر دل کی ناخبر بہ کاریاں ہیں  
 کبھی ہو رہے گا خدا کو بھی سجدہ      ابھی تو بیٹوں کی پستکاریاں ہیں  
 حیا اور عصمت کی پتی محسبِ قضا      جو ہیں تو یہی چار دیواریاں ہیں  
 چلو ہو گیا ج بھی فیض کے اندر      جہاں اونٹ تھے اب ہال لاریاں ہیں

نہ سمجھو ہیں مُردہ، تم کو خبر کیا کہ اس راکھ کی تپ میں چنگاریاں ہیں  
 وہاں وہ ہیں اور رزد واکِ نئے بل یہاں ہیں ہوں اور میری ناداریاں ہیں  
 ہر اصلاح کی مشق اور عورتوں پر عجب مخمضے میں یہ بیچاریاں ہیں  
 ملی ہیں جو ہم کو حسد و قفس میں یہ آنا دیاں سب گرفتاریاں ہیں  
 بس اب خیر شکل ہو بیمارِ غم کی کہ حد سے سوا اُن کی غم خواریاں ہیں  
 خلوصِ محبت کہاں اب کہ احمق  
 نہ لے میں طلب ہو اور یاریاں ہیں

---

کتابِ دہر کے کاتب نے آزادی کے بارے میں  
 لکھا ہے صرف لفظ 'تبع'، وہ بھی استعارے میں  
 مری تکفیر کر کے کیا بنائے گا مرا واعظ  
 اُنھوں گا خالقہ سے چارہوں گا گوردوارے میں  
 عدم کی سیر بھی منجملہ شرطِ ترقی ہے  
 دیں کے واسطے یہ مشق ہوتی ہے غبارے میں  
 تماشا دل کے ادا مالوں کا دیکھا ہی ابھی کیا ہے

ہزاروں اس طرح کے شعبدے ہیں اس پٹارے میں  
 پسند آتے ہیں سائے ناگ جن کو دیں کی دھن کے  
 پیانو سے زیادہ لطف پاتے ہیں چکارے میں  
 ہمارے بیل کو چار انہ دو اچھانہ دو بھائی  
 مگر پھر لطف کیا جب فرق آیا بھائی چارے میں  
 بھلا اس آہ سے کیا بچ سکے گا خرمن اعدا  
 ہزاروں بجلیاں پنہاں ہیں جس کے اک شرارے میں  
 کبھی درپردہ ساز اغیار سے ہو اور کبھی ہم سے  
 یہی اک راگ بجاتا ہو ہمیشہ اس دقوائے میں  
 حاققت ہو نسب کی بحث اب اے میرزا صاحب  
 نہیں کچھ فرق حضرت آج کل بیگ اور پٹارے میں  
 خیال یا رچشم تریوں میں تماشا ہو  
 کوئی جس طرح ڈال کی سیر کرتا ہو شکار سے میں  
 مجھے آتا ہو رشک احمق کی اس بالغ نگامی پر  
 یہ کہ جاتا ہو اکثر داستانیں صرف اشارے میں

پوس کے نور سے غمے مٹائے جاتے ہیں  
 اسی لیے مے سر جو یہ دستِ شفقت تھا  
 اسی پہاڑ تلے اونٹ لائے جاتے ہیں  
 حضور تو مر بھیجا ہی کھائے جاتے ہیں  
 مریض کو یوہی فلقے کر لے جاتے ہیں  
 کہ اہل عقل سوئے ویراے جاتے ہیں  
 کہاں حضور یہ بستر اٹھائے جاتے ہیں  
 ایل مرغ ای پر لڑائے جاتے ہیں  
 ابھی سے آپ یکو سٹ پٹائے جاتے ہیں  
 طبیب ہیں کہ خمیرے چٹائے جاتے ہیں  
 سب اہل ہند ہیں جلد آئے جاتے ہیں  
 عیاتِ قوم کے آثار پائے جاتے ہیں  
 امورِ قیر میں ہم بے بلائے جاتے ہیں  
 مشاعرے میں اب اتحق بلئے جاتے ہیں

ان کی فرمائش ہو لادو ساریاں  
 صبح ہو اور گر لیں کالج کی طرف  
 تک رہی ہیں منہ مرنی ناداریاں  
 جارہی ہیں مسکراتی لاریاں  
 کتنی صحت بخش ہیں بیماریاں  
 کیا یہی ہیں آپ کی غم فاریاں  
 جب سنے غم میں اضافہ کر دیا

جس قدر آسانیاں ہوتی گئیں ، اور بھی بڑھتی گئیں دُشواریاں  
 خبر ہو یا رب کہ سخن و عشق میں ہو رہی ہیں صلح کی تیاریاں  
 بڑھ رہے ہیں جتنے بی اے ملک میں بڑھ رہی ہیں تنگ کی بیکاریاں  
 قدرتِ حق نے تہی ہو اِنتقام ہو رہی ہیں چرخ سے مہرباریاں  
 کٹا گئے ہتھے سے وہ وعدے کی رات

رہ گئیں اِحق کی سب عیاریاں

انہیں کی وفا میں انہیں کی جفائیں وہ جس طرح عاشق کو چاہیں ، پنچائیں  
 حسدِ ارحم فرمائے بیمارِ غم پر کہ جتنے معالج ہیں اتنی ہی راتیں  
 قصور اپنے بھی لوٹ کر لیجے گا گنا تے تو ہیں آپ میری خطائیں  
 دفا دل سے گرباز آیا نہ عاشق تو کیوں منفعل ہیں کسی کی جفائیں  
 ترے ہی تصدق میں لے دِلِ معجز مسلط ہیں مشرق پہ کالی پلائیں  
 قفس نے چھوٹی سکت بازووں میں رہا بھی جو ہوں تو کہاں اڑ کے جائیں  
 مجھے تو طبیعوں کی کثرت نے ہارا مرض ایک ہوا در ہزاروں دوائیں  
 اکشن اسی کا ہو جو پہلِ زور ہو کہ سولے کے کانٹے میں تلتی ہیں انہیں  
 جنہیں چاہئے عشق میں سر بلندی رُوِ طور چھوڑیں ، سوئے دار آئیں  
 جسے دیکھیں ہم سے بڑھ کر ہی اِحق یہاں ہم کسے اپنے سے کم بتائیں



سول سروس میں ابھایا گیا ہوں      کھلنے دے کے بہلایا گیا ہوں  
 مجھے جنت کے رستوں کی خبر کیا      سینا کی طرف آیا گیا ہوں  
 وہ کعبہ ہوں کہ اب تک سیکڑوں بار      بتوں کے ہاتھ سے ڈھایا گیا ہوں  
 ادیم دہر پر ہوں نان درویش      سدا مل بانٹ کر کھایا گیا ہوں  
 ضرورت پھر کوئی درپیش ہوگی      وہاں میں یاد نہ رہا یا گیا ہوں  
 جہاں کے فیلڈ میں گویا ہوں فٹ بال      جہاں پہنچا ہوں ٹھکرایا گیا ہوں  
 کہاں صاحب کا جگہ اور کہاں غلہ      زبردستی ادا دھرایا گیا ہوں  
 میں وہ نغمہ ہوں جو سازِ ازل پر      ہمیشہ سوز میں گایا گیا ہوں  
 وہ پکچر ہوں جو پردے پر فنا کے      سر اسٹیج دکھلایا گیا ہوں  
 جہالت نے جہاں چھوڑا تھا مجھ کو      دیں پھر کھینچ کر لایا گیا ہوں  
 میں خود اپنے لئے ہوں اک ممتا      نہ سمجھا ہوں نہ سمجھایا گیا ہوں

کبھی ڈھونڈا گیا ہوں میں جو اتنی

دک خانے ہی میں پایا گیا ہوں

حد مکانِ دہم کہاں، لامکان کہاں      بھٹکا پھرا ہوں تیری طلب میں کہاں کہاں

کیا پوچھتے ہو مجھ سے غلش تیرِ عشق کی  
 مجنوں ہو اپنی دھن میں اے اس کی کیا خبر  
 جب مورث جہاں ہوں بزرگانِ ٹٹاؤن  
 نابد کو بزمِ مومیں تماشا بنا لیا  
 دل ہی نہیں تولدِ تِ زخمِ نہاں کہاں  
 محل کہاں ہو اونٹ کہاں ساربان کہاں  
 انسانیت کا ذکر تیرے آسماں کہاں  
 ہر شخص پوچھتا ہو یہ پوڑھے میاں کہاں؟  
 زلغ و زغن کو کنجِ قفس کا اماں کہاں  
 ظاہر ہو بکریوں کی حفاظت اہاں کہاں  
 پہچان جائیے مجھے لے کر کہاں کہاں  
 افسانہ جنوں کے لیے سرخیاں کہاں  
 اب شہر یار و پادشہ و حکمران کہاں  
 ڈاکو ہیں سب لٹیرے ہیں سب راہزن ہیں سب

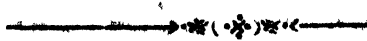
عزالت گزریں جناب سا اور سیرِ مبہنی

فرمایے تو حضرت احمق یہاں کہاں؟

— (چ) —

ان کے جانے ہی کے اتنا نظر آتے ہیں  
 جن کے بچے ہیں گرفتار تھے مرغِ ان چمن  
 وہ عدم کے لیے تیار نظر آتے ہیں  
 دام میں خود وہ گرفتار نظر آتے ہیں  
 کچھ سینما میں تو کردار نظر آتے ہیں  
 نوجوانِ وطن سے ہر شکایت بے جا

خبریں سب یہ ہیں مگر شے کی ہو صفت یا  
 رائے ہی کے فقط تار نظر آتے ہیں  
 ہند میں چند ہی نکلیں گے ہدایانِ وطن  
 درندہ از ہی خدا نظر آتے ہیں  
 وقت پر سب ہی پیش نہ انھیں تو کہنا  
 جس قدر ان کے یہ غم خدا نظر آتے ہیں  
 آبر و محفل جاناں میں بچے گی کیونکر  
 یاں سب اختیار ہی اختیار نظر آتے ہیں  
 ہم غریبوں کی پوہنی چڑ کے چلیں گے جھوٹ  
 کچھ اسی قسم کے آثار نظر آتے ہیں  
 توجہاں ہوتے ہیں جذباتِ وطن کے جو صبح  
 صرفِ احمق ہی کے اشعار نظر آتے ہیں



محبت میں جو کچھ گزرتی ہو مجھ پر، خدا جانتا ہو کہ میں جانتا ہوں  
 نہ پوچھو دلی زار کا حال ابتر خدا جانتا ہو کہ میں جانتا ہوں  
 ادھر عاشقوں سے بناوٹ کی باتیں، ادھر ٹھنوں کی گادھکی باتیں  
 یہ چالیں یہ گھاتیں تری اوٹ کر خدا جانتا ہو کہ میں جانتا ہوں  
 محبت کی شرطیں عدو سے نہ پوچھو، اُسے کیا خبر کیا بتائے وہ تم کو  
 حیاتیں کچھ اچھی طرح بندہ پرور، خدا جانتا ہو کہ میں جانتا ہوں  
 گرائی سے جو حال ہو ملک بھر کا، تباہی ہو ہندوستان میں جو جہان

نہیں جان سکتے اُسے اہل دفتر، خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں  
 ابھی آئے گا اک زبانِ محبت، کہ ہوگا پھر ایک امتحانِ محبت  
 ابھی جو گزرنے کو ہے میرے دل پر، خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں  
 مری حالتِ زار اگر پوچھنا ہو تو بس مجھ سے پوچھو کہ میرے خدا سے  
 کہ اچھی طرح اس کو اے بندہ پرور، خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں  
 ادھر دفعہ چونتیس دالے کمرے ہیں اُدھر کیس لینے کو بخشی اڑے ہیں  
 ہی جن آفتوں کا نشانہ مرا گھر، خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں  
 اگر تم کو سننی ہے میری کہانی، تو اس کو سنو تم مری ہی زبانی  
 کوئی جانتا ہے اگر اس کو بہتر، خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں  
 بخندی و عثمان و لولکی و خواجہ، جگنا تھ و ملکہان و تیاگی درنگا  
 ہوا جوالم احمق ان سب مجھٹ کر، خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں

—•— (•••) —•—

ہنر کی کچھ قدر ہے تو یہ ہے کہ عہدِ صیاد بوالہوس میں  
 اگر کوئی مرغِ خوشنوا ہوا سیر ہو گوشہٴ قفس میں  
 ہیں تعلیمِ انھوں نے دی ہے پیکل اس ڈیڑھ سو برس میں

کمر غبے بال و پر کی مانند خوش رہیں گوشہٴ قفس میں  
 ابھی انھیں ہم سے دل ہو لینا، ابھی وہ چالیں طے کر لیں گی  
 ہزار دیں گے فریب ہم کو، ہزار کھائیں گے جھوٹ قسمیں  
 نہ جو رکھیں سے کوئی غم تھا، نہ فکر غل سے کوئی الم تھا  
 چین میں اپنے منے کہاں ہیں جو چین تھے گوشہٴ قفس میں  
 زبان سے کچھ نہ کہنے والو، ہمیشہ خاموش رہنے والو  
 جفا سے صیاد ہونے والو بس آگ لگنے کو ہر قفس میں  
 یہ پردوش کوئی کم ہو ان کی جنھیں بُرا کہ ہے ہیں گانگی  
 ہمیں پڑھایا، پڑھاکے بابو بنا دیا ہم کو ہاتھرس میں  
 کندگیوں میں حضرت دل یو نہی گرفتار ابتلا ہیں  
 کہ جس طرح کوئی دُور دُور فن اسیر ہو نہی عس میں  
 تمھاری باتوں میں جو بھی آئے وہیں یا اس کے ہاتھ اٹھائے  
 خدانہ ڈالے بتاؤں مغرب کبھی کسی کو تمھارے بس میں  
 نیا تم ہو یہ بلبیلوں پر یہ حکم صلیب ہو الاکھا  
 ملیں نہ با ہم دگر عناد دل، رہیں مگر ایک ہی قفس میں

کرم کے بدلے تم یہ کیسا ، وفا کے بدلے جفا یہ کیسی  
کہاں گئے وہ تمہارے وعدے کدھر گئیں دھنکاری قسمیں  
بجائے مست بتاں کا عالم عجیب پر کیف ہو کہ احمق  
نہ بھنگ افیون ہیں ہو یہ سستی نہ سلفہ و گانجہ و جرس میں



اگر تا پھر رہا ہو حسن عریاں سیر گا ہوں میں کسی میں ہو یہ دم حائل جو ہونچر کی اہوں میں؟  
مرے مرنے کی اس مجنونی ہو کج کلا ہوں میں دو گانے کی نازیں ہو رہی ہیں عید گاہوں میں  
خلوص صدق سے غالی ہیں دل جس کا ثمر یہ ہو نہ کوئی سوز نا لوں میں ش کوئی درد آہوں میں  
پڑ سرحد ضرورت ہو انھیں مردان غازی کی ڈرل باقاعدہ سب کچھ رکھیں خانقاہوں میں  
زمانے کا زمانہ کشتہ شمشیر قاتل ہو ہمیں تنہا نہ ہوں گے روز محشر داد خواہوں میں  
مدد دے خضر رہ اسب منزل مقصد پہنچا پہنچے ہمیں بس ہاک ہے جاتے ہیں یاں گم کردہ راہوں میں  
کیا ہم نے اگر قاتل پہ دعویٰ خون ناحق کا کروڑوں لاشہ ہائے بے سزا ٹھیک گواہوں میں  
بہیں زندہ مصیبت میں ہیں دُرِ غلام دالے مرے سے سوہنے میں اپنی خواجگاہوں میں

یہ ہی تیرے گدھے مونے کی اک تین دلیل حق  
کہ قہر مت جانتا ہو تجھ کو اپنے خیر خواہوں میں

سنبل و گلِ قفس میں، نسروں پر بچاں قفس ہیں      فصلِ گل ہو اور بادِ گلستاں ہو قفس میں  
یہ ہوا کے سر و جھونکے یہ فتح و یہ بہار      آج تو گویا فضا کے لامکاں ہو قفس میں  
ہو زمین پر ٹینکوں کا نلج کتنا دل فریب      آسمان پر ہم کے گولہ لکڑیوں کا قفس میں  
نہج رہی ہو قصرِ استبداد پر غرض کدال      جھونپڑیوں کا ہنرِ عینِ ناتواں ہو قفس میں  
دیکھ لے جس نے نہ دیکھا ہو کبھی گنی کا نلج      چودھری صاحب کا سارا خاندان ہو قفس میں  
نلج گھر میں تو ہیں لاکھوں ہی جوانانِ وطن      دار کے تختے پر بھی کوئی یہاں ہو قفس میں  
انقلاب دہر نے چھیڑا ہو اپنا جلِ ترنگ      حالِ تنقیل کو ہو ہندوستان ہو قفس میں  
ڈانس اپنا ختم کر لے جبر اور گردن اٹھا      دیکھ تیرے سر پر قہرِ آسمان ہو قفس میں  
کو ایکوشن کے اماںوں سے ہو کر ہم بخل      گرس کا بک کی تہنائے جوان ہو قفس میں

بے زری ملنے ہو حق و رہ ہم بھی ناچتے

اب تو جو آسودہ گھر تو وہ یہاں ہو قفس میں



دو درگروں کی نگ ہی لا کر ہے گا ایک دن      ہند میں بھی انقلاب آ کر ہے گا ایک دن  
قصرِ سرمایہ کی بنیادیں ہیں بالکل کھوکھلی      تیشہ مزدور سے ڈھا کر ہے گا ایک دن  
آج جو ٹھکرا رہا ہو کبر و نخوت سے ہیں      دیکھ لینا ٹھکرے کا کھا کر ہے گا ایک دن

لیٹے پڑتا ہر دلی رکشا بولے سرمایہ دارا  
 تجھ سے رکشا اپنی کچھو کر رہے گا ایک دن  
 تم ہو جائے گا دورِ قہر و استبداد و جبر  
 عہدِ اطمینان و امن آکر رہے گا ایک دن  
 یا شہیدانِ وفا کا خون کوئی کھیل تھا  
 وہ تو کچھ ہو رنگ ہی لا کر رہے گا ایک دن  
 یاد رکھ لے ظالم خود سر کہ تو اب جلد ہی  
 اپنے ظلموں کی سزا پا کر رہے گا ایک دن  
 غم نہ کر لے جھوٹری کے ہنسنے و لہنم نہ کر  
 قصرو دیواں تو بھی بنو کر رہے گا ایک دن  
 فکر کیا حق اگر چھپتا نہیں دیواں ترا  
 عہدِ نوجلد اس کو چھپوا کر رہے گا ایک دن

— (۰۰۰) —

ڈانس کو نفوسِ نیا کو برا کہتے ہیں  
 شیخ ہر بات زمانے سے خدا کہتے ہیں  
 آپ لا حول سے گہرا ہیں نہ مشرِ ابلین  
 ہوتی آئی ہو کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں  
 کیسے ہوتے ہیں وہ نالے تیرے صدقے لے یاں  
 جو اثر کہتے ہیں ادبِ ن کو برا کہتے ہیں  
 نظربد سے جھپکنا ہو تو دے بوسہ زلف  
 صدے کو اہلِ جہاں نہ بلا کہتے ہیں  
 حضرت شیخ کو سب کہتے ہیں اگر یزید  
 منزلِ حق میں نہیں ہو خطرِ شرم و یزید  
 ہم مگر حضرت عیسیٰ کا گدھا کہتے ہیں  
 ان سے ہم واقعہ کرب و بلا کہتے ہیں  
 صاف کہیں گے تجھے ہم یہ منافقت ہے  
 پس ہمارا جو چلائے ہم یاد تو بس



میری نظروں میں ہر انسان کا کیر کڑ بھی      لوگ شیطان کو ناحق ہی بُرا کہتے ہیں  
 نہ سب عشق میں ہر خون کی تحقیر گناہ      بُت اسے کہ نہیں سکتے تو خدا کہتے ہیں  
 ہجر کی شب کہیں نے نظر آئیں جوشمال      اصطلاح شعرا میں لے کیا کہتے ہیں  
 انشراح میں سے ہیں بٹ مار دگرہ کٹ احمق  
 ہم جنہیں راہبر و راہ نمسا کہتے ہیں

— (۱۰۰) —

اب نہ وہ پارک کی سیریں نہ سینا کے دھو      دل کے لیتے ہی نظر پھیر سی لی آپ نے تو  
 ایک ہی اہل میں ہیں امیری و دلن آٹھ گوا      کاش اٹھ جائے کسی روز حجابِ من و تو  
 روکھی دلی بھی نہیں کھاؤں گا بڑے شوق کے ساتھ      گز نہ بیکار منگاؤ . یہ تکلف نہ کرو  
 چھوڑاے حسن پر دیدہ یہ قطع سازی      کار آمد ہر لپ اسٹک نہ مفید اب اسنو  
 ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں پہ ترس کھانکے پلا      دیکھ ساقی یہ چھلکتے ہرے پیانے دو  
 کچھ بھی ہو جائے مگر ہند سے انگریز نہ جائے      اے جوانانِ وطن خوب لڑو خوب لڑو  
 ارضِ مغرب میں نہیں قید نکاح و تزویج      بھول اس باغ کے بوٹے ہیں غمناخورد  
 اس ننگوٹی پہ بھی لازم ہو مجھے شکر خدا      کیا کروں میں جو مقتدر سے کہیں یہ بھی نہ ہو  
 جانِ یار میں تھوڑی سی جو باقی بھی تھی      ہو گئی نہ درخیا رین و سپستان دگلو

تم میرے حال پہ اس درجہ لوازش فرماؤ!      نظر آتی ہو کوئی اس میں بھی سازش مجھے تو  
 لیجیے ٹال دی اس بُتے ہنسی میں مری بات  
 کہ دیانسن کے مرا حال نرے احمق ہو

— (•••) —

سروں پہ چہل و فلاکت کا یہ وبال نہ ہو	جو لطفِ مصلحِ نلت شریکِ حال نہ ہو
ہم اس نخیل کے در پر چلے ہیں لے کے کھراؤ	جہاں فقیر کو بھی جراتِ سوال نہ ہو
سفر میں ساتھ نہ رکھیے انیم حضرت شیخ	بہت سی ہو کہیں رستے میں دیکھ بھال نہ ہو
وفا شعارِ راستہ جاں بحق ہو جانیں	جفا پر اُن کو اب اتنا بھی انفعال نہ ہو
بڑے مزے سے گزرتی ہو پھیر بھاریں عمر	خدا کرے ابھی دشمن کا انتقال نہ ہو
ہو یہ بھی لالچِ انھیں اہلِ ہمت میں دل	ہو خوف یہ بھی کہیں اُس میں کوئی چال نہ ہو
بہت قریب ہے وہ روزِ بد کہ حضرت شیخ	کوئی جناب کا ہمدرد وہم خیال نہ ہو
پولس کی ہی یہ بیافت کہ چوریاں ہوں بہت	مزید یہ کہ برآمد کہیں سے مال نہ ہو
نہیں ہر جسم پہ گر جیٹھڑا تو ہر ج نہیں	خدا وہ دن نہ دکھائے کرتن پہ کمال نہ ہو

ترے بھی زورِ حماقت کی دھوم ہو احمق

وہ آدمی ہی نہیں جس میں کچھ کمال نہ ہو

جھگڑا نہ ہو، فساد نہ ہو، دشمنی نہ ہو  
 اے مرغِ آشیایں! اگر چاہتا ہوں  
 بارب اس انقعات کا انجام ہو بخیر  
 اس کا سکون اس کے لیے ہی یا نہ ہو  
 وہ اور ان کے ساتھ تیرا نان و کلس  
 تیری بقا کا راز یہی ہے کہ جانِ بل  
 کچھ تو ملے بتوں کو مزا اپنے ظلم کا  
 تیرے دشمنوں کو غرض کیا چراغ سے  
 خاموش عشق میں بھی کوئی عشق کا ہونٹ  
 تم درمیاں نہ ہو تو کوئی بات ہی نہ ہو  
 شاہین بن اس چمن میں کبوتر کبھی نہ ہو  
 جی ڈر رہا ہے یہ بھی کوئی پالسی نہ ہو  
 اے چارہ ساز دل کی تڑپ میں کمی نہ ہو  
 اے ضبطِ آہ دیکھ، بالآخر ہنسی نہ ہو  
 ہندوستان سے دُور کبھی مفاسی نہ ہو  
 وقت آئے جب تیرے لیے بھی کمی نہ ہو  
 بجلی اگر نہ ہو تو یہاں روشنی نہ ہو  
 مرجاؤں میں تو گھٹ کے اگر ندی نہ ہو

نامحکم اور ترکِ وفا، جا یہاں سے جا

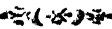
حق نہ بن، الجھ نہ زیادہ، سڑی نہ ہو

—\*~\*~\*~\*

نہ مددگار کسی کا ہو نہ غم خوار ہو تو  
 دوسروں کے لیے ہو تنقیہ و نصیحت کی نکر  
 جس سے مطلب ہو ترا: اس کا فقط یار ہو تو  
 اور خود موت کی پیچش میں گر خوار ہو تو  
 سب کا تعلیم شدہ قافلہ سالار ہو تو  
 بستے طاقت زلمے میں ہیں، جتنے ابلیس

ہی جو مجروح ہر اک سینہ تو ہر دل زخمی کوئی خنجر ہو کہہ رہی ہو کہ تلوار ہی تو  
 سچ تو یہ ہو کہیں دل اس کی تباہی کتوب جس کا ہمدرد ہو تو جس کا مددگار ہو تو  
 دوسروں ہی کی بدولت ہو بسب کب جلا دناک آئے بے ہودہ و بیکار ہو تو  
 صید کو اپنی اسیری کا نہیں غم ستیا د وہ تو یہ دیکھ کے خوش ہو کر گرفتار ہو تو  
 ٹھیر مانگا تو منگا دوں تجھے اے استبداد بسترا باندھ کے چلنے کو جوتیار ہو تو  
 تو اگر ہو تو یہ یا سملٹ نہ ہو اے پٹرول چھکڑا اب کار سے کہتا ہو کہ بیکار ہو تو

ہند پر غیر کے قبضے سے جو خوش ہوا حق  
 قابلِ لعن نہیں "مستی دار ہو تو



اُسے دل کی سازشوں سے بیاہو لے ڈالو تم سے کہا تھا کس نے سنا پکڑتیں ہیں مالو  
 دیکھو کہ نہ چھوڑو، عاشق کو آ ز مالو خوب اس پر جبر کرو، خوب اس پر ظلم ڈھالو  
 اللہ ہی شرارت بزمِ عدویں اس نے دیکھا مجھے، تو بولا، "دیکھو! اسے نکالو"  
 پھر مجھ کو بنو آئیں ساتی کی است آنکھیں پھر دوستو چلا میں، لو پھر مجھے سنبھالو  
 دل لینے کی یہ نگاہیں، میں خوب جانتا ہوں باہیں مرے گلے میں تم پیار سے نہ ڈالو  
 اظہارِ سوزِ باطن کیا کر سکیں کسی سے تم نے تو ٹہر کر دی ہنہ پر زبان کچھالو

میرے بننے لکھی فکریں تو بعد کی ہیں پہلے ذرا تم اپنا پتلون تو سنبھالو  
 عشاق کے دلوں میں کافی جگہ پڑی ہو کوٹھی کی فکر کیا ہو چاہو جہاں بنالو  
 حسرت نے داں کو آخر برہادر کے چھوڑا تم سے کہا تھا ہم نے، دیکھو اسے نکالو!  
 اب چرخ کی جھائیں حد سے گزر چکی ہیں اب وقت امتحان ہوا ہے میرے دل کے مالو  
 ہو آج تک تو احمق سرزادہ زمانہ  
 اب تم نئے انوکھے، اُس کو گدھا بنالو

۔۔۔ (۰) (۰) (۰) ۔۔۔

بن کر رہے گا	قومی ترانہ	درد جگر کا	غمگیں فسانہ
عارض پہ اسنو	گیسو میں شانہ	فرزند کالج	لیکن زمانہ
صورت نہ دیکھو	سیرت کی پوچھو	وہ دلبرانہ	یہ وحشیانہ
دل بھی تھا اپنا	تم بھی تھے اپنے	اُف وہ زمانہ	اُف وہ زمانہ
قیمت پہ قلن	اٹھ بھاڑا لے	پیروں تلے ہو	ترے خزانہ
اسے تو مہ ہے جس	اُٹھنا نہ ہرگز	دنیا جھجھوڑے	کبتا ہی شانہ
ہاں چشم ساقی	بس ایک کپٹی	قیمت ہو دل کی	صرف ایک آنہ
۔۔۔	۔۔۔	۔۔۔	۔۔۔

تو بھی ہوا مہتی      واللہ ہزدق  
صورت ہوتی      دل شاعرانہ

— (۰۰۰) —

مخصوص حکومت کی دفا میرے لیے ہو      یہ جنگ وہ ہو جس کا شاہ میرے لیے ہو  
یہی نفسی آپ کی غیروں کو مبارک      کب دردِ غم دل کی دفا میرے لیے ہو  
مزا ہوں دمِ خجرتِ اتل کی ادا پر      سچ یہ ہو کہ جینے کا مزہ میرے لیے ہو  
اس قدر محبت پہ خدا جان بھی زربھی      فرماتے ہیں مجھ کو یہ گدھا میرے لیے ہو  
کیوں جان ابھی سے نہ رشتہ میں دے دیا      آخر تو محبت میں دفا میرے لیے ہو  
یہ عسدر تغافل پہ غم گردنِ قاتل      گویا خمِ شمشیرِ قضا میرے لیے ہو  
کیا ہو اگر آزادِ جفا ہو وہ بستمگر      پابندیِ آئینِ دفا میرے لیے ہو  
فصلے کی بلندی سے اترتا ہو جو فرمان      احکامِ خدا سے بھی سوا میرے لیے ہو  
دنیا میں خدا میرے لیے ہو تو مقرر      دنیا میں جو کچھ ہو بخدا میرے لیے ہو

الحق انھیں بیخ اور برکھاسٹ مبارک

فاقوں کی مصیبت کا مزہ میرے لیے ہو

— (۰۰۰) —

تری جادو نگاہی ساری مٹی کھینچ لی اپنی      بس اب بسے سحر مغرب ختم کر افسوں کی اپنی  
اب اس درجے پر ہر تہذیب میں راستگی اپنی      شریک مٹی بھی ہو شریک بندگانگی اپنی  
ادھر تھوپا اٹھوں لے پاؤں ڈھیری زدہ دُنگ پر      ادھر ہم نے غضب ہو کے بدلی کچلی اپنی  
وہ کچلی جس نے لاکھوں آشیائے خاک کو ڈالے      اسی کچلی کی مرہونِ کرم ہو روکشی اپنی  
وہ تو ہوا تراغم ہو تعلق مجھ کو رکھتا ہو      کسی صورت تو آخر کاٹنی ہو زندگی اپنی  
پڑنے مال کا باز این گاہک نہیں کوئی      جو قیمت چاہتا ہو تو بدل اب کو الٹی اپنی  
یہ ہو سکتا ہو ساری قوم کو ہم ختم کر ڈالیں      مگر ممکن نہیں خطرے میں ڈالیں لیڈری اپنی  
عروسِ حریت سے ہکناری بھی ہو کچھ مشکل      مگر جو کھو چکا ہو قوتِ مردانگی اپنی ؟  
خدا سے بھی شکایت اسے تو تم سے گلہ کب تھا      یہ تم نے کیا سمجھ کر چیخ کر دی پالسی اپنی  
ضروری تھی تباہی ل کے ہاتھوں بکراغت میں      جب یہ سال خدا تھاکوں نکستی ڈوبتی اپنی

اُسے احمق بنائے جس کو ڈر ہو جیل خانے کا

یہاں رہنے دے کارستانیوں سی آئی ڈی اپنی



فدا کر دو کوئی سمجھا کر آزادی کے سائل سے      کہ مانگے سے تو نادان بھیک بھی ملتی ہو سائل سے  
وہ قہمت ہوں جب طرفان سے نکلا آیا      مری کشتی کے کٹرے اڑ گئے مگر کے ساحل سے

ہمیں محتاط اتنا کر دیا ہو عشق کیسوں نے  
 کہاں کا سانپ ڈرتے ہیں ہم اتنے سانپ کے ہیں سے  
 حضورِ قلب کچھ صاحب کے بٹنگے ہی میں تار  
 یہ مسجد ہی یہاں کنیں شمعِ جی آنے لگے دل سے  
 زمانہ کس قدر ہی کیوں نہ پر آشوب ہو جائے  
 مگر جہاں حق ہیں وہ نہیں سکتے وہ باطل سے  
 خدا کا شکر کہ اس کو نیست جان لے لیل  
 قص کی چند روزہ زندگی ملتی ہے مثل سے  
 ہماری سہی کام آئی نہ کچھ راہ ترقی میں  
 ہمیں تکلیف عیادت بھی انھیں میں نے نہیں کتا  
 اگر فلان کی ساری پر نقطہ ہم بے کسوں کی ہنس  
 مرے عیاد کی نازک مزاجی بھی غضب کی ہو  
 کہ اس کو درد سر ہوتا ہو فریاد غنا دل سے

دل کے عشق میں کیا جیل خانہ اند کیا پھانسی  
 وہ احمق ہی ہو گھبراتا ہی زندان و سلاسل سے

••• (۰۰۰) •••

بے بالی دعوایِ تہذیب کا جوہر ہو  
 دہ ہی سودہ فیشن ہی یہ ہی سوہ نیچر ہو  
 آپس میں لڑانا بھی اک عقل کا جوہر ہو  
 اس کام میں لوگوں کی خواہ مقرر ہو  
 ہر روز نئے وعدے، ہر وقت نئے بھانے  
 اتوار کو شگل ہی، منگل کو سنچر ہو  
 سعادت ہو تو نصرانی، سیرت ہو تو شیطانی  
 ہم جس کے محافظ ہیں، شاید ہی کلچر ہو



کیوں اس قدر آفرید تہذیب کے باہر ہیں۔ درخواست تو عاشق کی قانون کے اندر ہے۔  
 رہنے کو مرے ہوٹل پینے کو مرے دم کی اب میری نگاہوں میں جنت ہے نہ کوثر ہے۔  
 غدا کی ملت کا الزام سہی مجھ پر بنگلے میں تو پرسش ہے، کرسی تو میسر ہے۔  
 آرزو کا اسے سودا، عہدے کی اسے خواہش دل ہے سو عجب دل ہے، سر ہے سو عجب سر ہے۔  
 مزدور کے فلتے کا، غم ہو تو اسے کیونکر جس کے لیے دھکی ہو، ہوٹل ہے، مہر ہے۔  
 مشرق کو بھی موقع ہے اب نشاۃ ثانی کا مغرب میں خدار کے ہنگامہ محشر ہے۔

حق کیا ہے تمہیں یا رُو، احمق پہ جو ہنستے ہو  
 تم جیسے بگدہوں سے تو دہ پھر کہیں بہتر ہے



گڑتی ہی یوں گریس کالج کی لاری مہکتی ہوئی جیسے باد بہاری  
 اداؤں کے نشتر لگا ہوں کے خنجر ہر اک گھاؤ پورا، ہر اک زخم کاری  
 نہ پوچھو مرے دل کی حالت نہ پوچھو ہر اک ایک ہے اور اتنے شکاری  
 یہ بھرتی کا دفتر ہے اسے اہل فاقہ یہاں ختم ہوتی ہے بے روزگاری  
 غلامی مسلط ہے جب تک وطن پر اسی وقت تک ہے یہ سرمایہ کاری  
 غم عشق کم ہونے والا نہیں ہے نہ فرما پیے زحمت غم گاری

ہمیں تھے جو پٹے رہے روز، لیکن ادا کر دیا حق خدمت گزاری  
 سزا غیبی سے نفرت کی دی ہو کہ واعظ ہو داروغہ آبکاری  
 ملاتے گئے جس قدر خاک میں وہ مری اور بڑھتی گئی خاک ساری  
 غلط ان کے وعدے دروغ ان کی نہیں نہ یہ اعتباری نہ وہ اعتباری  
 وہ دل لے گئے مجھ کو احمق بنا کر  
 دھری رہ گئی سب مری ہو شکاری



ابھی کچھ روز ہیں جب کئی تنخواہ اے ساتی اگر بھر بھی ملتا ہو تو بسم اللہ اے ساتی  
 چور و سبیل و چور و غلاماں سب بجا، لیکن بھدا اللہ میں ہو سکتا نہیں گمراہ اے ساتی  
 مرے پٹنے کی خبر اس طرح کیوں شہر ہوئی مگر کیا کیجیے، ہو ریڈیو بدخواہ اے ساتی  
 خدا کے فضل سے بی اے ہوں قاضی قضاہ پیا کرتا ہوں میں بے جبر و بے اکراہ اے ساتی  
 لگائیں ہو رہی ہیں تالیش انوار سے خیرہ یہ تیری بزم ہی یا بزم مہر و ماہ اے ساتی  
 فلک سے ہم کے گوبے پڑ رہے ہیں ڈر گیتا ہو کسی دن اڑ نہ جائے میکہ ناگاہ اے ساتی  
 خدا کے واسطے واعظ سکھ دے چھتر باکری میں اپنے نفع و نقصان میں خود ناگاہ اے ساتی  
 نہ کہیں کہ ہم ڈھا سکتا ہو مسجد اور نہ کیا بس اتنا ہو مری خاطر ہو خاطر خواہ اے ساتی

حادثہ رونما ہوں کس قدر ہی کیوں نہ تھا میں  
مگر احمق رہے گا بندہ درگاہ اسے ساقی

— (نثر) —

خود بھی عیاں ہو جائے ان کو بھی عیاں کیجئے	تاہم اکاں کو کشش تہذیب نہواں کیجئے
کچھ تو ملک و قوم کی گردن پر احساں کیجئے	ہمروسی آئی ڈی کا دنیا یاں کیجئے
جانور کو آدمی، حیوان کو انسان کیجئے	بزم میں سحر و معجزہ واقظ کو کہاں کیجئے
بُت نہ بنئے کچھ تو کہئے کچھ تو پہلی ہاں کیجئے	تاہم کو آخر یہ خاموشی سوال وصل پر
آپ کیوں نالہ و تہمت کیوں تیر و پیکار کیجئے	کٹھن میں گہم غم: آپس ہی میں سے بہتہ دلاں
اب سمیت نہ آئے نہ عاشق کو پشیاں کیجئے	شکر یہ اس لطف سے بے حد کا، مگر بندہ نواز
اپنے ویوانے کو ناحق کیوں پریشان کیجئے	چھوٹے شغف کی زلف کا کیوں تذکرہ
کیجئے ہاں اپنی بربادی کا ساماں کیجئے	سرِ مٹول کیجئے آپس میں خوب استہلا ہند
اس شواہد کے ہنسنوں کو سلماں کیجئے	سوز و غم پالی کو توڑیئے محمود دار
کیوں پریشاں ہیں نہ طوشت بیاباں کیجئے	عشق میں کیوں پاشکتہ ہوئے ہتے مثل تیں

ہو چکی نیلام احمق عشق میں سب جاہداد

دل ہو پیکار اب اسے بھی نذرِ خواب کیجئے

کہیں آو مظلوم خالی گئی ہو یہ درخواست تا باب عالی گئی ہو  
 وہ افسانہ قیس سن کر یہ بولے یہی اک کہانی بسالی گئی ہو  
 وہاں ذکرِ بریانی و کوفتہ کیا بد وقت تو کچھڑی اُبالی گئی ہو  
 نبی بی کے پتے رہے اور نہ پالی مگر مہم صاحب کو ڈالی گئی ہو  
 بُتِ بوزنہ و ش کو گھر سے نکالو یہ علتِ بلا وجہ پالی گئی ہو  
 فداسی تھی اک باتِ دل کی کہانی بڑھاتے بڑھاتے بڑھالی گئی ہو  
 کبھی کہ دیا ہو اگر ان کو رفتہ تو سر پر قیامت اُٹھالی گئی ہو  
 کہاں جائیں گے مکدے سے نکل کر یہیں اک دنیا بسالی گئی ہو  
 جب اٹکی ہو کوئی غرض ان کی مجھ سے محبت کی بنیاد ڈالی گئی ہو  
 وہ سمجھیں گے کیا خاکِ عاشق کی حیات نہ دیکھی گئی ہو نہ بھالی گئی ہو

یہ کس خط میں تو پریشاں ہو احمق  
 وہاں کس کی حسرت نکالی گئی ہو



طو کر چکے منازلِ تہذیب اور تقاضے ڈالیں اب اہل یورپ و دنیا میں غیب ڈاکے  
 پچھتا رہا ہو ظالم اب کیوں نہیں مٹانے مرقد تھے عاشقوں کے، یا نقش تھے وفاقے

جتنی بڑھیں جنائیں اُلفت ہوئی زیادہ  
 ہر فکر کا وہ ہوش، یہ کارِ زادہ دل کو  
 آئے تو ہیں یہ حوریں تقدیریں کھانکے  
 اوتندہ تیز جھونکو! دیکھو کہ اُس گلی میں  
 وہ حرفِ آرزو اب دفتر میں تھامے  
 ہر اب کھلے خزانے نفسِ دل و جگر کی  
 آئے تو ہیں یہ حوریں تقدیریں کھانکے  
 ہر اب کھلے خزانے نفسِ دل و جگر کی  
 باقی رہیں نہ فزے خاکِ بد و فلکے  
 پڑتے ہیں ان دھاڑے دوز اس گلی میں  
 لیکن یہ جب نہیں گئے ظالم سے فلکے  
 پیغامِ آہ ہے ہیں ہر دم مجھے قضا کے  
 بندے ہیں کیوں بھی تک ہم ایک ہی خطا کے  
 ہیں اس کے شکنجے تو بے شک بڑی ہلاکے  
 ہر وقت وہ جھکا ہیں دل پر جمی ہوئی ہیں  
 اس واسطے خفا ہیں ہم سے بتانِ مغرب  
 ایسا نہ ہو کہ واعظِ حنفیہ کا آدمی ہو

دنیا کو مغم کر کے ہو نہیٹ جن کا خالی  
 شامی ہیں پھر بھی احمق وہ ضعیفِ اشتہار کے

— (•••) —

کوئی شمع کے توالے کوئی تیلیس کے بندے  
 نہ پوچھو لیڈرِ دانِ قوم کی ہنگامہ آرائی  
 چلے جلتے ہیں یونہی اپنے اپنے پست و حدیث  
 ڈیل، ڈیل، ہر آدمی کو کھسکنا دیشن ہیں اور چھپک  
 بہ اس نیت اُٹھے ہیں چند غاصِ امت کے کہ بے  
 بچھا رکھے ہیں ہر ہر محام پر مینا دے پھیند  
 جوداناہر تو ازمیرغِ قوشِ الحانِ نام سے بچنا

چہ گویم در غم لیلائے نجد افسانہ مجول  
خدا را شنوید از من حدیث آرزو مند  
تھادی خوش نما اکیم کیا ہو اک عجیبی  
جو انڈے تو بہت دیتی ہو لیکن سب گئے

جناب شیخ کا ارشاد ہر بالکل بجا آتی  
بھن ہم تو اسی کا گائیں گے جو ہم کو بھنچے

— (۰۰۰) —

دشمن ہو یہ معاش اُسے گھر سے ٹالے  
جانا پڑے پولس میں وہ علت نہ پالے  
مجھ سے کہا جب اپنے پراٹھے پکالے  
بھوکے جوہوں تو آپ بھی کھڑی اُبالے  
عمار اپنا دیکھیے پہلے جناب شیخ  
پھر مکدے میں زندگی گڑی اچھالے  
اُلفت کا کاروبار جنھوں نے کیا شروع  
آخر یہی ہوا کہ ہوئے سب بدولت  
کہتے ہیں میری جیب سے بٹوا نکال کر  
اس طرح اپنے دل سے متناسک لائے  
ہر گام پر ہو کوئے دفاں دلوں کا ڈھیر  
پھر تا ہی ناز حسن بتاں ٹوکرا لائے

اتنی ہو فن مکر و شرارت میں منفرد  
دیکھے نہ ہوں گے تم نے کہیں ایسے چالے

— (۰۰۰) —

دیر سے بیٹھے ہیں باتوں میں نہ مال کی مالتی  
وہ جو اس روز پلائی تھی نکال اسی ساتی

کلن چاہے ترے مچھلنے کے رند کا نڈال      کس کی شامت ہو کہ ہو دہ بندال اور ساقی  
 کی مہ دہر نے گو کتنی ہی یورش، لیکن      مڑکدہ آج بھی ہوا اپنی مثال اور ساقی  
 جب ترے رند نے دی اہل وفا کو پیچ      گونج اٹھتا یوں کے شور سے ہل اور ساقی  
 ریز گاری ہو نہ لکڑی نہ شکر ہو نہ اناج      فکر کا ہے کی جو کا نہیں کال اور ساقی  
 جان کیا ہوا جیٹین میں جو ایشا رنہ ہو      ہریہ سب جوش کڑھی کا سا اُبال اور ساقی  
 کوئی مفسد بھی ہو مچھلنے میں دہ نہ یہ کیا؟      رند اور کثرت و قلت کا سوال اور ساقی  
 ہو گئے رند ترے واسطے برباد و تباہ      ان کے ایشا رہ یوں خاک ڈال اور ساقی  
 کیا کرے آکے ترے پاس کوئی خالی ہاتھ      بھوڑتا ہی نہیں کچھ کار نوال اور ساقی

دہ بھی دن آئے کہ پینے میں ہوں اتحق کے شریک

اسد و حیرت و مجذوب دہ نال اور ساقی

